صوفی شیر محمد بُزدار نقشبندی مجدّدی

(ایم اے / ایم فل)

گلدستۂ فقر

گلدستۂ فقر

صوفی شیر محمد بُزدار نقشبندی مجدّدی

مثال پبلشرز
رحیم سینٹر، پریس مارکیٹ، امین پور بازار، فیصل آباد

نام کتاب : گلدستۂ فقر

مصنف : صوفی شیر محمد بزدار نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

ایڈیشن : دوم

تاریخ اشاعت اوّل : 12-12-2012

تعداد اشاعت اوّل : 500

تاریخ اشاعت دوم : 21-06-2021

تعداد اشاعت دوم : 500

کمپوزنگ : محمد اظہر فرید (گلوبل کمپیوٹر تونسہ شریف)
0334-6090998

قیمت : 500روپے

کتاب ملنے کا پتا : 1۔ صوفی شیر محمد بزدار، نقشبندی اوتاک، خواجہ ٹاؤن تونسہ شریف
رابطہ:0333-6014850-0321-7381180

2۔ ڈاکٹر جلال خان لغاری، فورٹ منرو، رابطہ:0333-6477156

3۔ سعید بک ڈپو، تھانہ روڈ، کوٹ ادو، رابطہ:0333-6002744

اس کے علاوہ تونسہ شریف کے تمام بک سٹالز پر دستیاب ہے۔

اہتمام

مثال پبلشرز رحیم سینٹر پریس مارکیٹ امین پور بازار، فیصل آباد
+92-41-2615359, 2643841, Cell: 0300-6668284
email: misaalpb@gmail.com

شوروم

صابریہ پلازہ، گلی نمبر 8، منشی محلہ، امین پور بازار، فیصل آباد

انتساب

اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کے نام

جو اپنے نفوس کے مقابلے میں

احکامِ شریعت اور خیر خواہیِ خلق کو ترجیح دیتے ہیں

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ نمبر
انتساب	6
پیش لفظ	8
باب اوّل: خصائص نبوی	15
باب دوم: تصوّف	30
1۔شعبہ ایمانیات	31
2۔شعبہ اعمال صالحہ	31
3۔شعبہ معرفت الٰہی	31
اللہ کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے؟	34
علماً اور صوفیاً کا دائرہ کار	34
صوفی/شیخ/مرشد کی ضرورت واہمیت	36
برکاتِ تصوف اور تاثیرِ مُرشد	39
صوفیائے کرام کے کارنامے	45
حقیقتِ تصوف اور پیر کی نشانیاں	48
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں	57
اِنتباہ	61
باب سوم: مجاہدہ و ریاضت	63
(۱) مجاہدہ وریاضت کا قرآنی تصوّر	64
(۲) بھوک کی فضیلت	73
(۳) بھوک کی اہمیت	87
(۴) بھوک کے فوائد	103
(۵) قول فیصل	109
(۶) فرمودات معلّم اخلاق حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ	115

عنوان	صفحہ نمبر
(۷) ایک غلط فہمی کا ازالہ	120
(۸) فرمودات سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ	121
(۹) مرگِ اختیاری	123
(۱۰) جہادِ بالنفس	124
باب چہارم: ذِکرُ اللہ	132
(۱) ذکر بالجہر کا ثبوت	134
(۲) ذکر بالجہر فرمودات الٰہی کی روشنی میں	143
ذکر الٰہی سے روگردانی پر وعیدیں	150
(۳) ذکر بالجہر کے فضائل و برکات فرمودات محبوب خداؐ کی روشنی میں	153
(۴) فوائد ذکر	166
(۵) ماحصلِ ذکر: مشاہدے کی روشنی میں	174
(۶) تحفہ: از حضرت شیخ فرید الدّین عطّارؒ	176
ترجمہ اشعار	177
(۷) تبرکاتِ باہوؒ	179
ترجمہ اشعار	179
(۸) فرمان شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	181
(۹) ذکر بالجہر کے بارے جناب امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ	182
(۱۰) ذکر بالجہر! دیگر فتاویٰ جات کی روشنی میں	183
باب پنجم ننگے سر نماز پڑھنا	187

عنوان	صفحہ نمبر
ننگے سر نماز پڑھنا قرآن وحدیث اور فقہائے اسلام کی نظر میں	188
انتباہ	193
باب ششم: داڑھی کی اہمیت	194
(۱) داڑھی کی تعریف	196
(۲) داڑھی کے فضائل وفوائد	196
(۳) داڑھی کی وعید	198
(۴) داڑھی رکھنا واجب یا سنتِ رسولؐ	199
(۵) داڑھی: سنّتِ صحابہ رضی اللہ عنہم	203
(۶) داڑھی منڈوانے پر رسول خداؐ کی ناراضگی	204
(۷) داڑھی منڈوانے کی قباحتیں	206
(۸) داڑھی منڈوانا "مُثلہ" ہے	207
(۹) داڑھی کی شرعی مقدار	208
(۱۰) داڑھی سے اولیاً و علماً اور بڑے لوگوں کی محبّت	209
(۱۱) داڑھی کے طبّی فوائد	210
(۱۲) داڑھی مونڈنا اشرف المخلوقات کی توہین ہے	211
(۱۳) داڑھی مونڈے یا کترے ہوئے کی امامت کا مسئلہ	213
مولانا احمد رضا خان صاحبؒ کا فتویٰ	213
محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمدؒ کا فتویٰ	213
چند اشعار	214
باب ہفتم: مونچھیں	216

عنوان	صفحہ نمبر
(۱) مونچھیں	217
(۲) مونچھیں لمبی کرنے پر وعیدیں	219
(۳) مونچھیں کٹوانا فطرتی امور میں شامل	220
(۴) مونچھیں کاٹنے کی مدت	221
(۵) مونچھوں کی شرعی مقدار اور ان کے متعلق محدثین وفقہا کی آراء	221
(۶) مونچھیں کاٹنے (پست کرنے) کی عقلی وسائنسی توجیہ	224
باب ہشتم: حقیقت خضاب	228
حقیقت خضاب	229
مسئلہ	231
مسئلہ	231
سیاہ خضاب لگانا	233
امام احمد رضا خان بریلویؒ کا فتویٰ	234
سرخ اور زرد رنگ کا خضاب لگانا	235
گندھک سے داڑھی کو سفید کرنا	235
بڑھاپے سے نفرت کرتے ہوئے سفید بالوں کو اُکھاڑنا	235
باب نہم: حقوقِ والدین	237
حقوقِ والدین	238
زندگی کے چھ عذاب یہ ہیں	242
مرنے کے بعد چھ عذاب یہ ہیں	242
والدین کی نافرمانی سے چار چیزیں جاتی رہتی ہیں	242
باب دھم: غیبت	245

عنوان	صفحہ نمبر
غیبت ایک مہلک اخلاقی وروحانی بیماری	246
چغلخوری	246
بہتان	246
غیبت کی سزاؤں کا عملی مشاہدہ اوران کی متشکل صورتیں	256
غیبت سننا بھی گناہ کبیرہ ہے	261
حضرت شیخ سعدیؒ شیرازیؒ کے فرمودات	263
باب یازدھم: صد پند لقمانؒ	273
صد پند لقمانؒ	274
حقیقتِ لقمانؒ	280
باب دوازدھم: خواب	286
خواب کے احکام وآداب	287
مسئلہ	287
مسئلہ	288
نیند کی قسمیں	288
(۱)خوابِ سنت	288
(۲) خوابِ بدعت	289
(۳)خوابِ دیوانگی	289
(۴)خوابِ عقوبت	289
(۵) خوابِ عافیت	289
(۶) خوابِ غفلت	289
(۷)خوابِ درویشی	289
(۸) خوابِ عزامت	289
(۹) خوابِ ندامت	289
(۱۰)خوابِ راحت	290
(۱۱) خوابِ عبادت	290
(۱۲) خوابِ کرامت	290
حکمت: سونے کے چار طریقے ہیں	290
(۱)انبیاء علیہم السلام کا سونا	290
(۲)اولیاءُ اللہ کا سونا	290
(۳) حکماءُ کا سونا	290
(۴)چوروں اور یہودیوں کا سونا	291
حکمت	291
حکمت	291
باب سیزدھم: تسبیح	292
(الف) فضیلت صلوٰۃ التسبیح	293
نوٹ	294
(ب) گٹھلیوں اور تسبیح (دانوں والی) پر درود شریف پڑھنا	296
باب چہاردھم: اَوراد ،وَظائف	302
شجرہ مبارک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ	303
ختم خواجگان مترجم قبل ازنماز فجر یابعد نماز فجر جوسلسلہ عالیہ نقشبندیہ کامعمول ہے	306
ختم خواجگان مترجم بعد نماز مغرب جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کامعمول ہے	308
(۱) دعائے ختم خواجگان	312
(۲) دُعا بعد ذکر	314
(۳) دعائے دعوت	316
مرشد کی طرف سے ایک مختصر وظیفے کی اجازت عام	317

عنوان	صفحہ نمبر
باب پانزدھم: معمولاتِ نقشبند	318
مقامِ سلسلہ نقشبند	319
شانِ سلسلہ نقشبند	320
معمولاتِ سلسلہ نقشبند	321
(۱)سنت وفرائض	321
(۲)نوافل	321
(۳)روزے	325
(۴) عقائد	325
تعارف مصنّف	328
(۲)مختصر شجرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ	330

☆☆☆☆☆

یااللہ جل جلالہ   یارسول اللہ ﷺ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک دیہاتی رسول کریم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہو! دیہاتی نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ

☆میں امیر (غنی) بننا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قناعت اختیار کرو، امیر ہو جاؤ گے۔

☆میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تقویٰ اختیار کرو، عالم بن جاؤ گے۔

☆عزت والا بننا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا بند کرو، باعزت بن جاؤ گے۔

☆میں اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔

☆میں عادل بننا چاہتا ہوں؟ جواب فرمایا: جسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو، وہی دوسروں کے لئے پسند کرو۔

☆طاقت ور بننا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر توکل (بھروسا) کرو۔

☆اللہ تعالیٰ کے دربار میں خاص درجہ چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کثرت سے ذکر اللہ کرتے رہا کرو۔

☆رزق کی کشادگی چاہتا ہوں؟ جواب فرمایا: ہمیشہ باوضو رہا کرو۔

☆دعاؤں کی قبولیّت چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حرام کھانے سے بچو (حرام نہ

کھاؤ)۔

☆ایمان کی تکمیل چاہتا ہوں؟ جواب فرمایا: اخلاق اچھے کرلو۔

☆قیامت کے روز اللہ سے گناہوں سے پاک ہو کر ملنا چاہتا ہوں؟ جواب فرمایا: جنابت کے بعد فوراً غسل کرلیا کرو۔

☆گناہوں میں کمی چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کثرت سے استغفار کیا کرو۔

☆قیامت کے روز نور میں اٹھنا چاہتا ہوں؟ جواب فرمایا: ظلم کرنا چھوڑ دو۔

☆میں چاہتا ہوں، اللہ مجھ پر رحم کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرو۔

☆میں چاہتا ہوں اللہ میری پردہ پوشی کرے؟ جواب فرمایا: لوگوں کی پردہ پوشی کرو۔

☆میں رسوائی سے بچنا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بدکاری (زنا) سے بچو۔

☆میں چاہتا ہوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ہو جاؤں؟ جواب فرمایا: جو اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کا محبوب ہو، اسے محبوب بنالو۔

☆اللہ کا فرماں بردار بننا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کرو۔

☆احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں؟ جواب فرمایا: اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، وگرنہ یہ سمجھو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

☆یارسول اللہ ﷺ! کیا عمل گناہ سے معافی دلائی گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آنسو، عاجزی اور بیماری۔

☆کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گی؟ جواب فرمایا: دنیا کی مصیبتیں (صبر کے ساتھ) برداشت کرنے پر۔

☆اللہ کے غصّے کو کیا چیز ٹھنڈا کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چپکے چپکے صدقہ دینا اور صلہ رحمی

کرتے رہنا۔

☆سب سے بڑی برائی کیا ہے؟ جواب فرمایا: برے اخلاق اور بخل۔

☆سب سے بڑی اچھائی کیا ہے؟ جواب فرمایا: اچھے اخلاق، تواضع اور صبر۔

☆ میں اللہ تعالیٰ کے غصّے سے بچنا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر غصّہ کرنا چھوڑ دو۔

(مسند امام احمدؒ)

پیش لفظ

اولیاء اللہ کی تحقیق کے مطابق علم التصوف ! اُم العلوم یعنی تمام علوم کی ماں ہے۔ یہ چیز کسی مرشد کامل کی رہنمائی میں ذکر و مجاہدات کے طفیل بشرطیکہ جذب وشوق ! دیوانگی حد تک موجود ہو نصیب ہو جاتی ہے۔ بقول رومیؒ ؎

ہر چہ غیر شورش و دیوانگی است   در رہ اودوری و بیگانگی است

یعنی معرفتِ الٰہی میں شغف (انہماک) جب تک جنون (عشق) کی حد تک نہ ہو وہ دوری اور بیگانگی کا سبب بن سکتا ہے (یہی کلیہ دراصل انسانی زندگی کے ہر شعبے میں کارفرما ہے)

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ اولیاء اللہ کے سینے اسی علم سے معمور تھے۔ زمین سے آسمان تک اور انسان سے خدا تک کے بارے میں جو بھی ان سے سوال کرتا شافی جواب پاتا۔ ؎

جنگِ شاہانِ جہاں غارت گری است   جنگِ مومن سنتِ پیغمبر یست

(دنیاوی بادشاہوں کی لڑائی لوٹ مار کیلئے ہے مگر مومن کی لڑائی احیاءِ سنت کیلئے ہے)

''گلدستہ فقر'' بھی اسی میدان کی ایک کڑی ہے۔ یہ دراصل میری تخلیق اول ''تجدید فقر'' ہی کا تسلسل ہے۔

''تجدید فقر'' کی تکمیل کے بعد دوستوں کی رہنمائی کیلئے کچھ مضامین ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ اللہ کی مہربانی اور مرشد کریم کی نظرِ کرم سے یہ مواد صرف رمضان المبارک **2010**ء میں اکٹھا کیا گیا۔ اس کے بعد کمپوزر اور کچھ اپنی کوتاہیاں آڑے آئیں آج بہ فضل خدا بنا سنوار کر قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ جو نسل نو کے سالکین اور متلاشیان حق کے لئے ممد و معاون ثابت ہونے کے علاوہ لیل و نہار کے لئے ایک نظام الاوقات بھی ہے۔ مگر نسل نو کی حالتِ زار دیکھ کر اکبر اللہ آبادی مرحوم کا یہ شعر یاد آجاتا ہے۔ ؎

ہم کیا کہیں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے   بی اے کیا، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے

یہ کرشمہ کس کی عشوہ سازی کا نتیجہ ہے اکبر اللہ آبادی ہی بتاتے ہیں۔ ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا　　　افسوس کہ فرعون کو ''کالج'' کی نہ سوجھی

صرف کالج اور انگریزی تعلیم پر سر دھننے کا نتیجہ ہے کہ ۔

نعمتِ رنگا رنگ حق سے بہرہ! بختِ سیہ کو نہیں
سانپ رہا گو، گنج کے اوپر، کھانے کو تو کھائے خاک
(میر تقی میر)

علوم اسلام کے ذخائر، تاریخ اسلام کی ایسی اثر انگیز تخلیقات جن کے بارے میں علامہ اقبال کا مشہور قول ہے کہ ''تاریخ نامرد کو مرد بنا دیتی ہے'' نئی نسل بالکل نابلد ہے۔ کہ ہمارے اسلاف کس شان کے مالک تھے۔

الہامی شعراء اسلام مولانا رومیؒ، شیخ سعدی شیرازیؒ، مولانا جامیؒ، نظامی گنجویؒ، فردوسیؒ، علامہ اقبالؒ، اکبر اللہ آبادیؒ، مولانا الطاف حسین حالیؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ سے آج کل کے طلباء واقف ہی نہیں کہ وہ ہمارے لئے کیا کچھ کر گئے۔ اور ہم نے ان کی تقلید میں کیا کچھ کرنا ہے۔

وہی میر تقی میر صاحب کی بات کہ مسلمان اس قدر بدقسمت ہو گیا ہے جیسے اژدہا تو بیٹھا ہوا انمول خزانہ پر مگر کھا رہا ہے خاک۔

جو قوم یہود و ہنود کی اندھی تقلید میں داڑھی منڈانا، کلین شیو کرنا، انگریزی لباس پہننا، خلافِ شرع محفلوں سے دلچسپی لینا، سود خوری کا وطیرہ اپنانا، ملاوٹ، بھتہ خوری اور رشوت لینا، اپنے پرائے کا مال چھیننا، عدم برداشت پہ گامزن ہونا قابلِ فخر سمجھے اسے روحانیت اور معرفت کی کیا بات سمجھ آ سکتی ہے۔ ۔

جان لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب　　　دل نزع کی حالت میں خرد پختہ و چالاک
(اقبالؒ)

اِلّا معدودے چند فقراء کے آستانوں سے اسلامی روایات اور تہذیب و ثقافت کی خوشبو آ رہی ہے کیونکہ ان کی خشتِ اوّل جو درست ہے بقول حضرت شیخ جبلیؒ ''خُذِ الْعِلْمَ

بِاَفْوَاہِ رِجَالُ اللّٰہِ وَلَا مِنَ الصَّحَائِفِ وَالدَّفَاتِرِ''(مردان حق کی زبان سے علم حاصل کرو کتابوں اور ضخیم دفاتر سے نہیں)۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ بھی اسی طریق کار کو ٹھوس بنیاد قرار دیتے ہیں۔ ۔

صد کتاب آموزی از اہلِ ہنر　　　خوش تر آں درسے کہ گیری از نظر

مگر افسوس کہ نسل نو فقراءؒ کی صحبت و تعلیمات سے محرومی کی وجہ سے برکاتِ اسلام سے بھی محروم ہو چکی ہے۔ میں علامہ اقبالؒ کے اس پیغام پر اپنے الفاظ ختم کرنا چاہتا ہوں ۔

اند کے گم شو بقرآن و خبر　　　باز ائے ناداں بخویش اندر نگر
(ذرا قرآن و حدیث میں غوطہ زنی کر پھر ائے نادان اپنے وجود کی طرف دیکھ)

۔ تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پہ عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا

خادم الفقراءؒ

شیر محمد بزدار

﴿باب اوّل﴾

خصائص نبوی
(صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مغز قرآن ، روحِ ایماں، جانِ دیں
ہست حُبِّ رحمۃ اللعالمین
(رومیؒ)

بہ مُصطفٰے ﷺ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است
(اقبالؒ)

لوح بھی تو ، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب!
گُنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!
(اقبالؒ)

خصائص نبوی ﷺ

سابقہ انبیاء کرام علیہم السّلام کے درمیان مشترکہ خصائص کے علاوہ آپ ﷺ کے بے انتہا مخصوص فضائل بھی ہیں۔ جو ورطہ تحریر سے باہر ہیں مگر حضرت علاّمہ جلال الدین سیوطیؒ نے مکمّل بیس سال کی عمیق تحقیق کے بعد آپ ﷺ کے کم از کم ہزار انفرادی خصائص گنے ہیں جن میں سے کچھ بطور تبرک و برکت ہدیہ قارئین ہیں۔ ؎

(۱) آپ ﷺ کا نور مبارک مسجود ملائک ٹھہرا۔

(۲) آپ ﷺ کی تخلیق سب سے پہلے اور بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔

(۳) ہر خشک و تر کی تخلیق آپ ﷺ کی باعث ہوئی۔

(۴) روز الست سب سے پہلے آپ ﷺ نے ''بلٰی'' فرمایا۔

(۵) عالم ارواح میں سب انبیاء کرامؑ نے آپ ﷺ کی روح انور سے فیض حاصل کیا۔

(۶) روز الست سب انبیاء کرامؑ سے اس بات کا وعدہ لیا گیا کہ اگر آپ ﷺ کے دور میں میرے محبوب ﷺ آئیں، اپنی نبوت چھوڑ کر ان کی پیروی اختیار کرینگے۔

(۷) عالم بالا کی ہر چیز پر آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ''محمّد'' لکھا ہوا ہے۔ مثلاً عرش پر، قصور بہشت پر، حوران جنت کے سینوں پر، فرشتوں کے چشم و ابرو پر، اور کوثر و سلسبیل پر وغیرہ۔

(۸) سب کتب و صحائف سابقہ میں آپ ﷺ کی بشارت بنام ''احمد'' اور ''ذو قبلتین'' درج ہے۔

(۹) آپ ﷺ کا اسم پاک ''محمّد'' خداوند کریم کے نام پاک ''محمود'' سے مشتق ہے۔ نیز اپنے نام پاک رؤف و رحیم صرف آپ ﷺ کو مرحمت فرمائے۔

(۱۰) تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کے ثناء خواں اور نمک خوار رہے ہیں۔

(۱۱) آپ ﷺ کا نور مبارک بی بی آمنہؓ سے لے کر اماں حوا اور حضرت عبداللہ سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک سب پاک واسطوں میں منتقل ہوتا ہوا آیا۔

(۱۲) آپ ﷺ کے نام پاک کے واسطہ سے حضرت آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول ہوئی اور آپ ﷺ کے نور کی بدولت کشتی نوحؑ غرق ہونے سے بچ گئی۔

(۱۳) آپ ﷺ کے نور پاک کے طفیل ''نار نمرود'' باغیچہ میں تبدیل ہوگیا۔

(۱۴) دنیا میں سب سے زیادہ اچھا خاندان اور اچھا دور آپ ﷺ کا تھا۔

(۱۵) آپ ﷺ سے لیکر حضرت آدمؑ تک بغیر آپ ﷺ کے اور کسی کا نام ''احمد'' نہ تھا۔

(۱۶) آپ ﷺ کی سال ولادت میں آپ ﷺ کی برکت سے تمام عورتوں نے اولاد نرینہ جنے۔

(۱۷) خداوند کریم نے صرف آپ ﷺ کی ذات بابرکات کو ''اَکرَمُ الخَلق'' کی حیثیت پر تخلیق فرمایا۔

(۱۸) بوقت ولادت آپ ﷺ سے ایسا نور پھوٹا کہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے شام کے محلات دیکھ لئے۔

(۱۹) بوقت ولادت آپ ﷺ سجدہ میں تھے اور خدا کی تسبیح و تحمید کے بعد ''رَبِّ الغفِر لِاُمَّتِی'' فرما رہے تھے۔ یہی الفاظ آپ ﷺ نے شب معراج عرشِ معلّٰی پر اور بوقت وصال بھی ادا فرمائے۔

(۲۰) آپ ﷺ نے بوقت ولادت کلام فرمایا۔

(۲۱) آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت سب بت اوندھے گر پڑے۔ جنوں نے اشعار پڑھے اور حیوانوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔

(۲۲) آپ ﷺ کی ولادت باسعادت پر آتش فارس (جس کی پوجا صدیوں سے ہو رہی تھی) بجھ گئی۔

(۲۳) بوقت ولادت آپ ﷺ کو مشرق و مغرب کی سیر کرائی گئی۔

(۲۴) آپ ﷺ ختنہ شدہ، ناف بریدہ اور ہر قسم کی آلودگی سے (عام بچوں سے ہٹ کر) صاف و پاک پیدا ہوئے۔

(۲۵) آپ ﷺ کے قدموں کے طفیل تمام روئے زمین مسجد بن گئی کوئی جہاں چاہے خدا کی عبادت کرے۔

(۲۶) آپ ﷺ خداوند کریم کی ہمہ قسم مخلوق کی طرف پیغمبر اور رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

(۲۷) خداوند کریم نے آپ ﷺ کو خلق عظیم دے کر مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے عالمین کی طرف بھیجا۔

(۲۸) آپ ﷺ کا گہوارہ فرشتے جھلاتے اور لوری دیتے۔

(۲۹) آپ ﷺ نے گہوارہ میں بھی کلام فرمایا۔

(۳۰) مہد میں جب آپ ﷺ چاند سے باتیں کرتے تو چاند آپ ﷺ کی طرف جھک جاتا۔

(۳۱) آپ ﷺ کا شق صدر چار بار ہوا۔ (یعنی ذبح ہی وقوع پذیر ہوا برعکس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے) ☆ حالت رضاعت میں۔ ☆ دس برس کی عمر میں ☆ غارِ حرا میں بوقت ابتداء وحی۔ ☆ شب معراج میں۔

(۳۲) بعثت سے قبل آپ ﷺ پر بادل سایہ فگن رہتے نیز درخت کا سایہ آپ ﷺ کی

طرف آجاتا۔

(۳۳) آپ ﷺ کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔

(۳۴) آپ ﷺ کو کبھی جمائی یا انگڑائی نہیں آئی۔

(۳۵) آپ ﷺ کی بعثت پر کاہنوں کی غیبی خبروں کا خاتمہ ہو گیا کیونکہ شیاطین تمام آسمانوں سے روک دئے گئے اور شہاب ثاقب کے ساتھ آسمانوں کی حفاظت کر دی گئی۔

(۳۶) آپ ﷺ کا قریبی موکّل (نفس) اسلام لایا، یہاں تک کہ وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کرتا تھا۔

(۳۷) آپ ﷺ ہی نے حجرِ اسود اس خاص جگہ پر رکھ دیا جہاں سے قیامت تک آپ ﷺ کی امت طواف کعبہ شروع کرے گی۔

(۳۸) آپ ﷺ سراپا نور تھے انتہائی لطافت کی وجہ سے آپ ﷺ کا سایہ مبارک نہ تھا۔

(۳۹) آپ ﷺ نے صرف انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا۔ (معجزہ شق القمر)۔

(۴۰) آپ ﷺ نے دوسروں کے ہاتھوں میں سنگریزوں کو کلمہ پڑھوایا۔

(۴۱) آپ ﷺ کے طعام پاک سے تسبیح کی آواز آتی۔

(۴۲) آپ ﷺ پر نماز تہجّد فرض تھی۔

(۴۳) آپ ﷺ کی چشمان مبارک سو جاتیں اور دل مبارک جاگتا رہتا۔

(۴۴) آپ ﷺ کے جسم مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی اور نہ کپڑوں میں جوں داخل ہو سکتی تھی۔

(۴۵) آپ ﷺ دلکش میانہ قد تھے مگر ہجوم میں سب سے اونچا نظر آتے۔

(۴۶) آپ ﷺ ہر قسم کے گناہ، غلطی، لغزش اور قصداً و سہواً خطا سے پاک ہیں جس کی وجہ سے صرف آپ ﷺ ہی شافع محشر ٹھہرے۔

(۴۷) شب معراج سواری کیلئے آپ ﷺ کو وہ براق عطاء ہوا جو بجلی سے بھی کہیں زیادہ تیز

رفتار تھی۔

(۴۸) شب معراج صخرۂ بیت المقدس آپ ﷺ کیلئے خمیر کی مانند ہو گیا جس سے آپ ﷺ کا براق باندھا گیا۔

(۴۹) آپ ﷺ نے شب معراج بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام و فرشتگان عظام کی امامت فرمائی۔

(۵۰) آپ ﷺ شب معراج کرۂ نار سے گزرے مگر ذرہ بھر تکلیف نہ پہنچی۔

(۵۱) آپ ﷺ شب معراج جسم خاکی کے ساتھ حالت بیداری میں عرش معلیٰ پر خداوند کریم سے بالمشافہ مشرف دیدار ہوئے۔

(۵۲) آپ ﷺ نے حالت صحو و تمکین میں دیدار الٰہی فرمایا۔

(۵۳) آپ ﷺ کو مقام خلعت سے آگے مقام محبّت عطا ہوا جس سے آپ ﷺ کو حبیب اللّٰہ کہتے ہیں۔

(۵۴) شب معراج عرش معلیٰ پر قاب قوسین (قریب ترین) مقام تک فائز ہوئے۔

(۵۵) آپ ﷺ نے وطن مالوف اور عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر محض رضائے الٰہی کیلئے ہجرت کی۔

(۵۶) آپ ﷺ نے نبوت کے ساتھ ملک کو ناپسند فرما کر صرف عبودیت اختیار کی جبکہ خداوند کریم نے ملک لینے کا اختیار بھی آپ ﷺ کو دے ڈالا تھا اس لیئے آپ ﷺ کا فقر ''فقر اختیاری'' ہے۔

(۵۷) آپ ﷺ جیسا حسن کسی کو عطا نہ ہوا۔

(۵۸) ید بیضا اور مردوں کو زندہ کرنے کی خاصیت آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم و اولیائے اُمتؒ کو بھی عطا ہوئی۔

(۵۹) آپ ﷺ کی بغل مبارک سفید اور کستوری کی طرح خوشبودار تھیں۔

(۶۰) آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی پاکی پر اللہ کریم نے اپنا کلام نازل فرمایا۔

(۶۱) آپ ﷺ کے تمام بدن مبارک سے خوشبو پھوٹتی رہتی تھی اور جس راستے سے گزرتے کئی گھنٹے معطّر رہتا۔

(۶۲) کفار آپ ﷺ کا چہرہ انور دیکھ کر ہی آپ ﷺ پر ایمان لاتے جیسے کہ حضرت عبداللّٰہ بن سلام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی ایمان لائے اور یہی صرف آپ ﷺ کی امت کے اولیاء کاملین کی انفرادی فضلیت بھی ہے۔

(۶۳) آپ ﷺ کے انگشتان مبارک سے میٹھے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔

(۶۴) جس نے آپ ﷺ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

(۶۵) سب طیور و وحوش آپ ﷺ کے مطیع تھے اور آپ ﷺ سے گفتگو کرتے۔

(۶۶) جمادات و نباتات آپ ﷺ سے کلام کرتے۔

(۶۷) آپ ﷺ کو انسانوں کی ہر زبان آتی تھی۔ جنات، حیوانات، نباتات اور جمادات کی زبان سمجھتے اور انکا باقاعدہ جواب دیتے۔

(۶۸) ذبیحہ و پختہ گوشت آپ ﷺ سے کلام کرتا تھا۔

(۶۹) آپ ﷺ پر زہر اثر نہ کرتا تھا، چنانچہ آپ ﷺ کو زہر کھلایا گیا جس صحابی (حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ) نے آپ ﷺ کے ساتھ کھایا وہ فوت ہو گئے اور آپ ﷺ اس کے بعد چار برس تک زندہ رہے۔

(۷۰) خشک لکڑی آپ ﷺ کے دست مبارک سے تیز دھار آہنی تلوار بن جاتی۔

(۷۱) آپ ﷺ سیّد المرسلین، امام الانبیاؑ اور خاتم النّبیّین ہیں۔

(۷۲) آپ ﷺ چہرے کے پیچھے سے بھی ایسا دیکھتے جیسا کہ سامنے دیکھتے اور اندھیری

رات میں دن کی طرح دیکھتے۔

(۷۳) آپ ﷺ کی آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے کتب سابقہ میں یہ بھی آپ ﷺ کی نبوت کی علامت تھی۔

(۷۴) آپ ﷺ کی نگاہ مبارک دونوں جہانوں میں آر پار تھی اس دنیا میں اور عالم آخرت میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو آپ ﷺ کی نگاہ مبارک کے سامنے حائل ہوتی بقول مرشد کریم بابا بنوں والی سرکارؒ "جنکی نگاہ سے خدا بھی پوشیدہ نہ تھا اور کون سی چیز پوشیدہ رہ سکتی"۔

(۷۵) آپ ﷺ پر بوقت شدت گرمی بادل سایہ فگن ہو جاتے۔

(۷۶) جس سے آپ ﷺ مصافحہ کرتے وہ دن بھر اپنے ہاتھ میں خوشبو پاتا۔

(۷۷) آپ ﷺ کا لعاب دہن شور پانی کو میٹھا بنا دیتا اور شیر خوار بچوں کیلئے دودھ کا کام دیتا۔

(۷۸) آپ ﷺ کے بدن مبارک پر کپڑا میلا نہ ہوتا تھا۔

(۷۹) آپ ﷺ کا خون مبارک پاک اور بول شفاء تھا۔

(۸۰) آپ ﷺ کا براز زمین نگل جاتی اور وہاں سے خوشبو پھوٹتی۔

(۸۱) جس چوپائے پر جب تک آپ ﷺ سوار رہتے کبھی بول و براز نہ کرتا اور نہ کبھی وہ بیمار ہوتا۔

(۸۲) آپ ﷺ رات کے اندھیرے میں اگر تبسّم فرماتے تو سارا گھر روشن ہو جاتا۔

(۸۳) آپ ﷺ جس درخت کو ہاتھ لگاتے وہ اسی سال پھل دیتا۔

(۸۴) آپ ﷺ جس گنجے کے سر پر دستِ مبارک پھیرتے اسی وقت بال اگ آتے۔

(۸۵) جس کے سر پر دست شفقت پھیرتے دست مبارک کی جگہ کے بال سیاہ ہی رہتے اور کبھی سفید نہ ہوتے۔

(۸۶) آپ ﷺ کی آواز مبارک وہاں تک پہنچتی جہاں تک آپ ﷺ کا مقصود ہوتا۔

(۸۷) آپ ﷺ کی قوت سامعہ اس قدر تیز تھی کہ آسمانوں میں اژدہام ملائک کا شور با آسانی سن لیتے۔ سدرۃ المنتہٰی سے حضرت جبرائیل امین کے بازوؤں کی آواز سنتے نیز آسمان کے دروازوں کے کھلنے کی آواز سن لیتے۔

(۸۸) آپ ﷺ سدرۃ المنتہٰی سے وحی کی خوشبو سونگھتے۔

(۸۹) جب آپ ﷺ پتھر پر چلتے تو پائے مبارک کا نشان پتھر پر ثبت ہو جاتا نیز ریت پر چلتے تو پائے مبارک کا نشان نہ ہوتا تھا۔

(۹۰) دشمن اگرچہ ایک ماہ کی مسافت پہ ہوتا اس پر آپ ﷺ کا رعب چھا جاتا اور مغلوب ہو جاتا۔

(۹۱) فرشتوں کی فوج ہر وقت آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتی۔ سوئے ادب آگے نہ بڑھتی۔

(۹۲) خداوند کریم نے آپ ﷺ کو "جوامع الکلم" عطا فرمائے۔

(۹۳) آپ ﷺ قاسم رزق ہیں اور زمین و آسمان کے تمام تر خزانوں کی چابیاں آپ ﷺ کو عطا کی گئیں۔

(۹۴) خداوند کریم نے فرط محبّت میں آپ ﷺ کی نبوت و رسالت، حیات طیبہ، زمانہ اطہر، شہر اقدس، گیسوئے عنبریں اور گردِ راہ تک کی قسم کھائی ہے۔

(۹۵) صرف آپ ﷺ کے ساتھ خداوند کریم نے تمام اقسام وحی کے ساتھ خطاب فرمایا۔

(۹۶) حضرت اسرافیلؑ کا نزول آپ ﷺ کے بغیر اور کسی نبی پر نہ ہوا۔

(۹۷) دوسرے انبیاءِ کرامؑ نے اپنے مخالفین کی خود تردید کی مگر آپ ﷺ کے مخالفین کی تردید خود خدا نے کی۔

(۹۸) مال غنیمت صرف آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کیلئے حلال کر دیا۔

(۹۹) صرف آپ ﷺ کے لئے نماز بعد عصر جائز تھی۔

(۱۰۰) آپ ﷺ پر زکوٰۃ لینا حرام تھا۔

(۱۰۱) آپ ﷺ کی صاحبزادیوں پر تزوّج حرام تھا۔

(۱۰۲) آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہّرات سے نکاح حرام کر دیا گیا کیونکہ خداوند کریم نے انہیں مسلمانوں کیلئے اُمہات المومنین کہا۔

(۱۰۳) اللّٰہ کریم نے کمال محبّت میں آپ ﷺ کے ہر عضو کا ذکر قرآن پاک میں کیا۔

(۱۰۴) بارگاہ نبوی ﷺ کے آداب خداوند کریم نے خود آپ ﷺ کے پیروکاروں کو سکھلائے۔

(۱۰۵) آپ ﷺ کی برکت سے صحابہ کرام میں سے کوئی اصم یعنی بہرا نہ تھا۔ برعکس نابینائی کے کہ وہ مانع تبلیغ نہیں ہوتی۔

(۱۰۶) تمام مخلوق خداوند کریم کی رضاء کے طالب ہے مگر خداوند کریم آپ ﷺ کی رضا کے طالب ہے۔

(۱۰۷) تمام آسمانی کتب میں بغیر آپ ﷺ کے کسی پر ''درود'' وارد نہیں۔

(۱۰۸) ہم پر واجب ہے کہ آپ ﷺ پر درود بھیجیں جبکہ سابقہ امتوں میں اپنے اپنے پیغمبروں کے حق میں یہ بات نہ تھی۔

(۱۰۹) ایک ایسا مخصوص گروہِ ملائکہ موجود ہے جو آپ ﷺ پر درود پڑھنے والوں کا درود آپ ﷺ کے حضور قیامت تک پہنچاتا رہے گا۔

(۱۱۰) بعض غزوات میں فرشتے بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر دشمنوں سے لڑے۔

(۱۱۱) آپ ﷺ کی دعا سے سورج لوٹا اور رکا (حبس شمس) بھی رہا۔

(۱۱۲) صرف آپ ﷺ کی امت کیلئے مٹی کو پانی کی خاصیت ودیعت کی گئی یعنی تیمّم کی

سہولت سے سرفراز کیا گیا۔

(۱۱۳) آپ ﷺ کی کتاب قیامت تک تحریف سے پاک ہوگی اور مزید براں اس کا ہر لفظ معجز بیان ہے۔

(۱۱۴) آپ ﷺ کی شریعت تمام سابقہ شرائع کا ناسخ بھی اور نچوڑ بھی ہے۔

(۱۱۵) آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں موجود (۳۶۰) بت صرف ایک لکڑی کے اشارے سے یکے بعد دیگرے گرا دیئے۔

(۱۱۶) آپ ﷺ پر بخار کی شدت عام انسان کی نسبت دوگنی ہوتی تھی۔

(۱۱۷) آپ ﷺ نے ساری زندگی جہاد کیا اور آپ ﷺ کی امت بھی قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔

(۱۱۸) راہ خدا میں جس قدر تکالیف آپ ﷺ کو پہنچیں کسی نبی کو نہ پہنچیں نیز جس قدر صبر اور ضبط نفس آپ ﷺ نے کیا کسی بھی اور نبی و مرسل نے نہ کیا۔ اس کے صلہ میں آج تک بلکہ تا قیامت آپ ﷺ کی تعلیمات عملی طور پر زندہ وتابندہ رہیں گی۔

(۱۱۹) جس قدر آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مفصّل حالات وواقعات اور فرمودات ورطہ تحریر میں لا کر محفوظ کئے گئے دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام سے لے کر دنیا میں کسی بھی عظیم انسان تک کے اس قدر حالات نہ لکھے گئے اور نہ محفوظ کئے گئے اور نہ ہی محفوظ ہیں۔

(۱۲۰) خداوند کریم نے ہر عبادت میں اور ہر جگہ آپ ﷺ کا ذکر بلند فرمایا مثلاً کلمہ طیبہ میں، قرآن کریم میں، درود شریف میں، اذان میں، خطبے میں اور نماز میں۔

(۱۲۱) آپ ﷺ اُمّی مبعوث ہوئے مگر تمام عالمین پر سکہ جما دیا۔

(۱۲۲) آپ ﷺ پر اپنی امت کے علاوہ دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں بھی پیش کی گئیں۔

(۱۲۳) خداوند کریم نے سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جو مانگنے پر دیا، آپ ﷺ کو بن مانگے اور بے حساب عطا فرمایا۔

(۱۲۴) مرض الموت میں حضرت جبرائیلؑ آپ ﷺ کی عیادت کیلئے خداوند کریم کی طرف سے تین دن متواتر حاضر خدمت ہوتے رہے۔

(۱۲۵) ملک الموت نے صرف آپ ﷺ کی بارگاہ میں بوقت وصال اِذن طلب کیا۔

(۱۲۶) آپ ﷺ پر نماز (جنازہ) نہیں پڑھی گئی بلکہ انفرادی طور پر جن وانس اور ملائکہ درودو سلام پڑھتے رہے۔

(۱۲۷) آپ ﷺ اپنے مزار اقدس میں حیات حقیقہ کے ساتھ زندہ ہیں۔اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

(۱۲۸) آپ ﷺ کا روضہ اطہر عرش معلّٰی سے بھی افضل واعلیٰ ہے۔

(۱۲۹) آپ ﷺ پر ہر روز صبح وشام اپنی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱۳۰) روز محشر سب سے پہلے آپ ﷺ اپنے مرقد مبارک سے باہر تشریف لائیں گے دراں حالیکہ اپنے براق پر سوار ہونگے۔

(۱۳۱) میدان محشر میں انبیا کرام علیہم السلام کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا صرف آپ ﷺ کی زبان اقدس پر امتی امتی ہوگا۔

(۱۳۲) قیامت کے دن آپ ﷺ کی امت سب سے زیادہ ہوگی۔(۸۰) صفیں آپ ﷺ کی امت کی صرف (۴۰) صفیں دوسری امتوں کی ہونگی۔جبکہ کل (۱۲۰) صفیں ہونگی۔

(۱۳۳) ''لواء حمد'' میدان محشر میں صرف آپ ﷺ کے دست مبارک میں ہوگا تمام باقی انبیاءِ کرام علیہم السلام اسی کے سایہ تلے ہونگے۔

(۱۳۴) سب سے پہلے پل صراط پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت گزرے گی۔

(۱۳۵) روز محشر آپ ﷺ کو ''مقام محمود'' عطاء ہوگا۔جو کہ آپ ﷺ کیلئے مختص ہے۔

(۱۳۶) بہشت میں آپ ﷺ کا حوضِ مبارک دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے حوضوں سے بہت بڑا بھی ہوگا اور پر رونق بھی۔

(۱۳۷) روز محشر سب سے پہلے آپ ﷺ ہی دروازہِ بہشت کھٹکھٹائیں گے اور اس میں باذن الٰہی داخل ہونگے۔

(۱۳۸) بہشت میں حضرت آدم علیہ السلام کو صرف آپ ﷺ کے والد کے نام یعنی ابو محمدؐ کی کنیت سے پکارا جائے گا۔

(۱۳۹) بہشت میں قرآن کریم کے علاوہ اور کوئی کتاب نہ پڑھی جائے گی۔

(۱۴۰) بہشت میں آپ ﷺ کی زبان (عربی) کے علاوہ اور کوئی زبان نہ بولی جائے گی۔

(۱۴۱) قیامت کے دن ہر ایک کا نسب منقطع ہوگا مگر آپ ﷺ کا نسبِ پاک منقطع نہ ہوگا۔

(۱۴۲) ستر ہزار فرشتے ہر صبح اور ستر ہزار ہر شام آپکے روضہ مبارک پر حاضری دے کر اپنے پر مَلتے ہیں ایک بار آنے والے فرشتوں کی دوبارہ قیامت تک آنے کی باری نہ آئے گی۔

(۱۴۳) قبر میں صرف آپ ﷺ کی نسبت میت سے سوال ہوتا ہے۔

(۱۴۴) جس نے خواب میں آپ ﷺ کو دیکھا اس نے بیشک آپ ﷺ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان آپ ﷺ کی شکل مبارک اختیار ہی نہیں کرسکتا۔

(۱۴۵) روز محشر ''شفاعت کبریٰ'' کا سہرا صرف آپ ﷺ کے سر ہوگا۔

(۱۴۶) آپکے تقریباً (۷۰) نام خداوند قدوس کے ناموں سے ہیں۔

(۱۴۷) اسم ''محمد ﷺ'' تمام تر آفات وبلیات اور تکالیف کا دافع ہے۔

(۱۴۸) آپ ﷺ محمد، احمد، ماحی، عاقب، حاشر، رسول رحمت، رسول توبہ، رسول ملاحم، رسول مقفّی (آخری) اور قثم (جامع اوصاف) ہیں۔

(۱۴۹) سابقہ انبیاء کرامؑ میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے امتی کی حیثیت سے مجدد آخر الزماں حضرت امام مہدیؓ کی اعانت فرمادیں گے۔

(۱۵۰) اللہ کریم آپ ﷺ کی برکت سے آپ ﷺ کی امت کی شکلوں کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے مسخ نہیں کرینگے بلکہ ان کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و الہ اصحابہ وسلم

(۱ جلال الدین، سیوطی، شافعی: الخصائص الکبریٰ فی معجزاتِ خیرالوریٰ (مکمّل) (مترجم اردو مفتی سید غلام معین الدین نعیمی) لاہور، مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ، ۲۰۰۶ء۔)

﴿باب دوم﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

تصوّف

اللہ تک پہنچنے کا احسن اور مصدقہ راستہ

بے عنایات حق و خاصانِ حق
گر مَلک باشد سیاہ ہستش ورق

(رومیؒ)

(اللہ اور اُس کے خاص بندوں کی مہربانیوں کے بغیر اگر کوئی فرشتہ کیوں نہ ہو اُس کا نامۂ اعمال کالا ہی رہے گا۔)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

رسول اللہ ﷺ جس دین حق کے ساتھ مبعوث ہوئے اور زندگی کے جس طریقے کی طرف آپ ﷺ نے دنیا کو دعوت دی، اس کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس میں مندرجہ ذیل تین شعبے دریافت ہوتے ہیں:

1:۔شعبہ ایمانیات: یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، وحی ورسالت، ملائکہ، قیامت، حشر ونشر اور جنت ودوزخ جیسی غیر مشہود (جو دیکھی نہ جاسکیں) غیبی حقیقتوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو خبریں دی ہیں، آپ ﷺ کو خدا کا سچا رسول مانتے ہوئے ان سب کی دل سے تصدیق کرنا!۔ یہ شعبہ ہمارے علم عقائد کا موضوع ہے۔

2:۔شعبہ اعمال صالحہ: اس سے مراد دین کا وہ تمام تر عملی حصہ ہے جو جوارح (ظاہری اعضائے جسمانی) سے تعلّق رکھتا ہے، جس میں اسلامی عبادات (بشمول) ہجرت وجہاد وامر بالمعروف اور معاملات وآداب معاشرت وغیرہ داخل ہیں۔ یہ شعبہ گویا دین کا پورا قالب (سانچہ) ہے اور یہی اسلام کا عملی نظام ہے۔ علم فقہ کا خاص تعلّق اسی شعبہ سے ہے۔

3:۔شعبہ معرفت الٰہی: رسول اللہ ﷺ نے جس طرح ایمانیات واعتقادات اور اعمال صالحہ واخلاق حسنہ کے ابواب میں امت کی رہنمائی فرمائی ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبّت وخشیت، یقین وتوکل، احسان واخلاص جیسی بنیادی، روحانی وقلبی کیفیات کے متعلّق بھی اہم ہدایات دیں اور ان کو کمال دین وایمان قرار دیا ہے اور مشہور حدیث جبریل میں پہلے شعبہ کو ایمان سے، دوسرے کو اسلام سے اور تیسرے کو احسان کا نام دیا ہے اور آخر میں ان تینوں شعبوں کے مجموعے کو دین کہا گیا ہے۔ دین کا یہی تیسرا شعبہ تصوف کا خاص موضوع ہے یہی روحِ اسلام ہے اور سابقہ دو شعبوں کا ماحاصل (نچوڑ) بھی ہے۔ حدیث جبرئیل ملاحظہ ہو:

"عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (رضی الله عنه) قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ قَالَ: صَدَقْتَ۔ قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ! قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ۔ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ۔ قَالَ: صَدَقْتَ۔ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ۔ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ۔ قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا؟ قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ۔ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ: يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔ قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔(۱)

(حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا، جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال بہت ہی زیادہ سیاہ تھے اور اس شخص پر سفر کا کوئی اثر بھی معلوم نہیں ہوتا تھا اور اُس کے ساتھ یہ بات بھی تھی کہ ہم میں سے کوئی اس نئے آنے والے کو پہچانتا نہ تھا۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آکر دوزانو اس طرح بیٹھ گیا کہ اپنے گھٹنے حضور اکرم ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنے ہاتھ حضور ﷺ کی رانوں پر رکھ دیئے اور عرض

کیا کہ اے محمد (ﷺ)! مجھے بتلائیے کہ ’’اسلام‘‘ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ’’اسلام‘‘ یہ ہے کہ تم یہ شہادت دو کہ ’’اللہ‘‘ کے سوا کوئی اِلٰہ (کوئی ذات عبادت و بندگی کے لائق) نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، اور زکوۃ ادا کرو، اور ماہ رمضان کے روزے رکھو اور اگر حج بیت اللہ کی (تم استطاعت رکھتے ہو) ادائیگی کرو۔ اس نئے آنے والے سائل نے آپ ﷺ کا یہ جواب سن کر کہا، آپ ﷺ نے سچ کہا۔ (راوی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) ہم کو اس پر تعجّب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا بھی ہے اور پھر خود تصدیق بھی کرتا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا کہ اب مجھے بتلائیے کہ ’’ایمان‘‘ کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ’’ایمان‘‘ یہ ہے کہ تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت یعنی روز قیامت کو حق جانو اور حق مانو اور ہر خیر و شر کی تقدیر کو بھی حق جانو اور حق مانو (یہ سن کر بھی) اس نے کہا، آپ نے سچ کہا۔ اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے بتلائیے کہ احسان (بھلائی) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ’’احسان‘‘ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی تم اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو (اگر اس بات کی تیرے اندر صلاحیت نہ ہو) اور تو اسے نہیں دیکھ سکتا (کم از کم) یہ یقین کرے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے قیامت کی بابت بتلائیے (کہ وہ کب واقع ہوگی) حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ اس کو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر اس نے عرض کیا تو مجھے اس کی کچھ نشانیاں ہی بتلائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لونڈی اپنی مالکہ اور آقا کو جنے گی اور تم دیکھو گے کہ جن کے پاؤں میں جوتا اور تن پر کپڑا نہیں ہے اور جو غریب اور بکریاں چرانے والے ہیں وہ بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں گے اور اس میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں کر کے وہ اجنبی شخص چلا گیا پھر مجھے کچھ عرصہ گزر گیا تو حضور ﷺ نے

(ایک دن) مجھ سے پوچھا اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں پتہ ہے کہ وہ سوال کرنے والا شخص کون تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے کہ تمہاری اس مجلس میں اس لیے آئے تھے کہ تم لوگوں کو دین سکھادیں۔)

اللہ کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے؟

حضور علیہ السلام کا اللہ کو دیکھنے کے حوالہ سے یہ فرمان ملاحظہ ہو جو اپنی جامعیت اور وسعت کے اعتبار سے مسلکِ صوفیاً کی نمائندگی کرتا ہے۔

أَجِيعُوا بُطُونَكُمْ وَاَظْمِئُوا اَكْبَادَكُمْ وَاعْرُوا اَجْسَادَكُمْ لَعَلَّ قُلُوبَكُمْ تَرَى اللّٰهَ عِيَاناً فِي الدُّنْيَا۔ (۲) (اپنے بطنوں کو بھوکا رکھو، اور اپنے جگروں کو پیاسا رکھو، اور اپنے جسموں کو (لباس فاخرہ سے) دُور رکھو! تاکہ تمہارے دل اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا واضح دیدار کر سکیں۔)

علمأ اور صوفیأ کا دائرہ کار

رسول اللہ ﷺ کی مقدس ذات تو ان تینوں شعبوں کی یکساں طور پر جامع تھی، اور کسی درجہ میں یہ جامعیت اکابر صحابہ علیہم الرضوان کو بھی حاصل تھی، لیکن بعد کے زمانے میں زیادہ تر ایسا ہوتا رہا کہ حضور اکرم ﷺ کے اکثر وارثین و نائبین اگرچہ ذاتی طور پر کم و بیش ان تینوں شعبوں کے حامل اور جامع ہوتے تھے، لیکن اپنی اپنی صلاحیت و قابلیت اور ذوق یا ماحول کے مطابق انہوں نے کسی ایک شعبہ کی خدمت سے اپنا خاص تعلّق رکھا۔ چنانچہ ائمہ عقائد (مفسّرین، محدثین) اور فقہاء نے خصوصیت کے ساتھ دین کے پہلے دو شعبوں کی خدمت و حفاظت اور خوب چھان بین کی۔ اور حضرات صوفیہ کرام نے دین کے تیسرے اہم شعبہ کی خدمت و حفاظت اور اس باب میں حضور اکرم ﷺ کی نمائندگی و

نیابت کی جسے اساس اسلام کی حیثیت حاصل ہے۔اس لئے امت پر ان کا بہت بڑا احسان ہے اور امت یقیناً دین کے اس تکمیلی (جس سے اسلام مکمّل ہوتا ہو) شعبہ میں ان کی خدمات کی احسان منداور محتاج ہے۔لہٰذا تصوف وسلوک کی اصل غرض وغایت اور صوفیہ کرام کی کوششوں کا اصل مقصد اور خانقاہوں کا موضوع دراصل دین کا یہی تیسرا شعبہ ہے۔یعنی رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی محبّت وخشیت اور اخلاص واحسان جیسی روحانی کیفیات کی تحصیل وتکمیل جو تخلیق انسان کا مقصدِ اوّلین ہے اور پھر اس سلسلہ میں دوسروں کی رہنمائی، اصلاح اور فیض رسانی ان حضرات کا امتیازی شغل اور مخصوص دائرہ عمل رہا، جس کا تعلق اشاعت وترویج اسلام سے ہے۔ خَیرُ النَّاسِ مَن یَّنفَعُ النَّاسَ (تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو مخلوق خدا کا خیر خواہ ہو) کا سہرا بھی انہی لوگوں کے سر ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں کے بارے ارشاد فرمایا:

"مَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّجۡلِسَ مَعَ اللّٰہ فَالۡیَجۡلسۡ مَعۡ اَھۡلِ التَّصَوُّف"

(جو اللہ کے ساتھ بیٹھنا چاہے وہ صوفیا کے ساتھ بیٹھے۔) "ھُمۡ جُلَسَاءَ اللّٰہِ" یہ لوگ خدا کے ہمنشین ہیں۔(بخاری شریف)

اللہ کریم انہی لوگوں کے بارے میں یہ اعلان فرما رہے ہیں:

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ☆اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ☆ لَھُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ ط لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ ھُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ☆ (یونس:۶۲۔۶۴)

(سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم، وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔)

صوفی/شیخ/مرشد کی ضرورت واہمیت

توبہ، صبر، شکر، اُمید، خوف، زہد، توحید، توکل، استغنا، محبّت، رضا، اخلاص، تقویٰ جیسے بنیادی!فرض اعمال باطنہ کا حصول اور شہوت، غصہ، بغض، کینہ، حسد، حُبِّ دُنیا، بخل، حرص، حُبِّ جاہ، ریاء، تکبّر وغرور ایسے حرام وناجائز اعمال باطنہ کی اصلاح اس کے بغیر نہیں ہوسکتی کہ اپنے آپ کو کسی ایسے شیخ، مرشد کے حوالے کردے، جو باطنی فضائل اور رذائل میں پوری واقفیت اور مہارت رکھتا ہو۔خود بھی باطنی رذائل سے پاک رہنے کی کوشش میں لگا ہو اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتا ہو اور باطنی اعمال کی تربیت کسی سند یافتہ (مانے ہوئے) شیخ کی صحبت میں رہ کر حاصل کرچکا ہو۔

کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ کوئی بھی رہبر اور مرشد کے بغیر اللہ تک نہ پہنچ سکا۔پھر اس مرشد کی تشخیص وتجویز کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کرکے ٹھیک اسی طرح عمل کرے جس طرح ایک بیمار اپنے آپ کو کسی حکیم یا ڈاکٹر کے حوالہ کرکے اس کی تشخیص وتجویز پر عمل کرتا ہے۔ اسی طرح اعمالِ ظاہرہ کے صحیح اور غلط ہونے میں تو کسی استاد (اہلِ علم) سے پڑھ کر معلوم کیا جاسکتا ہے اور کتابوں کے مطالعہ سے بھی کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔لیکن اعمال باطنہ (بُری عادتوں) کی اصلاح میں محض کسی کتاب کا پڑھ لینا اور پوری طرح سمجھ لینا بھی کافی نہیں ہوتا بلکہ ان کی اصلاح کسی مرشد کامل (صاحب نظر، معالج روحانی) کی خدمت واطاعت کے بغیر عادۃً (عام طور پر) ممکن نہیں اس لئے اللہ کریم فرماتے ہیں:

"وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا"(۳)(اور جسے (اللہ) گمراہ ٹھہرادے۔تو آپ اس کے لئے کوئی ولی مرشد (راہ دکھانے والا مددگار) نہیں پائیں گے۔)

حدیث رسول ﷺ ہے "لَا دِیۡنَ لِمَنۡ لَّا شَیۡخَ لَہٗ" (جس کا شیخ (مُرشد) نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔) (بحوالہ "عین الفقر" حضرت سلطان باہوؒ)

اس لئے حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: ''وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً''(مسلم شریف)۔(جو بغیر بیعت کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا)

خرقِ عادت (ودیعت الٰہی) کے طور پر اللہ تعالیٰ کسی کو یہ دولت بغیر اسباب ظاہری کے عطا فرمادیں تو یہ الگ بات ہے مگر اس کو ضابطے کا طریقہ نہیں کہا جاسکتا۔ ورنہ یہ کافی تھا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو مبعوث فرمائے بغیر محض اپنی کتاب دنیا والوں پر اتار دیتا۔لیکن جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے بلندی اور رفعت عطا فرمائی، اسی طرح آنے والی نسلوں کے لئے بھی ضروری تھا کہ ہدایت اور تربیت کے اس طریقہ پر ہر زمانے اور ماحول کے لئے برگزیدہ اور خاص خاص شخصیات جو فنافی الرسول کے مقام پر فائز ہوں، یہ اعلیٰ فریضہ سرانجام دیتی رہیں۔''وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ''(۴)(اور کوئی اُمت (ایسی) نہیں مگر اس میں کوئی (نہ کوئی) ڈرسنانے والا (ضرور) گزرا ہے۔)

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فرمان کی یوں وضاحت ہے''اَلشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ اُمَّتِهٖ''(کسی شیخ کامل کی اپنی قوم میں موجودگی کسی نبی کی اپنی اُمت میں موجود ہونے کی طرح ہے۔)

اقبال علیہ الرحمۃ اسی فکر کو عام فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

؎ کیمیا پیدا کن از مشت گلے — بوسہ زن برآستان کاملے

(مشت گل یعنی جسم کو کیمیا (اکسیر، سونا) میں تبدیل کرلے اور اس کی واحد صورت یہ ہے کہ کسی مردِ کامل کے آستانے کی خاکروبی کرکے اس کی صحبت اختیار کرلے۔)

مولانا رومیؒ کا بھی تجربہ ہے:

؎ گر تو سنگِ خارۂ مرمر شوی — چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

(کسی مردِ کامل کی خدمت میں پہنچنے پر اگر تو پہلے سخت پتھر تھا تو سنگِ مرمر بن جائے گا اگر تو

پہلے سنگِ مرمر تھا تو اب ہیرا بن جائے گا۔)

مشہور بلوچ شاعر چگھا بزدار کہتے ہیں:

؎ آں کہ پیرانی بوں باندی — بیگھا کٹوں بانگھوا چاندی

(جو لوگ مردانِ کامل کی غلامی میں آجاتے ہیں شام کو اگر جست ہوں تو صبح چاندی بن جاتے ہیں۔)

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے کہتے ہیں:

؎ مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامے شمس تبریزی نہ شد

(مولوی جلال الدین ایسے خود مولائے روم نہ بنا جب تک شمس تبریزی کی غلامی اختیار نہ کی۔)

مزید فرماتے ہیں:

؎ پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست پُر از آفت و خوف و خطر

(طریقت کا سفر طے کرنے کے لئے کسی باشرع پیر کا وسیلہ ضرور اختیار کر کیونکہ پیر کامل کی نگرانی کے بغیر انسان نفس و شیطان کے خطرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔)

آگے فرماتے ہیں:

؎ ہر کہ اُو بے مرشد در راہ شُد — او زغُولاں گمرہ و در چاہ شُد

(جو بغیر مرشد کی رہبری کے دین کے راستے میں چل پڑا وہ بالآخر شیطانوں کے بہکاوے میں آکر گمراہی کے گڑھے میں جاگرا۔)

دین کے معاملے میں اکابرامت کے تعامل کو ہرگز نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔حضرت امام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دلوں کو چمکانے اور صیقل (پاک) کرنے کا یہ علم کتابوں میں مدوّن نہیں ہے۔(۵)

(اس بات کو سمجھنے کے لئے'' اَلْمُنْقِذ مِنَّ الضّلَال '' کا مطالعہ کرنا چاہیے جو اُردو میں دستیاب ہے۔)

جیسے کہ حکیم الامت علاّمہ اقبالؒ نے فرمایا:

؎ صد کتاب آموزی از اہلِ نظر
خوش تر آں درسے کہ گیری از نظر

(تُو کسی اہل علم سے سینکڑوں کتابیں کیوں نہ پڑھ لے لیکن اصل علم وہ ہے جسے تو کسی اہلِ نظر کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل کرے۔) مفکّرِ اسلام، حکیم الاُمت، شاعرِ مشرق علاّمہ اقبال نے آخری وصیت جو اپنے بیٹے جاوید اقبال کو کی، اُس کے الفاظ ہیں: ''باقی دینی معاملے میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا، جو ارکانِ دین میں سے نہیں ہیں، سلف صالحین (گزرے ہوئے بزرگوں) کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے۔ جاوید کو بھی یہی مشورہ ہے کہ وہ اس راہ پر گامزن رہے اور اس بدقسمت مُلک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے لئے فرقے مختص (نامزد) کر لئے ہیں، ان سے احتراز (پرہیز) کرے۔''(۶)

برکاتِ تصوف اور تاثیرِ مُرشد

1: ۔کسی مرشد کامل سے تربیت روحانی کی خاطر بیعت ہونے کے بعد اُس کی برکت سے ظاہری و باطنی طور پر سب سے پہلی چیز یہ حاصل ہوتی ہے کہ طبیعت میں ایک عجیب اطمینان اور خوشی پیدا ہوتی ہے۔

2: ۔نیکیوں کی طرف میلانِ طبع زیادہ ہو جاتا ہے اور برائیوں سے بچنے کا ارادہ مستقل ہو جاتا ہے۔

3: ۔اپنے احتساب (خود احتسابی) کا سلسلہ بڑے شدّ و مد سے شروع ہو جاتا ہے۔

4: ۔عبادت اور ذکر میں دل لگتا ہے۔

5: ۔سچے خواب نظر آنے لگتے ہیں۔

6: ۔بُری عادات چھوڑنے اور اچھی عادات اپنانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور دراصل بیعت ہونے کا مقصد بھی یہی ہے۔

7: ۔کشف و کرامت کا ظہور ہوتا ہے، اگرچہ یہ سالک کا اصل منزل نہیں اور اس کی طرف توجہ بھی نہ دے۔

8: ۔جب مُرید مرشد کی ہدایات پر کماحقہٗ عمل کر لیتا ہے اور اس کے اعمال مقبول ہو جاتے ہیں تو ایسی صاف اور صریح نشانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں جس سے اس کو اطمینان قلب اور یقینِ کامل حاصل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مساعی (کوششوں) کو شرف قبولیت عطا فرما دیا ہے اور اسے اپنے دوستوں (اولیاءٗ) میں شامل کر لیا ہے۔ اور پھر حضور نبی اقدس ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبّت کرتا ہے تو جبرئیلؑ کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے اے جبرئیلؑ! میں اپنے فلاں بندے سے محبّت کرتا ہوں تو بھی اُس سے محبّت کر۔ پس جبرئیلؑ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر وہ آسمان میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اُس سے محبّت کرو۔ پھر سب اہل آسمان اس سے محبّت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اُس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے (اور لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں)(۷)

ایک اور فرمان نبوی ﷺ ملاحظہ فرمائیے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں کے

ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے اُن میں سے کوئی عبادت مجھے اتنی پسند نہیں جس قدر وہ عبادت پسند ہے، جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے بھی مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اُس سے محبّت کرنے لگ جاتا ہوں، جب میں اُس سے محبّت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُسے دیتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو اُس کو پناہ دیتا ہوں یہاں تک کہ اگر وہ کسی بے جان پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا حکم دے تو پہاڑ بھی اُس کا حکم مان کر ایک جگہ سے دوسری جگہ چل کر جائے، یہ لوگ اگر سمندر پر چلیں تو سمندر بھی ان کی حفاظت کرے۔'' (۸)

تو اب یہ لوگ گویا اس مقام پر جلوہ گر ہوتے ہیں جہاں اس کائنات کی غیبی اور آفاقی قوتیں اور طاقتیں اللہ کے حکم سے ان کے ساتھ ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے ان چنیدہ بندوں کی پشت پناہی از خود فرماتا ہے جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ دریائے نیل دورِ جاہلیت ہی سے ہر سال خشک ہو جایا کرتا تھا اور نوجوان لڑکی کے خون سے دوبارہ بہنا شروع ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس رسم بد کو اس طرح ختم کیا کہ ایک کاغذ کے پرزے پر یہ تحریر ارسال فرمائی: ''اے پانی! اگر تو اللہ کے حکم سے خشک ہو گیا ہے تو خشک رہ لیکن اگر تو خود بخود ٹھہر گیا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ تجھے حکم دیتا ہے کہ جاری ہو جا''، جس وقت آپ کا یہ رقعہ دریا میں ڈالا گیا تو پانی فوراً جاری ہو گیا۔ (۹)

سُبحان اللہ! یہ درویشی اور مسکینی کتنی عظمتوں اور بلندیوں کی حامل ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو:

اَللّٰھُمَّ أَحۡيِنِیۡ مِسۡكِيۡنًا وَّاَمِتۡنِیۡ مِسۡكِيۡنًا وَ احۡشُرۡنِیۡ فِیۡ زُمۡرَةِ الۡمَسَاكِيۡن۔ (۱۰)

(اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھنا اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھانا اور مسکینوں کی جماعت

میں میرا حشر کرنا۔) اِن خالی پیٹ اور عاجزوں کے بارے حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''کشف المحجوب'' میں یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

''و چوں بدین درجہ برسد، اندر دنیا و عقبیٰ، فانی گردد، واندر جوشن انسانیت ربانی، زر و کلوخ بہ نزدیک وی یکسان شود۔ آن چہ بر خلق دشوار تر بود، از حفظ احکام تکلیف، بر او آسان گردد۔''

(جب یہ مقام نصیب ہو تو وہ دونوں جہانوں سے بے نیاز، نفسانی خواہشات سے دست بردار ہو کر ربّانی ہو جاتا ہے سونا اور مٹی اس کی نگاہوں میں برابر ہو جاتا ہے اور وہ احکام جو اوروں کے لئے دشوار ہوں اس کیلئے آسان ہو جاتے ہیں۔) (۱۱)

اس پر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہو:

''بَیۡنَما رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَمۡشِیۡ اِذَا اسۡتَقۡبَلَهٗ شَاب مِنَ الۡاَنۡصَارِ یُقَالُ لَهٗ حَارِثَة، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم كَيۡفَ أَصۡبَحۡتَ یَا حَارِثَةُ؟ قَالَ: أَصۡبَحۡتُ مُؤۡمِناً حَقّاً، فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: اُنۡظُرۡ مَا تَقُوۡلُ یَا حَارِثَة اِنَّ لِكُلِّ حَقٍّ حَقِيۡقَةً، فَمَا حَقِيۡقَةُ اِيۡمَانِكَ؟ فَقَالَ عَزَلۡتُ نَفۡسِیۡ عَنِ الدُّنۡیَا، فَاسۡتَوٰی عِنۡدِیۡ حَجَرُهَا وَ ذَهَبُهَا وَفِضَّتُهَا وَمَدَرُهَا، فَأَسۡهَرۡتُ لَيۡلِیۡ وَأَظۡمَأۡتُ نَهَارِیۡ، حَتّٰی صِرۡتُ كَأَنِّیۡ أَنۡظُرُ اِلٰی أَهۡلِ الۡجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوۡنَ فِيۡهَا، وَكَأَنِّیۡ أَنۡظُرُ اِلٰی أَهۡلِ النَّارِ يَتَصَارَعُوۡنَ فِيۡهَا وَفِیۡ رِوَايَةٍ: يَتَغَامَرُوۡنَ فِيۡهَا، فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم عَرَفۡتَ فَالۡزَمۡ، قَالَهَا ثَلاثاً۔'' (۱۲)

(ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے کہ نوجوان انصاری صحابی حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ راستے میں ملے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے پوچھا، اے حارثہ تو نے صبح کس حال میں کی؟ عرض کیا میں نے حقیقی مومن ہونے کی حالت میں صبح کی، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے حارثہ! تو دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟ کیونکہ ہر حق کی حقیقت ہوا کرتی ہے؟ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ عرض کیا: میں نے اپنے آپ کو دنیا سے علیحدہ کر لیا ہے۔

پس میرے نزدیک اس کے پتھر اور سونا، چاندی اور مٹی برابر (ہوگئے) ہیں پس میں راتوں کو جاگا، دن پیاس کی حالت میں گزارا یہاں تک کہ (میں اس مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ) میں اپنے پروردگار کے عرش کو، اپنی آنکھوں کے سامنے بلا حجاب دیکھ رہا ہوں اور اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اور اہل دوزخ کو باہم جھگڑتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ دوزخیوں کو آگ میں ڈوبتے ہوئے دیکھ رہا ہوں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو نے حقیقتِ ایمان کو پا لیا ہے پس اسے لازم پکڑ۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے۔) (آپ ﷺ کی غارِ حرا کی زندگی اور یہ حدیث پاک صوفیائے کرام کی ریاضت و مجاہدت کی اہمیت کو دوبالا کرتی ہے۔)

تو گویا صوفیاء کرام خوفِ الٰہی اور محبتِ الٰہی کے سبب اس بلند مقام کو پہنچے۔ بقول حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ''یہی لوگ ظاہری طور پر خلق اور باطنی لحاظ سے اپنے خالق کے سامنے صاف و پاک یعنی جلوت وخلوت میں کماحقہٗ اپنے رب سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔''

اسی حقیقت کا قرآن اس طرح ذکر کرتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔(۱۳)

(آپ ﷺ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللّٰہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے۔)

بطور نمونہ عرض ہے کہ بروایت حضرت یحییٰ بن ایوب خزاعی رضی اللہ عنہ! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک عبادت گزار زاہد اور صالح نوجوان تھا جس کا زیادہ وقت مسجد میں گزرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی عبادت، صالحیت اور ریاضت کے سبب اس سے بہت محبّت کرتے تھے۔ ایک دن عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر وہ اپنے گھر جا رہا تھا کہ اس کے راستے میں ایک ایسی عورت کا گھر تھا جو اس پر فریفتہ تھی۔ اس عورت کا معمول تھا کہ وہ

اس نوجوان کے راستے میں کھڑی ہو جاتی تھی۔ اس رات بھی عورت اس پاک سیرت نوجوان کو ورغلانے کے لئے آ کھڑی ہوئی۔ یہاں تک کہ نوجوان اس کے پیچھے ہو لیا۔ دفعتاً اس کی صفائی قلب کی بنا پر خدا کی طرف سے یہ آیت اس نوجوان کی زبان پر جاری ہو گئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔(۱۴)

(بے شک پرہیزگاروں کو جب کوئی شیطانی خیال چھوجاتا ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پردہ غفلت ان کی آنکھوں سے دور ہو جاتا ہے اور اسی وقت پاکیزگی اور صواب کی راہ کو دیکھنے لگتے ہیں۔)

اس آیت کے یاد آتے ہی وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس مفتونہ عورت نے اپنی خادمہ کو بلایا اور دونوں نے بصد مشکل اس نوجوان کو اٹھا کر اس کے گھر کے دروازے پر پہنچایا۔ باپ اپنے بیٹے کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ دیکھا کہ اس کا بیٹا دروازے پر بے ہوش پڑا ہے۔ لڑکا کافی دیر تک بے ہوش رہا، رات ہو چکی تھی کچھ دیر بعد اُسے ہوش آیا، باپ نے خیریت پوچھنے کے بعد دریافت کیا کہ بیٹے تجھے اللّٰہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھے تفصیلی حالات بتا تیرے ساتھ کیا ماجرا ہوا؟ بیٹے نے حالات سناتے سناتے وہی آیت پڑھ کر سنائی اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ رات ہی کو اس کی تجہیز وتکفین کر دی گئی۔ صبح کو معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا۔ وہ تعزیت کے لئے اس کے گھر تشریف لائے اور فرمایا مجھے رات کو اطلاع کیوں نہ دی۔ باپ نے عرض کی امیر المومنین رضی اللہ عنہ رات کا وقت تھا، تکلیف کے خیال سے آپ کو اطلاع نہ دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

یَا فُلَانُ! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ (اے فلاں! جو اپنے اعمال کی جواب دہی میں

اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے (دنیا میں) ڈرتا رہا اس کے لئے بہشت کے دو باغ ہیں۔)

فَاَجَابَهُ الفتٰی مِنَ دَاخلَ الْقَبْرِ۔ یَا عُمَر اَعۡطَانِیهما رَبِّیۡ فِی الْجَنَّةِ مَرَّتَیۡنِ۔(۱۵)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب میں) اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا، اے عمر رضی اللہ عنہ! میرے رب نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے جنت میں دو باغ عطا فرما دیئے ہیں۔)

صوفیائے کرام کے کارنامے

(1) اسلام کی جو پاکیزہ تعلیمات کتابوں میں درج ہیں اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں، صوفیہ نے اپنی خانقاہوں میں ان پر عمل کر کے دنیا کو دکھا دیا۔

(2) صوفیہ نے ہر زمانے میں اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کو زندہ رکھا۔

(3) صوفیہ سے بڑھ کر تبلیغ اور تعمیر سیرت کا فریضہ کسی جماعت نے انجام نہیں دیا۔

(4) صوفیہ نے بادشاہوں کے سامنے علی الاعلان کلمۂ حق کہا۔

(5) جب مسلمانوں میں عقلیت کا مذاق پیدا ہوا اور انھوں نے قرآن کو اپنی عقل کے تابع بنانا شروع کیا تو صوفیوں نے محبّت الٰہی کا درس دے کر عقلیت کے مضر نتائج کا ازالہ کیا۔

(6) جب فقہاء نے دین کے ظواہر پر زور دیا تو صوفیہ نے باطنی اصلاح اور قلبی طہارت کا درس دے کر قوم کو اعتدال کی راہ دکھائی۔

(7) صوفیہ نے ہر دور میں غیر اسلامی عقائد، شرک اور بدعت کی تردید کی۔

(8) سرمایہ داری کے مقابلے میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت واضح کی۔

(9) بادشاہوں کو دینداری کی تلقین کی۔

(10) جب معتزلہ، فقہاء اور متکلّمین منطقی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے اور امت کو فرقوں میں منقسم کر رہے تھے اس وقت صوفیوں نے مسلمانوں کو توحید اور یک نگاہی کا درس دیا۔

(11) جب فقہاء مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہے تھے اس نازک دور میں صوفیوں نے ان کو محبّت اور ہمدردی کا درس دیا۔

(12) فقہاء اور متکلّمین نے مسلمانوں کو کافر بنایا مگر صوفیائے کرامؒ نے اپنی پاکیزہ زندگی کے ذریعے سے کافروں کو مسلمان بنایا۔

(13) فقہاء اور متکلّمین اور معتزلہ نے مختلف مذہبی گروہ بنا کر مسلمانوں کے شیرازۂ ملی کو منتشر کر دیا مگر صوفیہ نے سب مسلمانوں کو جام وحدت پلایا۔

(14) علماء اور فقہاء بادشاہوں کا قرب حاصل کرتے رہے مگر صوفیہ دربار شاہی سے الگ تھلگ رہ کر ملوکیت کے مفاسد بیان کرتے رہے۔

(15) جب علماء بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے تاویلات میں مشغول تھے اس وقت صوفیہ بادشاہوں کو خوف خدا کا درس دیتے رہے۔

(16) معتزلہ، متکلّمین اور حکماء نے اپنا وقت ذات وصفات باری کی بحثوں میں ضائع کیا۔ صوفیہ نے کہا کہ خدا کے باب میں بحث فضول ہے، خدا منطق کے ذریعہ سے نہیں مل سکتا۔ آئینۂ قلب کو صاف کرو تا کہ اس کا دیدار ہو سکے (اور صراطِ مستقیم کا پتا چل سکے۔)

(17) علماء نے دینی کتابیں لکھیں۔ صوفیہ نے وہ آدمی تیار کئے جنھوں نے ان کتابوں کے احکام پر عمل کر کے انقلاب برپا کر دیا۔

(18) علماء (متکلّمین، معتزلہ، حکماء) نے صرف دماغ کی آبیاری کی، صوفیہ نے دماغ کے ساتھ ساتھ دل کی تربیت اور اصلاح کا فریضہ بھی انجام دیا۔ اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اسلام میں اصلی چیز دل ہے نہ کہ دماغ۔ اگر دل فاسد ہو جائے تو دماغ کا فاسد ہو جانا یقینی ہے۔ چنانچہ سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”آگاہ ہو جاؤ انسان کے جسم میں ایک عضو ہے، اگر وہ فاسد ہو جائے تو سارا جسم (انسان) فاسد ہو جائے گا اور اگر وہ صالح (پاک) ہو

جائے تو سارا جسم صالح (پاک) ہو جائے گا اور وہ عضو "قلب" ہے"۔

(19) علماء نے مسلمانوں میں گروہ بندی پیدا کی۔صوفیہ نے انسانوں کو "اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہ" (ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے) کا درس دیا۔

(20) علماء نے دلیلوں سے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا۔صوفیہ نے مشاہدہ باطنی کے ذریعے سے اسلام کی صداقت واضح کی۔

لوگوں نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ بشر حافیؒ تو عالم دین نہیں ہیں پھر آپ ان کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں کتابُ اللہ سے آگاہ ہوں مگر بشر حافیؒ اللہ سے واقف ہیں اس لئے ان کا مرتبہ میرے مرتبے سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔(۱۶)

حقیقت کچھ یوں ہے کہ تمام تر شعبہ ہائے عقلی ونقلی علوم کے ماہرین ایک صوفی کے حضور بے بس، دست بستہ کھڑے ہیں کیونکہ صوفی نے صرف اپنے قلب کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کر کے ذکر وفکر وریاضت ومجاہدات کی کسوٹی پر چڑھا کر مثل آئینہ بنا دیا۔جس سے اس نے تمام زمینی وآسمانی یہاں تک کہ ذات الٰہی تک کے عکوس کو جذب کر لیا ہے۔مولانا رومی نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہر کہ صیقل بیش کرد اُو بیش دید
بیشتر آمد بر اُو صورت پدید
بینی اندر دل علومِ انبیاء
بے کتاب و بے مُعید و اوستا

(جس نے جس قدر اپنا دل زیادہ صاف کیا اسی قدر زیادہ مشاہدہ کیا اور ازل تا ابد غیبی چیزیں دیکھیں۔اس نے صرف مجاہدات کے ذریعے، بغیر کسی کتاب اور استاد کی مدد کے اپنے دل میں انبیاءِ عظام کے ابدی وحقیقی علوم دریافت کئے۔)

سرخیل صوفیاء حضرت شیخ ابونصر سراج طُوسیؒ (م 378ھ) تصوف کو اُمّ العلوم گردانتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"مستنبطات وہ مسائل (اسرار) ہیں جنہیں صاحبِ فہم محققین نے ظاہر وباطن میں کتاب اللہ عزوجل کی موافقت اور رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کرتے ہوئے اور پھر ان دونوں پر ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی عمل کرتے ہوئے اخذ کیا ہے لہٰذا جب انھوں نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی وہ علم عطا کیا جس کا انہیں علم نہ تھا اور وہ علم "علم اشارہ" ہے اور وہ علم ہے جو عمل کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ لوگوں کے دلوں پر ان کے اعمال کے نتیجہ کے طور پر منکشف کرتے ہیں۔اعمال کے نتیجے کے طور پر پیدا ہونے والے یہ امور ہیں:

روحانی کیفیات، لطائف، ذخیرہ کئے ہوئے اسرار، عجیب وغریب علوم اور حکمت کی اچھوتی باتیں جو انہیں قرآن اور حدیثِ رسول ﷺ پر غور کرنے سے حاصل ہوتے ہیں اور یہ معانی ان لوگوں کے احوال، اوقات اور صفاءِ اذکار کے اعتبار سے حاصل ہوتے ہیں۔۔۔۔نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے علم کے مطابق عمل کرے گا اسے اللہ تعالیٰ وہ علم عطا کرتا ہے جو وہ نہیں جانتا ہوتا اور یہ وہ علم ہے جو دیگر اہل علم (عقلی ونقلی علوم کے ماہرین) لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا۔(۱۷)

حقیقتِ تصوف اور پیر کی نشانیاں

تصوف کے معاملے میں مسلمانوں کے بعض علما (آزاد خیال مغرب زدہ دانشور) افراط وتفریط بلکہ طرح طرح کی گمراہیوں کا شکار ہیں۔ان لوگوں نے تصوف کو سمجھے بغیر اس کے بارے میں عجیب وغریب نظریات قائم کر لیے ہیں۔انہیں نہ علماء وصلحاء کی تعلیم وتربیت

ملی، نہ تصوف کی مستند کتابوں تک رسائی ہوئی، نہ اکابر اُمت کے تعامل کو جانچا بلکہ جاہل مدعیان تصوف کی خود ساختہ غلط روش دیکھ کر اس کو تصوف سمجھ بیٹھے جس سے انہوں نے دین اور احکام دین کو صرف فقہ پر منحصر جان کر سرّے سے تصوف ہی سے بیزاری اختیار کر لی حتّٰی کہ تصوف کے خلاف کتابیں لکھ ڈالیں اور تصوف کو دین سے خارج قرار دے دیا۔ یہ ایک شدید گمراہی ہے جو ایک بڑے طبقے میں پائی جاتی ہے اور زہر قاتل کی طرح پھیلتی ہی جا رہی ہے حالانکہ مولانا رومیؒ نے صدیوں قبل خبر دار کیا تھا کہ:

؎ دامن اُو گیر رو تُو بے گماں   تا رہی از آفت آخر زماں

(شک وشبہ سے بالا بالا تامل کسی مرشد کا دامن ضرور تھام لے تب تو آخری دور کے فتنوں اور گمراہ کن فرقوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔)

تاہم بعض نام نہاد اہلِ علم نے تصوف کو دین سے خارج تو نہیں کیا مگر اس کا حاصل کرنا ضروری نہ جانتے ہوئے محض مباح سمجھا۔ حالانکہ اسلام محقق ہی باطنی مشاہدات سے ہوا، جس کا سارا تعلّق علم التصوف کی تحقیقات سے ہے اِس پر قرآن و حدیث اور تاریخ تصوف گواہ ہے۔

دوسری طرف جاہل مدعیان تصوف کی گرم بازاری ہے۔ جنہوں نے تصوف و طریقت کی اہمیت کو تو تسلیم کیا مگر اس کی حقیقت کو اپنے لئے ناقابل عمل سمجھ کر پس پشت ڈالتے ہوئے جان بوجھ کر بے دینی کا راستہ اختیار کیا۔

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''طریقِ درویشاں ذکر است وشُکر وخدمت وطاعت وایثار وقناعت وتوحید وتوکل وتسلیم و تحمل۔ ہر کہ بدیں صفتہا موصوف است! بحقیقت درویش است واگر چہ درقبا است۔ امّا ہرزہ گردے، بے نمازے، ہوا پرستے، ہوس بازے کہ روز ہا بشب آرد، در بند شہوت وشبہا

روز کند، در خواب غفلت و بخورد ہر چہ درمیاں آید وبگوید ہر چہ برزباں آید، رِنداست اگر چہ درعبا است۔''

(فقرا کا طریقہ ذکر خداوندی اور شکر کرنا ہے، خدمت گاری، فرمانبرداری، ایثار کرنا، صبر کرنا، توحید پر قائم رہنا، توکل کرنا، راضی برضا رہنا اور برداشت کرنا ہے۔ جو ان باتوں سے موصوف ہو وہ حقیقتاً فقیر ہے اگر چہ قبا (خوبصورت اور قیمتی لباس) میں ہو۔ لیکن مارا مارا پھرنے والا، بے نماز، خواہشات نفسانی کا پُجاری، دغا باز، جو شہوتوں میں دنوں کو رات کرے اور راتوں کو خواب غفلت میں دن کرے، جو بھی ہاتھ لگے ہڑپ کرے، جو بھی زباں پہ آئے بکتا جائے، رِند (بے دین) ہے اگر چہ عَبا (جُبّہ ودستار) پہنے ہوئے ہو۔) (۱۸)

مزید فرماتے ہیں:

؎ مہتری در قبولِ فرمان است
ترکِ فرمان دلیل حِرمان است (گلستان)

(بزرگی فقط احکام الٰہی کی تکمیل میں ہے اور احکام الٰہی سے روگردانی رحمت الٰہی سے محرومی کی دلیل ہے۔)

المتصوّف الکبیر الشیخ بایزید بسطامیؒ کا یہ قول اس حوالے سے کتنا اہم ہے:

''اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اسے کرامات دی گئی ہیں یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑتا ہو پھر بھی تم اس سے دھوکہ نہ کھانا یہاں تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ وہ شریعت رسول اللہ ﷺ کی پاسداری میں کیسا ہے؟'' (۱۹)

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں ''ایں راہ کس باید کہ کتاب بردَست راست گرفتہ باشد وسنت مصطفیٰ ﷺ بردَست چپ ودَر روشنائی ایں ہر دو شمع می رَود تا نہ در مغاکِ شُبہت اُفتد نہ دَر ظلمتِ بدعت۔'' (تذکرۃ الاولیاء از شیخ عطارؒ ص ۸)

(یہ راہ تو وہی شخص پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک ہو اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفیٰؐ اور ان دونوں شمعوں کی روشنی میں وہ قدم بڑھاتا جائے تاکہ نہ شُبہات کے گڑھوں میں گرے اور نہ ہی بدعت کے اندھیروں میں پھنسے۔)

اس لئے سب علمائے کرام و اولیاءِ عظام کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک مسلمان کی سب سے بڑی کرامت ''شریعت رسول اللہ ﷺ'' کی پابندی ہے۔ حضرت امام شاذلیؒ فرماتے ہیں: مُرشد میں چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(1) فرائض کا علم رکھتا ہو۔

(2) اللہ کی معرفت کا حامل ہو۔

(3) تذکیہ نفس کے طریقے اور اس کی تربیت کے وسائل سے باخبر ہو۔

(4) اُسے اپنے شیخ سے تربیت کا اذن (اجازت) ہو۔ اور اس کا سلسلہ متّصل ہو۔ (۲۰)

نوٹ: یعنی سلسلہ طریقت کے چاروں سلاسل میں سے کسی ایک میں اپنے شیخ کی زیر تربیت رہا ہو اور اُس سے باقاعدہ اجازت یافتہ ہو اور منصب خلافت پر فائز ہو۔ لہٰذا ہر گدی نشین اور ہر سیّد پیر نہیں بن سکتا جب تک وہ عام مُرید کی طرح خدمتِ شیخ کی کسوٹی پر پورا نہ اُترے اور سُنت رسول ﷺ میں پختگی حاصل نہ کرے۔ ہر تاش کھیلنے والا، داڑھی مونڈھنے والا، ساز بجانے والا، تمباکو نوش، بدکار اور بے نماز پیر نہیں بن سکتا۔ ٹیچر وہی بن سکتا ہے جو اپنی شرائط پوری کرے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اس میں کوئی عار کی بات بھی نہیں ہے کہ بہت سے آل رسول اس مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے اُمتی بزرگوں کے در پر گداگری کرتے دیکھے گئے اور انہوں نے اپنا گوہر مقصود وہاں سے پالیا مثلاً پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ حضرت بابا

بُلھے شاہؒ اُمتی پیر حضرت عنایت قادری آرائیںؒ کے مُرید تھے۔

یہ وہ مقام ہے جو براہِ راست گدیوں پر بیٹھنے اور عیش پرستی میں حاصل نہیں ہوتا بلکہ تقویٰ اور ذاتی محنت و مشقّت و ریاضت و عبادت سے حاصل ہوتا ہے۔ یہاں پدرم سلطان بود والی بات نہیں ہے۔ (سبع سنابل اُردو ص ۱۰۵۔۱۸۹)

اقبالؒ نے ایسے لوگوں کے بارے کیا خوب فرمایا:

؎ میراث میں آئی ہے اُنھیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

مولانا رومیؒ کا مشہور و معروف شعر ہے:

؎ علم باطن ہمچوں مسکہ علم ظاہر ہمچوں شِیر
کئے بود بے شِیر مسکہ کئے بود بے پیر! پیر

(ظاہری علم دودھ اور باطنی علم مکھّن کی طرح ہے کیا دودھ کے بغیر کوئی مکھّن بنا! اور کیا پیر کے بغیر بھی کوئی پیر بنا!)

عام طور پر یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ سادہ لوح اور ان پڑھ لوگ کسی گزرے ہوئے بزرگ کو اپنا پیر مانتے ہیں جسے وصال کئے صدیاں گزر چکی ہیں یا مُرید ہو کر پیر کا نام تک بھول گئے یا کئی سالوں سے ملاقات تک نہ ہو سکی یا مُرشد (سے کوئی بھی استفادہ کئے بغیر) وصال کر گیا ہے۔ مگر یہ لوگ اپنے اس عقیدے پر تجدیدِ بیعت کئے بغیر مضبوطی سے جمے رہتے ہیں یہ سراسر لاعلمی و نادانی ہے اِن لوگوں کو بیعت اور پیری مُریدی کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے اور یہ لوگ اسی پر اکتفا کر کے اپنے آپ کو بیعت کے ثمرات اور مفادات سے محروم رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

از رُوئے شرع ایسی بیعت اور مُریدی باطل ہے کیونکہ مُرید نے نہ تو پیر کو دیکھا ہے

اور نہ ہی اُس کی صحبت پائی ہے جبکہ پیری مُریدی کے لئے پیر کی محفل، اُس کا دیدار اور اُس سے بالمشافہ بار بار دینی وروحانی استفادہ کرنا لازمی ہے تاکہ پیر! مُرید کی طبیعت کے مطابق اُسے اوراد ووظائف بتا کر اُس کی روحانی تربیت کرے اور اُس کا اصلاح احوال کرتا رہے جو کہ پیری مُریدی کا اصل مقصد ہے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اپنے جاہلانہ عقیدے سے توبہ کر کے کسی باشرع اور سنت نبوی سے مُزیّن نیک اور پرہیزگار پیر کی بیعت کریں اور اس کی خدمت کر کے اپنی دینی اور روحانی خامیاں دُور کریں وگرنہ ایسے لوگ عام طور پر فرقہ پرستوں کے ہتھے چڑھ کر اپنا سچا عقیدہ اور ایمان تک گنوا دیتے ہیں۔

دیگر یہ کہ ایسے گزشتہ بزرگوں کے غیر شرعی خانوادے (اولاد، خلیفے) ان سادہ لوح لوگوں سے اپنا سالانہ بھتہ (بُھل/ٹھک) لے جاتے ہیں، جس کا وہ کسی طرح بھی مستحق نہیں ہیں کیونکہ اِن میں نہ بیعت کرنے کی اہلیت ہے اور نہ وہ کسی کو ہدایت کا راستہ بتا سکتے ہیں کیونکہ وہ خود گمراہ ہیں۔

بقول سعدی شیرازیؒ: ؏ ہر کہ خود گُم است کرا رہبری کُند

(جو خود گمراہ ہے دوسرے کی کیا رہبری کر سکتا ہے۔)

ایسے لوگوں کی بیعت کالعدم اور ناقص ہے جس طرح کہ نامرد کے نکاح کی کوئی حقیقت وجواز نہیں ہے۔

تاہم جاہل لوگ ان کی بددُعا سے ڈرتے ہیں۔ جبکہ غیر شرعی انسان کی بددُعا سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا کرے۔

کئی لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے مُرید ہیں یہ لوگ صریحاً اللہ کی تنقیص/گستاخی کر رہے ہوتے ہیں جس کا قرآن وحدیث اور تاریخ میں کوئی جواز نہیں ہے۔ اللہ ساری دُنیا کا خالق ہے، ہم سب اس کی مخلوق ہیں۔

اس لئے اللہ کا مقام ''مقامِ خالقیّت'' ہے جو سب سے اعلیٰ وارفع ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے اور اس کام میں وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اللہ کا مُرید ہونا اگر جائز ہوتا تو سب سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی بجائے اللہ کی بیعت کر لیتے۔

بیعت کا تعلّق ہاتھ سے اور دیکھنے سے ہے جبکہ اللہ ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' کسی انسان کی آنکھ کے احاطے میں نہیں آسکتا۔ اور اللہ ہاتھ اور پاؤں سے بھی پاک ہے۔ اس لئے اللہ کا مُرید ہونا بعید از قیاس ہے۔

دیگر یہ کہ اکابر میں سے حضرت شاہ ولی اللہؒ سلسلہ نقشبند کی نسبت سے حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے مُرید وخلیفہ مجاز اور مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مرید ہونے کی بجائے اللہ کے مُرید ہوتے، جو ہم سے زیادہ سمجھ دار تھے۔ جبکہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اپنے ہزاروں مرید تھے جنہیں ہم شریعت کے مطابق سمجھتے ہیں حتیٰ کہ ہمارے سب اکابر کا یہی تعامل تھا اور اس تعامل کو ہرگز جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

لہٰذا عوام الناس کو معلوم ہونا چاہیے کہ ''اُمتی'' نبی کے ہوتے ہیں ''مُرید'' ولیوں اور پیروں کے ہوتے ہیں اور مُلازم سرکار کے ہوتے ہیں جو اسی منصب کے لائق ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے بارے ایسے الفاظ استعمال کرنے اور عقیدہ رکھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اللہ کریم سمجھ عطا فرمائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی پیر کے لئے درج ذیل شرائط کو لازمی قرار دیا ہے۔

(1) قرآن وسنت کا عالم ہو۔

(2) متقی اور عادل ہوتا کہ مُرید کے حق میں انصاف برتے۔

(3) دُنیا سے بے نیازی اور آخرت کی طرف رغبت رکھتا ہو، اس کی صحبت میں آخرت کی یاد تازہ ہو۔

(4) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خود پابند اور دوسروں کو تلقین کرتا ہو۔

(5) ایک طویل عرصہ اپنے شیخ کا خدمت گزار اور صحبت یافتہ ہو۔ تا کہ اُسے معلوم ہو کہ خالق اور مخلوق سے کیا معاملہ ہونا چاہیے۔(۲۱)

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین دہلویؒ فرماتے ہیں ''پیر ایسا ہونا چاہیے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام کا علم رکھتا ہو، اگر ایسا ہوگا تو وہ کسی ناجائز بات کے لئے نہ کہے گا۔'' (فوائد الفواد)

مولانا رومیؒ نے بہت پہلے اس بات کو روز روشن کی طرح واضح کیا تھا:

رہبر راہ طریقت آں بود
کو بأحکام شریعت می رود

(راہ طریقت (پیری مریدی) کا رہبر وہ ہوتا ہے جو خود بھی شریعت محمدی کا پابند ہو۔)

غرض تصوف کے بارے میں بہت سی گمراہیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ انتہا پسندی کا دور دورہ ہے۔ ایک جانب افراط ہے دوسری جانب تفریط۔ رسول عربی ﷺ کا لایا ہوا دین افراط و تفریط کے بیچوں بیچ ''راہِ اعتدال'' ہے۔ وہ ترکِ دنیا کو بھی دین نہیں کہتا بلکہ دنیا کے تمام کاروبار کو شریعت کے قالب میں ڈھال کر تصوف کی راہ سے کارِ ثواب بنا دینا چاہتا ہے۔

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ شیخ سری سقطیؒ نے مجھے دعا دی:

''خدا تمہیں ایسا محدث بنائے جو علم تصوف سے بھی آگاہ ہو۔'' (۲۲)

اس لئے علامہ ابن جوزیؒ نے بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وَمَا کَانَ الْمُتَقَدِّمُونَ فِی التَّصوفِ الارؤسا فِیْ الْقُرآن وَالْفِقه وَالْحَدِیثِ

وَالتّفسِیر'' (صوفیاءِ متقدمین علوم قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر میں امام ہوا کرتے تھے۔)

(مقدمہ کشف المحجوب از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

آخر میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ملاحظہ ہو:

مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ قَدْ تَفَسَّقَ، وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ۔(۲۳)

(جو فقہ میں ماہر ہوا اور تصوف سے نابلد رہا یقیناً فسق (گناہ گار، گمراہی) کا مرتکب ہوا۔ اور جو تصوف میں ڈوب گیا اور فقہ سے بے بہرہ رہا وہ زندیق ہو گیا اور جس نے (فقہ اور تصوف) دونوں کو اپنے اندر جمع کر لیا وہ حقیقت کو پا گیا۔) اسی کو فقر و تصوف کہتے ہیں جس کے بارے سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ'' فقر پر مجھے فخر ہے اور فقر مجھی سے ہے۔(سفینۃ البحار)

نیز فرمایا ''حُبُّ الْفُقَرَآءِ مِفْتَاحُ الْجَنَّه'' (الحدیث)(۲۴)

(فقیروں کی محبّت بہشت کی چابی ہے۔) صوفی شاعر شیخ عطارؒ فرماتے ہیں:

حُبّ درویشاں کلید جنت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

(فقیروں کی محبّت جنت کی چابی ہے ان کے دشمن لعنت کے مستحق ہیں۔)

یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بشارت کے مطابق فقر و تصوف کے علمبردار، صوفیاءِ اسلام کی آخری کڑی، حضرت امام مہدی آخر الزماںؒ، سلسلۂ نقشبند کے خاتم الاولیاءؒ کی حیثیت سے، معرکۂ حق و باطل میں دجال لعین کا خاتمہ کر کے ساری دنیا میں شریعت محمدی ﷺ و فقرِ محمدی ﷺ کا عملی نفاذ فرمائیں گے۔ (صحیح مسلم شریف، باب الفتن)

تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

معلوم زندگی مختصر جبکہ نا معلوم زندگی ابدی ہے۔ یہ سب اپنی اپنی جگہ حقیقتیں ہیں لیکن ہم صرف اسے ہی حقیقت جانتے ہیں جو نظر آئے۔ جو شئے نظر کے احاطے سے باہر ہو، نظر سے پوشیدہ ہو، معلوم اور ظاہر اور موجود پر ایمان رکھنے والے اسے نہیں مانتے جبکہ نا معلوم، غیر موجود اور نظر نہ آنے والی آفاقی حقیقتوں پر ایمان رکھنے والے انہیں دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں۔ باطن تک اور زندگی کی ''اصل'' تک ان کی نگاہ کو رسائی حاصل ہو یا نہ ہو لیکن ان پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ یہی ایمان کی پختگی ان کے لئے رسائی کی راہ ہموار کرتی ہے اور کبھی کبھی آنکھ سے پردے اٹھا دیتی ہے۔ جب آنکھ سے پردہ سرک جائے تو آنکھ ظاہری بناؤ سنگھار، میک اپ اور خوشنمائی کے پیچھے چھپی ہوئی بدنمائی، سفلی (دُنیاوی) جذبات کی بھر مار اور اعمال کی بدصورتی بھی دیکھ لیتی ہے۔ جس کی آنکھ ظاہر سے باطن تک رسائی حاصل کر لے، انسان کے اندر جھانکنے کی صلاحیت سے مالا مال ہو جائے اسے ہم صاحب نظر اور اہل نگاہ کہتے ہیں۔ معلوم کے پرستار مادے پر نگاہ رکھتے ہیں جبکہ نا معلوم کے ماننے والے روح پر نگاہ رکھتے ہیں۔ مادہ زندگی! بے ثباتی کی علامت ہے کیونکہ اسے بہر حال موت کا لقمہ بننا ہے، آج نہیں کل مرنا ہے جبکہ روح! نظر نہ آنے والی ابدی شے ہے جسے نہ موت ہے نہ نیند۔ یہ امر ربی ہے اور امر ربی عام لوگوں کے لئے نا معلوم ہی ہوتا ہے اور انسانی جسم میں یہی اصلی چیز ہے۔

مختصر یہ کہ ہم ظاہر بین لوگ ہیں اور صرف نظر آنے والی اشیاء پر یقین رکھتے ہیں۔ نظر آنے والی چیزوں کی سجاوٹ اور میک اپ پر ساری توجہ دیتے ہیں اور چہرے سجانے پر گھنٹوں صرف کر دیتے ہیں جبکہ نظر آنے والی چیزیں محض نظر کا دھوکہ ہوتی ہیں۔ اس دھوکے کی اصل وہ ہے جو نظر نہیں آتی اسی لئے انسان کو نقل پرست کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ''اصل'' کو

سمجھنے کا نہ ادراک رکھتا ہے اور نہ ہی کوشش کرتا ہے۔ وہ نقل سے ہی دل بہلاتے بہلاتے زندگی گزار دیتا ہے اور زندگی ایسی شے ہے کہ دہائیوں کا سفر لمحوں میں طے ہوتا ہے اور پتہ ہی نہیں چلتا کہ اتنے برس کہاں گئے۔ اس کا انجام و نتیجہ کیا ہو گا؟ روحانی معالج حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ انکشاف فرماتے ہیں۔

کرا جامہ پاک است و سیرت پلید
درِ دوزخش را نباید کلید (۲۵)

(جو ظاہری طور پر آراستہ و پیراستہ، خوب سجا ہوا، معطّر ہو مگر باطنی طور پر اعمال صالحہ سے خالی زانی و شرابی، بے نماز، پلید و ناپاک و بدبودار ہو تو اُسے دوزخ کے دروازے کی چابی کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ چابی اُس کی بداعمالی کے سبب پہلے سے ہی اس کے اندر موجود ہے۔)

کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آنکھ معلوم کو دیکھتی ہے اور نظر غیر معلوم کو دیکھتی ہے۔ آنکھ انسان میں نہ تبدیلی لا سکتی ہے نہ اس کے اندر انقلاب برپا کر سکتی ہے لیکن نظر انسان کے باطنی اندھیروں کو اجالوں میں بدل دیتی ہے اور روحانی بیماریوں سے نجات دلا دیتی ہے۔ اسی لئے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا

؎ خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

؎ اہل دانش عام ہیں کم یاب ہیں اہل نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ

حوالہ جات

1۔ مسلم بن حجاج،قشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام والاحسان، ج۱،ص ۳۶،الرقم: ۹۰۸، بیروت، لبنان: داراحیاءالتراث العربی۔

2۔ محمد بن محمد،الزبیدی، اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاءعلوم الدین، دارالفکر، بیروت، ج۷،ص ۳۸۸۔

3۔ الکہف: 17۔

4۔ فاطر: 24۔

5۔ محمد حنیف ندوی،مولانا: افکارغزالی،ص۱۴۳۔

6۔ عبدالسّلام خورشید، ڈاکٹر: سرگزشت اقبال، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ایوانِ اقبال، 1996ء،ص445۔

7۔ محمد ثناءاللہ پانی پتی، قاضی: تفسیر مظہری، ج ۵، مترجم ادارہ ضیاءالمصنفین بھیرہ شریف، لاہور، ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، جون۲۰۱۲،ص ۵۵۔

8۔ محمد بن اسمعیل ،البخاری: صحیح البخاری (الریاض، دارالسّلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء)، کتاب الرقاق، باب تواضع، حدیث۱۴۲۲۔

9۔ ابوالفداء اسماعیل بن عمر، ابنِ کثیر: تفسیر القرآن العظیم، بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۹۹۸، ج۳،ص ۴۶۵۔

10۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ، امام: سنن ابن ماجہ، باب مجالسۃ الفقراء، دارالسّلام للنشر والتوزیع، الریاض۱۹۹۹ء، حدیث ۱۹۲۸۔

11۔ علی بن عثمان الہجویری: کشف المحجوب، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی، ایران وپاکستان اسلام آباد،ص۴۴۔

12۔ نورالدین علی بن ابی بکر، الہیثمی: مجمع الزوائد، دارالکتاب، بیروت ۱۹۶۷، ج۱،ص ۵۷۔

13۔ الانعام: ۱۶۲۔

14۔ الاعراف: ۲۰۱۔

15۔ الامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ، النیشاپوری: المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث، مطبع النصرالحدیثہ الریاض ۱۹۶۸ء۔

16۔ یوسف سلیم، چشتی: تاریخ تصوف، دارالکتاب لاہور،ص ۱۴۰،۱۴۲۔

17۔ سراج طوسی، ابوالنصر: کتاب اللّمع فی التّصوّف، ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، اشاعت دوم ۲۰۰۶ء،ص ۱۶۸۔

18۔ سعدی شیرازی، شیخ شرف الدین: گلستان، ملتان، فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ، س ن،ص ۱۱۹۔

19۔ الشیخ ابوالقاسم، القشیری: رسالہ قشیریہ، (مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن) ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد،ص ۶۳۔

20۔ عبدالقادر عیسیٰ، الشاذلیؒ: تصوف کے روشن حقائق، لاہور، ضیأ القرآن پبلی کیشنز، س ن،ص ۷۶۔

21۔ ولی اللہ، شاہ، محدث دہلوی: القول الجمیل،ص ۲۵۔

22۔ یوسف سلیم، چشتی: تاریخ تصوف، دارالکتاب لاہور،ص ۲۰۵۔

23۔ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح (شرح) بمبئی، اصح المطابع، ج اول،ص ۲۵۶۔

24۔ محمد غزالی، ابوحامد، حجۃ الاسلام امام: کیمیائے سعادت، لاہور، مکتبہ رحمانیہ رجسٹرڈ، اُردو بازار، س ن،ص ۵۴۹۔

25۔ سعدی شیرازی، شیخ شرف الدین: بوستان، مطبع نامی منشی نول کشور، انتشارات زاہدان، ایران، س ن،ص ۲۴۴۔

اِنتباہ

ہر مسلمان کو دورِ جدید کے فتنوں اور گمراہی سے بچنے کے لئے قرآن و حدیث کے علاوہ سیرت النبی کے سلسلہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصنیف ''مدارج النبوۃ'' کا مطالعہ کرنا چاہیے بعدازیں درج ذیل تصوف کی بنیادی کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کا ایمان محفوظ رہے۔

1۔ التّعرّف لِاَھلِ التَّصَوف از شیخ ابوبکر الکلابازی ۴۰۰ھ

2۔ قوت القلوب از شیخ ابوطالب مکیؒ۔ ۴۰۰ھ

3۔ کتابُ اللّمع فی التّصوّف از ابونصر سراج طوسیؒ۔ ۴۰۰ھ

4۔ رسالہ قشیریہ از شیخ عبدالکریم بن ہوازن قشیریؒ۔ ۵۰۰ھ

5۔ کیمیائے سعادت، المُنقذ مِنَ الضلال از امام غزالیؒ۔ ۵۰۰ھ

6۔ کشف المحجوب از سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ۔ ۵۰۰ھ

7۔ عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردیؒ۔ ۷۰۰ھ

8۔ ہشت بہشت (ملفوظات ۸ اولیاء چشتؒ۔ ۶۰۰ تا ۸۰۰ھ

9۔ نفحات الانس از عبدالرحمٰن جامیؒ۔ ۹۰۰ھ

10۔ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ ۱۱۰۰ھ

11۔ اخبارُ الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ ۱۱۰۰ھ

12۔ انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ ۱۲۰۰ھ

13۔ اللہ کے ولی، اللہ کے سفیر از خان آصف، ۱۵۰۰ھ

14۔ تجدید فقر از صوفی شیر محمد بزدار، ۱۵۰۰ھ

نوٹ: فقیروں کے قریب مگر نیم مُلّاؤں سے دور رہنے کی کوشش کریں۔ شکریہ

بقول اقبال:

زِ تاویلاتِ مُلّا یاں نِکوتر

نشستن با خود آگاہے دمے چند

(آوارہ مُلّاؤں کی من گھڑت باتوں میں پھنس کر وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ چند لمحوں کے لئے کسی خود آگاہ فقیر کی صحبت میں بیٹھ کر وقت گزارا جائے۔)

﴿باب سوم﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

مجاہدہ وریاضت

دل کی آزادی شہنشاہی ، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھ میں ہے دِل یا شکم
(اقبالؒ)

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی!
(اقبالؒ)

(1) مجاہدہ وریاضت کا قرآنی تصوّر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَنَا ؕ (العنکبوت:۶۹)

(اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے) ۱؎

اس آیت پاک کی تفسیر میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں جَاھَدُوۡا سے مراد ''توبہ'' ہے۔ اگر انسان سچے دل سے توبہ کر کے نفس کے خلاف مجاہدہ شروع کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اسے اخلاص کی راہ دکھا دونگا۔ جو سند مقبولیت ہے۔ ۲؎

اور صوفیاء کے نزدیک ''سچی توبہ'' خلاف نفس اعلانِ جنگ ہے۔ جو لوگ نفس اور خواہشاتِ نفسانی کے خلاف جہاد (جسے جہاد اکبر کا مقام حاصل ہے) کا آغاز کرتے ہیں تو اللہ کریم ان سے اپنی دولت دیدار کا وعدہ فرماتے ہیں۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اقامت سنت (بھوک برداشت کرنا جو آپ ﷺ کی ذاتی سنت ہے کہ آپ ﷺ تادم زیست اس پر عمل پیرا رہے) کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ کریم انہیں جنت کی راہ دکھا دیں گے۔ حضرت امام قشیریؒ نے فرمایا کہ '' جو لوگ اپنے ظاہر کو مجاہدات (خلاف نفس اعمال) سے آراستہ کرتے ہیں تو اللہ کریم ان کے باطن کو مشاہدات سے آراستہ فرما دیتے ہیں۔''

''جو میری طلب میں کوشش کرتے ہیں تو میں انہیں اپنے پا جانے کی راہ بتاتا ہوں''۔

(بحر الحقائق)

اللہ کریم فرماتے ہیں: اَلَا مَنۡ طَلَبَنِیۡ وَجَدَنِیۡ (آگاہ ہو! جس نے مجھے ڈھونڈا: پایا)

؎ اگر در جستجوئے من شتابی   مراد خود بزودی باز یابی

(اے انسان اگر تو میرے پانے میں کوشش کرے تو اس میں بہت جلد کامیاب ہو جائے گا) س۳

اس آیت پاک کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں کہ ''منزل محبّت کی راہ بڑی طویل اور کٹھن ہے قدم قدم پر کانٹے بکھرے پڑے ہیں، مشکلات کی چٹانیں سینہ تانے کھڑی ہیں۔

مہیب جنگلوں اور سنسان صحراؤں کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ اس راہ پر قدم بڑھاتے چلے جانا بڑے دل گردے کا کام ہے۔لیکن اس آیت طیبہ میں سالک راہ حقیقت کو جو نوید جانفزا سنائی جارہی ہے اس کے بعد کانٹے پھولوں سے بھی پیارے لگنے لگتے ہیں۔راستہ کی ویرانیاں فردوس بداماں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ ہر رکاوٹ، ہر مشکل راہوار شوق کیلئے مہمیز کا کام دینے لگتی ہیں۔ آئیے! اس آیت طیبہ کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں۔لغتِ عرب میں جہاد کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

''اَلْجِهَادُ وَ الْمُجَاهدة استفراغ الْوَسعَ فِیْ مُدَافِعَةُ الْعَدُوّ''

''دشمن سے بچاؤ کرنے کیلئے اپنی امکانی قوت و طاقت کو صرف کر دینا جہاد اور مجاہدہ کہلاتا ہے''۔اس سے معلوم ہوا کہ ایسی کوشش جسمیں بے دلی سے کام لیا گیا ہو اسے جہاد نہیں کہیں گے۔جن دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کی رغبت دلائی جارہی ہے۔ان سے مراد ظاہری اور باطنی دونوں دشمن ہیں۔یعنی اسلام کے ظاہری دشمنوں کے خلاف میدان جنگ میں دادِ شجاعت دینا بھی جہاد ہے اور ہوائے نفس اور شیطان کے وسوسوں سے برسرِ پیکار رہنا بھی جہاد ہے۔اللہ کریم تاکید فرماتے ہیں: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ (الممتحنۃ:۱)(اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔)

حدیث پاک میں ہے: جَاهِدُوْا اَهْوَآءَكُمْ كَمَا تُجَاهِدُوْنَ اَعْدَاءَكُمْ۔

(جس طرح تم اپنے ظاہری دشمنوں سے جہاد کرتے ہو، اسی طرح اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف بھی جہاد کرو۔)

''فِیْنَا'' کا لفظ بڑا غور طلب ہے۔اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس جہاد اور سرتوڑ کوشش کے پیشِ نظر کوئی دنیوی مقصد نہ ہو۔ساری دوڑ دھوپ اپنی ناموری اور حصول جاہ و منصب کیلئے نہ ہو، بلکہ اس ساری جدوجہد کا مدعا اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔اگر اس میں ذرا سا فتور آگیا تو اسے بھی قرآن کی اصطلاح میں جہاد نہیں کہا جائے گا۔(اور نہ وہ مجاہدہ تصور ہوگا۔)

ان الفاظ کا خلاصہ یہ ہوا کہ وہ لوگ جو ہماری رضا کے حصول کیلئے، دینِ حق کی سر بلندی کیلئے ظاہری و باطنی دشمنوں سے برسرِ پیکار رہتے ہیں تو ان پر یہ مہربانی کی جاتی ہے جس کا ذکر اگلے فقرے میں آرہا ہے۔

یعنی لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا الخ ہدایت کا معنی ہے ''الہ لا لۃ الی مایو صل الی المطلوب'' ایسی چیز تک رسائی جو مطلوب تک پہنچادے۔ نون تاکید ثقلیہ اور لام تاکید سے کلام میں جو زور پیدا ہوگیا ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ سُبُل جمع ہے سبیل کی اس کی تشریح کرتے ہوئے امام راغبؒ رقمطراز ہیں۔

السبیل: اَلطَّرِیْقُ الَّذِیْ فِیْهِ سَهُوْلَةٌ۔ یعنی وہ راستہ جو منزل تک با آسانی پہنچادے یہاں سُبُل جمع کا لفظ استعمال ہوا کیونکہ ہر بندہ کا اپنے مولا کریم سے راہ نیاز اور رابطہ بندگی جدا جدا ہے۔ (سلاسل چار اور راستہ ایک مشاہدہِ رب)

ع ہر گدارا بردرت نازِ دگر

مطلب یہ ہوا کہ جو اولوالعزم کلمہ حق ادا کرنے کیلئے خلوص نیت کے ساتھ سر دھڑ کی بازی لگادیں گے ہم انہیں ان راستوں تک پہنچادیں گے جن پر چل کر وہ با آسانی منزل

مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ ۴؎

جو جسقدر خلافِ نفس مجاہدہ کرے گا اللہ کریم اسے اپنی معرفت کی راہ میں اسی قدر کشف وحقائق باطنی سے نوازیں گے اور بلند سے بلند تر مدارج کی ارزانی فرمائیں گے۔ جیسے ! ولی اللہ، اسرار، اخیار، ابدال، اوتاد، قطب اور غوث وغیرہ۔ کیونکہ اس راستہ (سبل) کی ابتداء انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ہوئی بالفاظ دیگر یہی لوگ فقر وتصوف کے سب سے بڑے علم بردار ٹھہرے۔ ان لوگوں نے جس قدر مشکلات برداشت کیں، محنت کی، اسی قدر بلند درجے حاصل کئے۔ حسب استعداد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد اولیاءِ کرامؒ نے حسب حیثیت اس راستے میں مجاہدات وریاضیات کے ذریعے بلند مراتب حاصل کئے۔ اور اللہ کریم نے بھی حسب وعدہ انہیں مختلف انعامات واکرامات سے نوازا۔

اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بنی نوع انسان کے سامنے مرغوباتِ نفس کو گن گن کر بیان فرمایا کہ جنہیں شیطان نے انسان کے سامنے نہایت خوبصوت کر کے پیش کیا۔ تا کہ انسان ان میں منہمک ہو کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمیشہ کی زندگی کو مکمّل بھول جائیں۔ سابقہ پیش کردہ آیت پاک میں اللہ کریم نے انہی چیزوں کے خلاف مجاہدہ کرنے کی ترغیب دی۔ اب قدرِ تفصیل کے ساتھ آئینہ کے دونوں رخ واضح کر دکھائے کہ اے انسان تیری مرضی "فنا" کا راستہ اختیار کرنا ہے یا خلافِ نفس کر کے "بقا" کا راستہ اختیار کرنا ہے فرمایا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ م بِالْعِبَادِ۔ (آل عمران: ۱۴، ۱۵)

ترجمہ: آراستہ کی گئی لوگوں کیلئے ان خواہشوں کی محبّت (شیطان کے مضبوط پھندے) عورتیں اور بیٹے (جو والدین کے مرغوب ہیں) اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے (ابلق: آدھا سفید اور آدھا سیاہ جو عرب معاشرے میں نہایت مرغوب تھے) اور چوپائے اور کھیتی یہ سب کچھ سامان ہے (عارضی) دنیوی زندگی کا اور اللہ ہے (ان عارضی اشیاء کے بدلے) جس کے پاس اچھا (اور مستقل) ٹھکانا ہے۔ (اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیے ! کیا بتاؤں میں تمہیں اس سے بہتر چیز ان کیلئے جو (متذکرہ مرغوبات نفس سے بچتے ہوئے) متقی بنے (اصحابِ صفہ کی طرح)۔ ان کے (لئے) رب کے ہاں باغات ہیں، رواں ہیں ان کے نیچے نہریں۔ ہمیشہ رہیں گے (متقی) ان میں اور ان کیلئے پاکیزہ بیویاں (زنانہ عوارض سے پاک حسن ورعنائی کی پیکر) ہوں گی اور حاصل ہوگی انہیں (متقیوں کو) خوشنودی اللہ کی (جو بندہ کیلئے بہشت کی نعمتوں سے بھی بہتر ہے) اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے اپنے بندوں کو (کہ کون شہوات میں پڑ کر غافل ہوگیا اور کون مجھ سے ڈر کر متقی بن گیا)

حدیث پاک ہے لَمَوْضِعُ سَوْطٍ مِّنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَافِيْهَا ○

(بہشت میں صرف ایک کوڑے کی جگہ دنیا ومافیھا سے بہتر ہے)

چند گردی کوہ وصحرا در ہوس	پیش اُوآ اِنَّہٗ حسن المآب

(دولت اکٹھّی کرنے کے چکر میں تو کہاں کہاں مارا پھریگا اپنے رب کے پاس آجا کہ اس سے اچھا تیرے لیے کوئی عزت کا ٹھکانا نہیں ہے)۔ ۵؎

اللہ کریم نے انتباہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم نے خواہشات وشہواتِ نفسانی کی پیروی کی تو سن لو وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ (القصص: ۵۰)

(اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی)

مزید مثال دیتے ہوئے فرمایا "وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۝" (الاعراف:۱۷۶)

(اور جو اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے)

تاریخ گواہ ہے کہ جن خوش بخت لوگوں نے انتباہ خداوندی پہ کان دھرے اور شہوات نفسانی کی کھٹن آزمائشوں سے صبر کے ساتھ گزرتے ہوئے اللہ کریم کی طرف سے مقام ہدایت پہ فائز ہوئے۔ یہی لوگ دونوں جہانوں میں کامیاب ٹھہرے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۔ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ؕ (البقرہ:۱۵۵۔۱۵۷)

(اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں کسی ایک چیز کے ساتھ یعنی خوف (غار وکوہ اور صحرا و بیابانوں میں تن تنہا ذکر وفکر اور چلہ کشی) اور بھوک اور کمی کرنے سے (تمہارے) مالوں اور جانوں اور پھلوں میں اور خوشخبری سنائیے ان صبر کرنے والوں کو جو کہ جب پہنچتی ہے انہیں کوئی مصیبت تو کہتے ہیں بے شک ہم صرف اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ خوش نصیب ہیں جن پر ان کے رب کی طرح طرح کی نوازشیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ثابت قدم ہیں۔)

قرآنی اصطلاح میں ان اوصاف کے حامل لوگوں کو "متقی" کا مقام دیا گیا ہے۔ کہ جنہوں نے اپنے دامن کو دنیا کی رعنائیوں، نفس کے دھوکوں اور شیطان لعین کے بہکاوؤں سے بہ نصرت ایزدی بچاتے ہوئے رضائے الٰہی کا مقام رفیع حاصل کیا ہے چنانچہ اللہ کریم نے اس مقام عزت کو صرف انہی لوگوں کیلئے مختص کرتے ہوئے اعلان فرمایا ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۝ (الحجرات:۱۳)

(بے شک تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے)

اس آیت کریم کی تفسیر میں آپ ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع سے صرف دو اقتباس پیش کئے جائیں گے۔

۱۔ اے لوگو! انسانوں کے بس دو ہی گروہ ہیں، ایک نیک متقی جو اللہ کے نزدیک محترم ہے دوسرا بدکار، بدبخت جو اللہ کے نزدیک حقیر ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ روز محشر تم سے تمہارے حسب ونسب کے بارے میں باز پرس نہیں کرے گا۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ محترم وہ ہوگا جو زیادہ متقی ہوگا۔ ۶

نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ جس دور میں سے ہم گزر رہے ہیں یہ تا قیام قیامت اولیا اللہ کا دور ہے اب دیکھتے ہیں کہ اولیاءِ کرامؒ نے یہ مقام رفیع کس ڈگری لینے پر حاصل کیا ہے! اللہ کریم خود وضاحت فرماتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (یونس:۶۲۔۶۴)

(سن لو (زمین و آسمان والے) بے شک اللہ کے ولیوں (دوستوں) پر نہ کچھ خوف ہے۔ (شدائد دنیا سے) اور نہ کچھ غم (قیامت کی ہولناکیوں سے) وہ جو ایمان لائے اور (اس کے بعد عمر بھر) پرہیزگاری کرتے رہے۔ انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں (اخلاق ذمیمہ سے پاک، پرسکون چہرہ، مخلوق میں مقبولیت دوام، دیدارِ رب سے سرفراز، سچے خوابوں (مبشرات) کی صورت میں) اور آخرت میں (مشاہدہ و رضائے الٰہی کی صورت میں) اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں (وہ بندہ سے اپنا یہ وعدہ پورا کر دکھائے گا۔ یہی بڑی کامیابی ہے (دونوں جہانوں میں اس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہیں)۔

معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو دونوں جہانوں میں امن وسلامتی کی گارنٹی، مختلف نوازشات کی خوشخبریاں، مقام رضائے الٰہی حاصل کرنے کی عظیم کامیابی صرف متقی (پرہیزگار) ہونے کی بنا پر ملی ہے۔ اسی حکمت کے تحت اللہ جل شانہٗ نے اہل ایمان کو نصیحت کی کہ۔

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ○ (البقرہ:۱۹۷)

(اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔)

اس آیت کے تحت حضرت امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ ''عوام کا تقویٰ جسم کو گناہ سے دور رکھنا ہے جبکہ خواص کا تقویٰ ماسوی اللہ سے پرہیز کرنا ہے''۔ ؎

بروز حشر میری بہشت کے وارث بھی صرف وہ ہونگے جن کے پاس تقویٰ کی سند (ڈگری) ہوگی۔

کلام الٰہی مُہر تصدیق ثبت فرماتا ہے: تِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا ○ (المریم:۶۳) (یہ وہ جنت ہے جس کا ہم وارث بنائیں گے اپنے بندوں سے (صرف) اس کو جو متقی ہوگا۔)

قیامت کا انعقاد ہی متقیوں کیلئے ہوگا تاکہ بدکاروں اور ان کے دشمنوں کو ان کی شاہی وشان کا پتہ چلے۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ (القصص:۸۳)

(اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے)

یا اللہ مہربانی فرما کر عوام الناس کے سامنے اس اجمال کی ذرا تفصیل بھی بیان فرمائیے۔ چنانچہ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ ط كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ ○ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ طَیِّبِیْنَ لا یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ لا ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (النحل:۳۰-۳۲)

(اور (آخرت میں) بہت ہی عمدہ ہے پرہیزگاروں کا گھر (ان کیلئے) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہونگے۔ رواں ہونگی ان کے نیچے نہریں۔ ان کے لیے وہاں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یوں بدلہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو۔ وہ متقی جن کی روحیں فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں (کیونکہ وہ اپنے اعمال صالحہ کا صلہ (مبشرات میں) بہشت میں پہلے ہی تیار دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت) فرشتے (ان سے) کہتے ہیں (اے نیک بختو!) سلامتی ہو تم پر۔ داخل ہو جاؤ جنت میں ان (نیک اعمال) کے باعث جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔)

مخبر صادق علیہ السلام کی خبر: اَلدُّنْیَاءُ مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃُ کی تعبیر آنکھوں سے دیکھو۔

اس کے بعد اسی موضوع سخن کے مطابق مجاہدات وریاضات اور فقر اختیاری کے علم بردار مردانِ خود آگاہ (رجال اللہ) کی گفتار و کردار پر قدر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی کہ میدان معرفت میں کس اہم ہتھیار کے ذریعے انہوں نے نفس اور شیطان کے ساتھ مقابلہ کرکے انہیں بچھاڑا ہے۔ ؏ گر قبول اُفتد زہے عزوشرف۔

(۲) بھوک کی فضیلت

(احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں)

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اور بعض اوقات ان کی بھوک دیکھ کر رحم کے مارے رو پڑتیں۔ اور آپ ﷺ کے پیٹ مبارک پر ہاتھ پھیر کر کہتیں کہ میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں دنیا سے اتنا تو لے لیا کریں جس سے کچھ قوت رہے اور بھوک سے محفوظ رہیں۔ تو آپ ﷺ یہ فرماتے کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا میرے بھائیوں نے یعنی اولوالعزم رسولوں نے مجھ سے بھی زیادہ شدائد (مشکلات) اٹھائے اور ان پر صبر کر کے جب پروردگار کے سامنے گئے تو ان کی بڑی تکریم ہوئی۔ اور نہایت ثواب عنایت ہوا۔ مجھ کو جب یہ بات یاد آتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ زندگی میں کچھ آرام کرنے سے کل کو ان سے کمتر رتبہ ملے پس چند روز صبر کرنا آسان ہے اس سے کہ آخرت میں حصہ کم ملے۔ اور مجھ کو اپنے بھائیوں اور دوستوں سے ملنے کے سوا کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بہ خدا اس گفت و گو کے بعد آپ ﷺ کو ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ آپ ﷺ نے وفات پائی۔ ۸

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک روٹی کا ٹکڑا آپ ﷺ کی خدمت میں لائیں آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک روٹی پکائی تھی میرا دل چاہا تو یہ ٹکڑا آپ ﷺ کے پاس لائی آپ ﷺ نے تناول فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ اول غذا ہے جو تیرے باپ ﷺ کے منہ میں تین دن پیچھے پہنچی ہے۔ ۹

(۳) صحابی رسول حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں اے بھانجے! ہم ایک چاند کے بعد دوسرا چاند دیکھتے ہیں۔ دو ماہ میں تین چاند دیکھتے حضور اکرم ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی حضرت

عروہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے خالہ جان! پھر آپ لوگوں کی گزراوقات کیسی ہوتی تھی۔ فرمایا ہماری گزراوقات دو سیاہ چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر ہوتی تھی۔ سوائے اس کے کچھ انصار آپ ﷺ کے پڑوسی تھے انہوں نے کچھ دودھ والی اُونٹیناں آپ ﷺ کے لئے مخصوص کر رکھی تھیں اور وہ ان کا دودھ آپ ﷺ کی خدمت میں بھجوا دیا کرتے تھے اور سرکارِ دو عالم ﷺ وہ دودھ ہمیں پلا دیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری شریف)

(۴) حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ساری زندگی اپنے لئے کوئی گھر نہیں بنایا جہاں نیند کا غلبہ ہوتا آرام فرماتے، اون کا لباس زیب تن فرماتے اور درختوں کے پتوں پر گزارہ کرتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا بھی لباس و بچھونا اون کا تھا ساری زندگی جو کی روٹی نمک کے ساتھ تناول فرماتے رہے۔ (شمائل رسول ﷺ)

(۵) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم نے بارگاہ رسالت ﷺ میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا دکھایا اس پر آپ ﷺ نے اپنے شکم اطہر سے کپڑا اٹھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔'' (شمائل ترمذی)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ'' آپ ﷺ نے کبھی مدت العمر اپنے گھر والوں کو تین دن متواتر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہیں دی''۔ ۱۰

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ'' میں شدّت بھوک سے منبر رسول ﷺ اور حجرہ عِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا کوئی آدمی آتا اور میری گردن پر پاؤں رکھ دیتا کیونکہ وہ خیال کرتا کہ مجھ پر جنون کی کیفیت طاری ہے حالانکہ مجھے جنون وغیرہ کچھ نہ تھا بلکہ یہ حالت بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی۔'' (بخاری شریف)

(۸) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ'' آپ ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نماز کے اندر حالت قیام میں بھوک کی شدت سے گر پڑتے اور یہ اکثر

اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم ہوتے حتیٰ کہ اعرابی کہنے لگتے یہ لوگ دیوانے ہیں جب سرکار دو عالم ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو ان کے طرف متوجہ ہو کر فرماتے اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارے لئے اللہ کے ہاں کیا (اجر و ثواب) ہے تو تم اس بات کو پسند کرو کہ تمہارے فاقے اور حاجت مندی میں مزید اضافہ ہو"۔ (جامع الترمذی شریف)

(۹) آپ ﷺ کا فرمان ہے "جب بندہ اپنے کھانے میں کمی کرتا ہے تو اس کا جوف (سینہ یا پیٹ) نور سے بھر دیا جاتا ہے۔" (الجامع الصغیر)

(۱۰) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کو تم میں سب سے زیادہ وہ بندہ پسند ہے جو کم کھانے والا اور ہلکے بدن والا ہو" (الجامع الصغیر)

(۱۱) حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "فقراً اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ کیونکہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور تمام انبیاء مبتلائے فقر تھے"۔ ۱۱

(۱۲) آپ ﷺ نے فرمایا "شیطان ابنِ آدم علیہ السلام کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے بھوکے رہ کر اس کی گزرگاہ کو تنگ رکھا کرو"۔ ۱۲

(۱۳) آپ ﷺ کا فرمان ہے "اَفْضَلُ الْعِبَادَاتِ اَحْمَزُهَا" یعنی سب سے افضل عبادت وہ ہے کہ جس میں تکلیف زیادہ ہو"۔ (کشف الخفاء)

(اور یہ واضح ہے کہ انسان کے لئے بھوک سے زیادہ تکلیف دہ اور کوئی چیز نہیں ہے)

(۱۴) آپ ﷺ نے فرمایا "اپنے نفسوں کے خلاف بھوک اور پیاس کے ساتھ جہاد کرو، اس کا اتنا ثواب ہے گویا کہ تم اللہ کے راستے میں جہاد کر رہے ہو۔ اور خدا کے نزدیک بھوک اور پیاس سے بڑھ کر اور کوئی محبوب چیز نہیں"۔ ۱۳

(۱۵) کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آدمیوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "جس شخص کی غذا کم ہو اور اس قدر پر راضی ہو جس سے اس کا ننگا پن چھپ جائے"۔ ۱۴

(۱۶) آپ ﷺ نے فرمایا "عملوں کا سردار بھوک ہے اور نفس کی ذلت! اون کا لباس ہے"۔ ۱۵

(۱۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا ﷺ نے فرمایا "اون کا کپڑا پہنو اور آدھا پیٹ کھاؤ پیو یہ ایک نبوّت کا جزو ہے"۔ ۱۶

(۱۸) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار ﷺ نے فرمایا "مرتبہ کے اعتبار سے خدا کے نزدیک قیامت کے دن ہم میں سے افضل وہ ہوگا جو زیادہ تر بھوکا رہتا ہوگا اور زیادہ ذکر اللہ کرتا ہوگا۔ اور قیامت کے دن تم میں سے بُرا وہ ہوگا جو بہت سونے والا، بسیار خور (زیادہ کھانے والا) اور بہت پینے والا ہو"۔ ۱۷

(۱۹) روایت ہے کہ آپ ﷺ کو بھوکا رہنا زیادہ پسند تھا اور اکثر اپنے آپ ﷺ کو بھوکا ہی رکھتے تھے۔ ۱۸

(۲۰) حدیث قدسی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس شخص پر! جو دنیا میں کم خورد و نوش کرتا ہو فرشتوں پر فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندہ کو دیکھو کہ میں نے اس کو دنیا میں اکل و شرب (کھانا پینا) زیادہ (وافر) دیا ہے مگر اس نے صبر کیا اور ان کو ترک کر دیا۔ تم گواہ رہو کہ جو لقمہ وہ چھوڑے گا اس کے عوض جنت میں درجات عنایت کرونگا۔ ۱۹

(۲۱) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ سے زیادہ قریب وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں زیادہ بھوکے، پیاسے اور غمگین رہے وہ لوگ چھپے متقی ہیں اگر ظاہر ہوں تو کوئی نہ جانے اور اگر غائب ہو جائیں کوئی تلاش نہ کرے۔ سب زمین ان کو جانتی ہے اور فرشتے ان کو گھیرے

رہتے ہیں۔ وہی اچھے لوگ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی طاعت بھی اچھی طرح وہ ہی کرتے ہیں۔ لوگ نرم نرم فرش بچھاتے ہیں اور وہ اپنا ماتھا اور گھٹنے بچاتے ہیں۔ نبیوں کے اخلاق اور افعال لوگوں کو نہ ملے مگر ان کو حفظ ہیں۔ جس زمین پر سے جاتے ہیں۔ تو زمین ان کیلئے روتی ہے۔ اور جس شہر میں کوئی ان میں سے نہ ہو اس پر خدا کا غضب نازل ہو جاتا ہے۔ دنیا کیلئے مردار کُتوں کی طرح نہیں لڑتے۔ بقدر سدّ رمق (صرف رشتہ زندگی بحال رہنے تک) کھاتے ہیں اور پھٹا پرانا پہنتے ہیں، میلے کچیلے رہتے ہیں۔ جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ ان کو کچھ مرض ہے حالانکہ ان کو کوئی مرض نہیں اور بعض سمجھتے ہیں کہ ان کی عقلیں جاتی رہیں اور یہ بات بھی نہیں ہوتی بلکہ جن چیزوں پر لوگوں کی عقل دنیا میں دوڑتی ہے۔ وہ ان میں نہیں پائی جاتی۔ اس واسطے لوگ جانتے ہیں کہ بے عقل ہیں مگر وہ لوگ وہ باتیں سمجھتے ہیں کہ جہاں لوگوں کی عقل گم ہو جاتی ہے۔ شرفِ آخرت انہیں لوگوں کیلئے ہے۔

اے اسامہ رضی اللہ عنہ جس شہر میں ایسے لوگ نظر آویں تو جان لے کہ ان کے امن کا باعث یہی ہیں۔ جس قوم میں وہ ہوتے ہیں خدا ان کو عذاب نہیں دیتا۔ زمین ان سے خوش ہے اور خدا بھی ان سے راضی۔ آدمیوں میں ان کو اس لئے رکھا ہے کہ شاید ان کے باعث ان کی نجات ہو اور اگر تجھ سے بھوک پیاس کی برداشت مرتے دم تک ہو سکے تو کیا کر۔ اس کے باعث تجھے شرف منزلت ملے گا اور نبیوں کی صف میں داخل ہوگا اور جب تیری روح فرشتوں کے پاس جائے گی تو وہ خوش ہونگے اور خدا تجھ پر رحمت کرے گا۔ ۲۰

(۲۲) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اون پہنو اور مستعد رہو اور نصف پیٹ کھاؤ۔ آسمان کے فرشتوں میں داخل ہو جاؤ گے۔'' ۲۱

(۲۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین سے فرمایا کہ ''اے زمرۂ حواریین اپنے معدوں کو بھوکا

رکھو اور بدنوں کو ننگا رکھو تا کہ تمہارے دل خدائے قدوس کو (بلا حجاب) دیکھ سکیں۔'' ۲۲

(۲۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مومن پانچ مصیبتوں میں ہے۔ ایک تو مومن اس کا حسد کرتا ہے۔ دوسرا منافق اس سے بُغض رکھتا ہے۔ تیسرا کافر اس سے لڑتا ہے۔ چوتھا شیطان اس کو بہکاتا ہے۔ پانچواں نفس اس سے جھگڑتا ہے۔ (الجامع الصغیر)

(۲۵) حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو، تمہارے لئے کھل جائے گا۔ انہوں نے پوچھا کہ ہمیشہ کس چیز سے کھٹکھٹاتے رہیں آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ''بھوک اور پیاس سے''۔ ۲۳

(۲۶) رسولِ خدا ﷺ نے ''فقر'' اختیار کیا اور فرمایا ''اے خدا مجھے مسکین کی زندگی عطا کر، مسکین کی موت دے اور حشر کے دن مسکینوں کی جماعت میں اُٹھا۔ ۲۴

(۲۷) آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کریم فرمائیں گے۔ ''مجھ سے میرے محبّت کرنے والوں کو قریب کرو! پس فرشتے پوچھیں گے تجھ سے محبت کرنے والے کون ہیں پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: فقراً و مساکین''۔ ۲۵

(۲۸) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ محبوب خدا ﷺ کے سامنے سے ایک شخص گزرا، حضور ﷺ نے فرمایا! اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے بارے میں صحیح رائے تو وہی ہے جو آپ ﷺ کی رائے ہے۔ البتہ ہمارے خیال میں ایک معزز ترین شخص ہے یہ شخص اس قابل ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح دے تو اس کے پیغام کو قبول کیا جائے، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر گفتگو کرے تو اُس کی بات کو غور سے سُنا

جائے۔ اس پر حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔

پھر ایک دوسرا شخص آپ ﷺ کے پاس سے گزرا آپ ﷺ نے پوچھا تم اس شخص کے متعلّق کیا کہتے ہو؟ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا! یارسول اللہ! ہمارا خیال ہے کہ یہ نادار مسلمانوں میں سے ایک ہے یہ اس لائق ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح بھیجے گا تو اس کے ساتھ نکاح نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ سفارش کرے گا تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی اور اگر وہ بات کرے گا تو اس کی بات کو سُنا نہ جائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا! اُس مالدار شخص جیسے لوگوں سے زمین بھری ہو تو بھی یہ اکیلا فقیر اُن سب سے بہتر ہے۔ (سُنن ابن ماجہ)

(۲۹) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم رحمت دو عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا! اگر مجھے تلاش کرنا ہو تو تم میں سے جو کمزور (نادار) ہیں مجھے ان میں تلاش کیا کرو، کیونکہ ان کمزوروں کی برکت سے ہی تمہیں رزق ملتا ہے اور انہی کے وجود سے تمہیں برکت حاصل ہوتی ہے۔ (جامع ترمذی)

(۳۰) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور نورِ مجسّم ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری)

(۳۱) حضور ﷺ کے برادرِ نسبتی اُم المومنین حضرت جویریہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: آپ ﷺ نے فرمایا! حضور اکرم ﷺ نے اپنے وصال کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا، نہ دینار، نہ لونڈی، نہ غلام اور نہ کوئی اور چیز سوائے آپ کے سفید خچر اور (جنگی) ہتھیاروں کے اور زمین کو آپ ﷺ نے صدقہ کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری)

(۳۲) حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کا بچھونا اتنا ہی وسیع تھا جتنی قبر میں میت رکھنے کی جگہ ہوتی ہے

اور آپ ﷺ کی جائے نماز آپ کے سرہانے کے پاس تھی۔ (سُنن ابی داؤد)

(۳۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اُون کا لباس پہنا اور پیوند لگے ہوئے جوتے پہنے، آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے بشع (بچا ہوا ٹھنڈا کھانا) کھایا اور کھردرا لباس پہنا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ "بشع" سے کیا مُراد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: موٹے جو جن کو پانی کے گھونٹ کے بغیر نگلنا محال ہو۔ (سنن ابن ماجہ)

(۳۴) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ طیبہ کی اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی اور اس کے عوض اس سے اپنے اہل خانہ کے لئے "جو" حاصل کئے تھے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کبھی "صاع" بھر گیہوں یا "صاع" بھر اناج نے رات نہیں گزاری حالانکہ آپ ﷺ کے زیر کفالت نَو (۹) ازواجِ مطہّرات تھیں۔ (صحیح بخاری)

(۳۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت دو عالم ﷺ آئندہ کل کے لئے کوئی چیز ذخیرہ نہیں فرماتے تھے۔ (جامع ترمذی)

(۳۶) حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آٹے کو چھانا اور اُس سے حضور ﷺ کے لئے روٹی بنائی، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا، یہ کھانا ہے جو ہم اپنے علاقے میں بناتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ اس سے آپ کے لئے روٹی بناؤں، آپ ﷺ نے فرمایا! چھان کو آٹے میں واپس ملاؤ اور پھر اس کو گوندھو۔ (سنن ابن ماجہ)

(۳۷) حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے شکم مبارک کو دن کے وقت بھوک کی وجہ سے کروٹیں لیتے دیکھا (اُس وقت) آپ ﷺ کو پیٹ بھرنے کے لئے ردی کھجور بھی میسر نہ تھی۔ (سنن ابن ماجہ)

(۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں ایک

روز گرم کھانا پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا جب فارغ ہوئے تو فرمایا! الحمد اللہ، اتنے دنوں سے میرے پیٹ میں گرم کھانا داخل نہیں ہوا تھا۔ (سنن ابن ماجہ)

(۳۹) حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا! حضور ﷺ نے کبھی چھنا ہوا باریک آٹا تناول فرمایا؟ انھوں نے فرمایا! حضور ﷺ نے اُس وقت سے لیکر جب اللّٰہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا، اِس وقت تک، جب اللّٰہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اِس دارِ دُنیا سے بلا لیا، کبھی چھنا ہوا باریک آٹا نہیں دیکھا، راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا! کیا زمانہ نبوی ﷺ میں تمہارے پاس چھلنیاں ہوا کرتی تھیں؟ اُنھوں نے جواب دیا: نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت سے انتقال تک چھلنی دیکھی ہی نہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا! پھر آپ ﷺ اَن چھنے جو کیسے کھایا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا، ہم جوؤں کو پیستے تھے، اُس پر پھونک مارتے تھے، جو اُڑ جاتا وہ اُڑ جاتا اور جو باقی بچتا ہم اُس کو تر کر کے کھا لیتے تھے۔ (صحیح بخاری)

(۴۰) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے اہل خانہ نے اگر کبھی ایک دن میں دو وقت کا کھانا کھایا تو ایک وقت کا کھانا کھجوروں پر مشتمل ہوتا۔ (صحیح بخاری)

(۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا! یارسول اللّٰہ میں بھوک سے لاچار ہوں، نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہّرات میں سے ایک کے پاس پیغام بھیجا تو انھوں نے جواباً عرض کیا! اُس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میرے ہاں پانی کے سوا کچھ نہیں، پھر آپ ﷺ نے ایک دوسری زوجہ مطہّرہ کے پاس پیغام بھیجا تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا کہ اُن کے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں، پھر آپ ﷺ نے (مسلمانوں سے) فرمایا! آج رات کے لئے کون اِس شخص کو اپنا مہمان بنائے گا؟ اللّٰہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے، انصار میں سے ایک شخص اُٹھا

اور عرض کیا یارسول اللّٰہ ﷺ میں (اس کو) مہمان بناؤں گا۔ (صحیح مسلم)

(۴۲) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم نورِ مجسّم ﷺ کے اہل خانہ کے کھانے کے بعد ''جو'' کی فالتو روٹی کبھی بچتی نہ تھی۔ (جامع ترمذی)

(۴۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کی زِرہ مبارک تیس صاع جَو کے عوض ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔

(صحیح بخاری)

(۴۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا تو میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار چیز کھا سکے، سوائے کچھ جوؤں کے، جو ایک طاقچے میں پڑے تھے۔ میں کافی عرصہ اُن جوؤں کو کھاتی رہی حتیٰ کہ ایک روز میں نے اُن کو ماپ لیا اور وہ ختم ہوگئے۔ (صحیح بخاری)

(۴۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے (ایک دوسرے سے) کہا: اب ہم آئندہ انشاء اللّٰہ سیر ہو کر کھجوریں کھایا کریں گے۔ (صحیح بخاری)

(۴۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (آپ ﷺ کے وصال کے بعد) کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، اُن کے سامنے بھُنی ہوئی بکری رکھی تھی، انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو (شریک طعام ہونے کی) دعوت دی، آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کے ساتھ کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ اِس دُنیا سے تشریف لے گئے جبکہ آپ ﷺ نے کبھی ''جو'' کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی۔ (میں کیسے یہ لذیز گوشت کھا سکتا ہوں)۔ (صحیح بخاری)

(۴۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ '' خداوندا جو شخص مجھ سے محبّت رکھے اس کو صبر و قناعت اور ضروری روزینہ (سدِّ رمق) عطا فرما اور جو مجھ سے دشمنی رکھے اس کے مال و اولاد میں ترقی دے''۔ (تا کہ اسے اسی دنیا میں حصہ ملے گمراہ ہو کر

اور آخرت سے محروم رہے۔) ۲۶

(۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”فقراً مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے“۔ ۲۷

(۴۹) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ ”مُردوں کی ہم نشینی سے بچا کرو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مُردے کون ہیں؟ فرمایا مالدار لوگ“۔ ۲۸

(۵۰) پیغمبر اعظم ﷺ نے فرمایا ”بھوکے پیٹ والا حق تعالیٰ کے نزدیک ستر غافل عبادت گزاروں سے زیادہ محبوب ہے“۔ ۲۹

(۵۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”شکم کو خالی اور جگر کو پیاسا رکھو اور جسم کو لباس سے آزاد! تا کہ تمہارے دل دنیا (ہی) میں دیدِ حق سے فیض یاب ہوں“۔ ۳۰

(۵۲) آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”معدہ بدن میں حوض کی مانند ہے اور نالیاں (رگیں) معدہ کی طرف آنے والی ہیں اگر معدہ صحت مند ہو تو نالیاں (معدہ سے) صحت لے کر پلٹتی ہیں اور اگر معدہ خراب ہو تو نالیاں بیماری لیکر واپس جاتی ہیں“۔ اس لئے بقول حکماء 80% امراض کا تعلّق پیٹ کی بے اعتدالیوں سے ہے۔ (شعب الایمان)

(۵۳) آپ ﷺ نے فرمایا ”دل کو کثرتِ خوراک (کھانے پینے) سے مُردہ مت کرو کہ دل کھیتی کی طرح ہے جب کھیتی پر پانی زیادہ پہنچتا ہے تو اس کی قوّت رُوئیدگی (اگانے کی قوت) جاتی رہتی ہے۔ یعنی مردہ بن جاتی ہے“۔ ۳۱

(۵۴) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی مجلس پاک میں ”ڈکار“ لی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اپنے ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے روز وہی زیادہ بھوکا ہوگا جس نے دنیا میں زیادہ پیٹ بھرا ہوگا“۔ (ترمذی شریف)

(۵۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”دنیا میں جو بھوک والے ہیں آخرت میں وہ شکم سیر ہونگے اور سب سے زیادہ برے (مبغوض) آدمی خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ہیں جو بدہضمی والے ہیں اور بھرے رہتے ہیں اور بندہ جو لقمہ باوجود خواہش کے چھوڑ دیتا ہے اس کو جنت میں ایک درجہ ملتا ہے“۔ (طبرانی شریف)

(۵۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”میری اُمت میں سے بُرے لوگ وہ ہیں جو دولت میں پلے ہوں اور اسی میں ان کے اجسام بڑھے (موٹے ہوئے) ہوں۔ ان کی ہمت صرف اقسام غذا اور انواع لباس تک ہو، بات کرتے وقت اپنی باچھیں خوب پھاڑتے ہوں“۔ ۳۲

(۵۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”آسمان کے فرشتے اس شخص کے پاس نہیں آتے جو اپنا پیٹ بھر کر کھائے“۔ ۳۳

(۵۸) تورات میں لکھا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کو کوئی موٹا عالم پسند نہیں اس لئے کہ موٹا پن غفلت اور بسیار خوری پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر عالم کے حق میں اچھا نہیں“۔

(۵۹) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ اس قاری سے جو پیٹ بھر بھر کر موٹا ہوا ہو بغض رکھتا ہے“۔ ۳۴

(۶۰) آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ”پیٹ بھر کر کھانے سے برص ہو جاتا ہے“۔

(۶۱) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”مومن کی نسبت کافر سات گنا زیادہ کھاتا ہے یا مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات انتڑی میں“ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساخت میں اس کی انتڑیاں زیادہ ہیں بلکہ بے برکتی سے وہ سیر ہونے کو نہیں آتا کھاتا ہی جاتا ہے)۔ ۳۵

(۶۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ”خبردار! اگر قبر میں رہنا ہے تو شہوات سے باز رہو“۔ ۳۶

(۶۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب تو روک دے بھوک کے کتے کو ایک روٹی اور خالص پانی کے پیالے سے تو دنیا اور اہلِ دنیا پر خرابی ہے''۔ ۳۷

(۶۴) عارضی دنیا میں ہمیشہ کی دنیا کو برباد کرنے والوں کیلئے مخبرِ صادق علیہ السلام نے بعد از مشاہدہ یوں حقیقت بیانی کی کہ ''قیامت کے دن کفار میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں ہر نعمت سے مالا مال ہوا ہوگا۔ کہا جائیگا کہ اسے دوزخ میں غوطہ دے دو لہٰذا اسے غوطہ دے دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا اے فلاں کیا کبھی تو نعمتوں سے مالا مال تھا تو وہ کہے گا ہرگز نہیں، میں نے کوئی نعمت نہیں پائی۔ پھر مسلمانوں میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ مصیبت زدہ اور بدحال تھا، کہا جائے گا! اسے جنت میں ایک غوطہ دے دو لہٰذا اس کو جنت میں ایک غوطہ دے دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا اے فلاں تو نے کبھی کوئی سختی دیکھی ہے تو وہ کہے گا نہیں میں نے کبھی کوئی سختی نہیں دیکھی اور نہ ہی کبھی کوئی مصیبت میں مبتلا ہوا''۔ (ابن ماجہ شریف)

(۶۵) جو لوگ خوب مرغن غذائیں کھا کر مست ہو کر برے کاموں میں لگ کر فاسق و فاجر بن کر اپنے آپ کو دوزخی بنا لیتے ہیں تو ان دوزخیوں کی خوراک کے بارے اللہ کریم بیان فرماتے ہیں: ''اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ۔ طَعَامُ الْاَثِیْمِ۔ کَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ۔ کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ'' (الدّخان: ۴۳-۴۶) (بیشک تھوہر کا پیڑ گنہگاروں کی خوراک ہے۔ گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے جیسا کھولتا پانی جوش مارے)

''وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ'' (محمد: ۱۵)

(اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے کہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے)

حضرت مغیث رضی اللہ عنہ بن سمی فرماتے ہیں کہ ''جب کسی کو دوزخ میں لایا جائے گا تو اس

سے کہا جائے گا انتظار کرو ہم تمہیں ایک تحفہ دیتے ہیں۔ پھر سانپوں کے زہر کا پیالہ اس کو دیا جائے گا جب وہ اسے اپنے منہ کے قریب کرے گا تو اس کے چہرے کا گوشت اور ہڈیاں کٹ کر گر پڑیں گے''۔ (البدور السافرہ)

(۳) بھوک کی اہمیت

؎ جُوعِ مرخاصانِ حق رادادہ اند   تا شوند از جُوع شیرو زور مند (رومیؒ)

(بھوک! صرف خاصانِ حق کا حصہ ہے تا کہ وہ روحانی طور پر طاقتور اور شیر بن جائیں۔)

(صحابہ کرامؓ، اولیائے کرامؒ اور حکمأ کی نظر میں)

(۱) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ "اے لوگو میں چاہتا تو تم سے اچھا کھانا کھاتا اور تم سے بہتر لباس پہنتا۔ لیکن میں اپنا عیش وراحت اپنی آخرت کیلئے باقی رکھنا چاہتا ہوں۔ جو ہمیشہ کی زندگی ہے۔" ۳۸

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "پیٹ بھرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ زندگی میں بوجھ اور موت کے وقت باعثِ بدبو ہے"۔ ۳۹

(۳) قول صوفیأ ہے کہ "ترکِ شہوات ولذات سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈے پانی کا شربت پینے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ بروزحشر میں اس کا حساب نہیں دے سکتا"۔

حضرت یسار بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے آٹا نہیں چھانا اور اگر چھانا بھی ہے تو انکی مرضی کے خلاف کیا ہے"۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ایک بار بیمار ہوگئے۔ تازہ مچھلی کیلئے ان کا جی چاہا، دو تین دن تلاش بسیار کے بعد جو ملی تو ڈیڑھ درہم کی خرید کر پکوائی۔ جب روٹی پر رکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ اتنے میں ایک سائل دروازے پر آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خادم کو حکم دیا کہ اس کو روٹی سمیت سائل کو دیدو۔ خادم نے عرض کیا جناب اتنے دنوں سے آپ رضی اللہ عنہ کا جی چاہتا تھا۔ نہیں ملتی تھی اب جو ملی تو ڈیڑھ درہم (نہایت مہنگے

داموں) میں خرید کر آپ رضی اللہ عنہ کیلئے پکوائی۔ اب آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کی بجا آوری کیلئے سائل کو نقد رقم دیدیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ اس مچھلی کو روٹی سمیت اسے دیدو۔ پھر بھی خدام نے سائل کو کہا کہ آپ اس خوراک کو ایک درہم کے عوض واپس دوگے؟ سائل رقم پر راضی ہوگیا۔ خادم نے رقم دیکر مچھلی اور روٹی دوبارہ لاکر آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا اور مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ سائل کو رقم دیکر راضی کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خادم کو حکم دیا کہ سائل کو یہی کھانا مع رقم واپس کردو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ "جس شخص کو کوئی خواہش پیدا ہوئی اور اس نے اپنی خواہش کو روک کر خلافِ نفس کام کیا تو اللہ تعالیٰ بروزحشر اس کی مغفرت فرمائے گا۔" چنانچہ خادم نے آپ رضی اللہ عنہ کا حکم مانتے ہوئے سب کچھ سائل کے حوالے کردیا۔ ۴۰

حضرت یحیٰی بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اگر جنت کا ولیمہ کھانا ہو تو اپنے نفس کو خوب بھوکا رکھو۔ جتنا زیادہ بھوکا رکھوگے۔ اتنی ہی اس کی (ولیمۂ جنت کیلئے) اشتہا بڑھے گی"۔

(۴) حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ اپنا آٹا گوندھ کر دھوپ میں رکھ دیتے۔ جب سوکھ جاتا تو کھا لیتے اور کہتے کہ ایک ٹکڑے اور نمک پر رہنا چاہیے یہاں تک کہ آخرت میں بھنا گوشت اور عمدہ کھانا تیار ہو جائے، اور کوزہ اٹھا کر ایک ٹھلیا میں سے پانی پی لیتے جو تمام دن دھوپ میں رہتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی لونڈی کہتی کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ اپنا آٹا مجھے دے دیا کریں تو پکا دیا کروں گی اور پانی بھی سائے میں رکھ کر ٹھنڈا کر دیا کرونگی۔ تو آپ رضی اللہ عنہ جواب دیتے کہ مقصد تو بھوک کے کتے کا روکنا ہے سو وہ یوں بھی رک جاتا ہے۔

(۵) حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک رہتے اور ہمارے پاس کیکر کے درخت کے پتوں کے سوا کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا۔ قضائے حاجت کے وقت ہماری حاجت بکری کی مینگنیوں کی مثل ہوتی جس پر لیس دار

مادے کا نام ونشان تک نہ ہوتا۔ (صحیح بخاری شریف)

(ہمارے مرشد کریم بابا بنوں والی سرکارؒ ہنگو کے پہاڑوں میں مجاہدات کے دوران اپنی اجابت کے بارے میں بھی بالکل اسی طرح فرماتے تھے)۔

(۶) حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ بھوک پر اتنا زور کیوں دیتے ہیں فرمایا اس لئے کہ ''فرعون اگر بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعویٰ نہ کرتا اور اگر قارون بھوکا ہوتا تو کبھی بھی بغاوت نہ کرتا''۔ ۴۱

(۷) بھوک اللہ تعالیٰ صرف اپنے پیاروں کی نصیب کرتا ہے۔ ''وَالْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ فِیْ الْاَرْض'' یعنی بھوک زمین پر حق تعالیٰ کا طعام ہے۔ ۴۲

نیز بزرگان دین کا قول ہے ''اَلْجُوْعُ رَأْسُ مَالَنَا''۔ (بھوک ہمارا بہترین سرمایہ ہے)

(منہاج العابدین)

(۸) صوفیاء کا قول ہے کہ ''شکم سیری نفس میں ایک نہر ہے جدھر سے شیطان پہنچ جاتا ہے اور بھوک روح میں ایک نہر ہے جہاں سے فرشتے گزرتے ہیں''۔ (سبع سنابل)

(۹) حضرت محمد بن واسعؒ خشک روٹی نمک سے کھا لیتے اور فرماتے ''جو دنیا میں اتنی مقدار میں راضی ہو جاتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا''۔ ۴۳

(۱۰) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ ''جب دنیا کا کوئی اہم کام آجائے تو اسے پورا کرنے سے پہلے کھانا مت کھاؤ، کیونکہ کھانا عقل کو کھا جاتا ہے۔ (فطور پیدا کرتا ہے)''۔

(مناقب امام ابوحنیفہؒ)

(۱۱) حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ''دل کی سختی کے دو اسباب ہیں (۱) پیٹ بھر کر کھانا (۲) زیادہ بولنا''۔

(۱۲) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں مجھے لبنان کی پہاڑیوں میں کئی اولیائے کرام کی

صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا ان میں سے ہر ایک نے مجھے یہ وصیت کی کہ جب لوگوں میں جاؤ تو انہیں یہ چار باتیں بتا دینا۔ (۱) جو پیٹ بھر کر کھائے گا اس کی عبادت سے لذت جاتی رہے گی۔ (۲) جو زیادہ سوئے گا اس کی عمر سے برکت جاتی رہے گی۔ (۳) جو لوگوں کی خوشنودی چاہے گا رضائے الٰہی اس سے جاتی رہے گی۔ (۴) جو غیبت اور فضول گوئی کرے گا اس سے ایمان کی سلامتی جاتی رہے گی۔ (ایمان پہ نہ مرے گا)''۔ (منہاج العابدین)

(۱۳) حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ ''بیٹا جب معدہ پرُ (بھرا) ہو تو فکر سو رہتا ہے اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہیں اور حکمت بیکار ہو جاتی ہے''۔ ۴۴

(۱۴) حضرت شفیق بلخیؒ کا قول ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے جس کی دکان خلوت اور اوزار بھوک ہیں۔ ۴۵

(۱۵) حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''جب اللہ جل شانہٗ نے دنیا کو پیدا کیا تو سیر شکمی میں معصیّت و جہالت اور بھوک میں علم و حکمت رکھی''۔ ۴۶

(۱۶) صوفیاؒ میں سے ایک سے منقول ہے کہ میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے کسی نے کہا کہ مالک بن دینارؒ اور محمد بن واسعؒ کو جنت میں داخل کرو۔ اب میں دیکھنے لگا کہ ان میں سے کونسا شخص پہلے داخل ہوتا ہے۔ دیکھا کہ محمد بن واسعؒ پہلے داخل ہوئے، میں نے اس کا سبب پوچھا تو جواب ملا کہ اس کے پاس صرف ایک قمیص تھی اور مالک بن دینار کے پاس دو قمیصیں تھیں۔ ۴۷

(۱۷) حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ''ہم نے تصوف کو قیل وقال (بحث ومباحثہ) سے نہیں بلکہ بھوک، دنیا سے دوری اور لذاتِ نفسانی کو ترک کر کے حاصل کیا ہے''۔

(سبع سنابل)

(۱۸) حضرت فتح موصلیؒ کو جب مرض اور بھوک زیادہ ہوتی تو کہتے کہ الٰہی تو نے مجھ کو مرض

اور بھوک میں مبتلا کیا اور تو اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا کیا کرتا ہے۔تو کونسی بات پر تیری نعمت کا شکر کروں۔ ۴۸

(۱۹) حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن واسعؒ سے کہا کہ خوشحال وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ سدِّ رمق (صرف رشتہ حیات برقرار رکھنے کیلئے) دے اور وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو۔انہوں نے فرمایا! نہیں۔خوشحال وہ شخص ہے جو صبح شام بھوکا رہے اور پھر خدا سے راضی رہے۔ ۴۹

(۲۰) حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں ''الٰہی تو نے مجھ کو اور میرے عیال کو بھوکا رکھا اور اندھیری راتوں میں بے چراغ رکھا۔ یہ باتیں تو اپنے دوستوں سے کیا کرتا ہے مجھ کو یہ بڑا رتبہ کیسے دیا ہے''۔ ۵۰

(۲۱) حضرت ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ ''رات کے کھانے میں سے ایک لقمہ کم کھانا مجھ کو بہ نسبت تمام شب کی بیداری کے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ۵۱

مزید فرماتے ہیں کہ بھوک اللہ کے خزانے سے صرف اسی کو عنایت ہوتی ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے''۔ ۵۲

نیز آپؒ فرماتے ہیں کہ سیر شکمی میں چھ آفتیں پوشیدہ ہیں۔

(۱) حلاوتِ عبادت سے محرومی (۲) حکمت و دانائی سے دوری (۳) شفقت خلق سے محرومی (۴) عبادت میں سستی و گرانی جو کہ منافقوں کی علامت ٹھہری (۵) شہوات و وساوس کی بھرمار (۶) خالی پیٹ انسان ہر وقت پاک اور مسجد کے رابطے میں رہتا ہے جبکہ پیٹو انسان ہر وقت گندی جگہوں کی تلاش میں رہتا ہے۔(معاذ اللہ) ۵۳

(۲۲) حضرت بکر بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

۱۔کم خواب ۲۔کم خور ۳۔کم راحت پسند ۵۴

(۲۳) حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ ''طالبین آخرت کے حق میں کوئی چیز کھانے سے زیادہ مضر نہیں۔اور فرمایا کہ حکمت و علم بھوک میں ہیں۔(جبکہ لوگ اسے کتابوں میں تلاش کرتے ہیں) معصیّت اور جہل! سیری میں، نیز کوئی عبادت اس سے بڑھ کر نہیں کہ ہوائے نفسانی کے خلاف حلال چیز کو ترک کرے۔فرمایا کہ لوگ جو ابدال ہوئے ہیں تو شکم بھوکا رکھنے، بیداری اور خلوت سے ہوئے ہیں فرمایا کہ آسمان اور زمین میں ہر نیکی کی جڑ بھوک ہے اور بدی کی اصل پیٹ بھر کر کھانا ہے۔فرمایا کہ وساوس صرف نفس کو بھوکا رکھنے سے دور ہوتے ہیں۔فرمایا کہ اللہ اس بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب وہ بھوک، مرض اور مصیبت میں ہو''۔ ۵۵

(۲۴) حضرت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ بخدا! خدا کی محبّت بھوک کے بغیر نہیں ملتی۔اولیاءُ اللہ پانی پر نہیں چلتے اور زمین ان کیلئے طے (سمٹنا) نہیں ہوتی مگر بھوک سے۔ ۵۶

(۲۵) حضرت شیخ ابوطالب مکیؒ فرماتے ہیں کہ پیٹ مثل ستار کے ہے۔کہ خالی لکڑی میں تار لگے رہتے ہیں مگر اس کی آواز سریلی اور رقت آمیز ہوتی ہے۔کہ جوف دار ہوتا ہے اور اس میں کچھ بھرا نہیں ہوتا۔اسی طرح پیٹ کا حال ہے۔جب خالی رہتا ہے تو تلاوت (وارشاد) شیریں و دلنشیں ہوتی ہے اور شب بیداری و قلت خواب پر مداومت کرتا ہے۔ ۵۷

بانسری کی آواز اس لئے سُریلی ہے کہ وہ اندر سے خالی ہے۔(رومیؒ)

(۲۶) حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے دنیا کو چھوڑے پچاس برس ہو گئے ہیں مگر میرا نفس چالیس برس سے دودھ کی فرمائش کرتا چلا آرہا ہے، میں نے بھی قسم کھا رکھی ہے کہ عمر بھر تجھے نہیں پلاؤں گا''۔

(۲۷) حضرت حماد بن ابی حنیفہؒ کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت داؤد طائیؒ کی زیارت کو گیا۔ وہ دروازہ بند کئے کہہ رہے تھے کہ ''تو نے روٹی چاہی میں نے کھلا دی۔اب خرما چاہتا

ہے، قسم ہے کبھی نہیں کھلاؤں گا''۔ جب میں نے سامنے ہو کر سلام کیا معلوم ہوا کہ آپؒ
صرف اکیلے ہیں اور اپنے نفس سے مخاطب ہیں''۔

(۲۸) حضرت احمد بن خلیفہؒ کہتے ہیں کہ ''بیس برس سے میرا نفس پیٹ بھر کر پانی پینے کی
فرمائش کر رہا ہے مگر میں نے ابھی تک اسے سیراب نہ کیا''۔

(۲۹) حضرت سفیان ثوریؒ جس رات کھانا کھاتے تو رات بھر عبادت میں مصروف رہتے
اور اگر دن کو کھاتے تو متواتر نماز اور ذکر میں مصروف رہتے۔ فرماتے کہ گدھے کو کھلا کر اس
سے خوب محنت لو۔ بعض اوقات فرماتے کالی بلا (نفس) کا پیٹ بھر کر اس سے محنت لو۔

(۳۰) حضرت ابوسلیمان دارائیؒ فرماتے ہیں کہ ''ایک شہوت (خواہش نفس) کو چھوڑ دینا
ایک سال کے روزے اور شب بیداری سے افضل ہے''۔

(۳۱) بصرہ کے ایک بزرگ کا دل بیس سال تک چاول کی روٹی اور مچھلی کی فرمائش کرتا رہا
مگر وہ ٹالتا رہا۔ جب وفات پائی تو کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ کریم نے
تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ اتنی نعمتیں، کرامتیں عنایت فرمائیں، میں
بیان نہیں کر سکتا مگر سب سے پہلے جو عنایت ہوئی وہ چاول کی روٹی اور مچھلی تھی۔ ارشاد ہوا کہ
آج جتنا چاہے بے حساب جی بھر کر کھا لے تجھ سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ [۵۸]

(۳۲) حضرت شیخ کتانیؒ فرماتے ہیں کہ ''مرید میں تین چیزیں ضرور ہونی چاہیں۔ (۱)۔ نیند
غلبہ کی وجہ سے ہو (۲) کلام ضرورت کے وقت ہو (۳) کھانا فاقہ کی بنا پر ہو [۵۹]

(۳۳) حضرت ابوالعباس قصابؒ فرماتے ہیں ''مشاہدہ بھوک کا ثمر ہے کیونکہ مشاہدہ مجاہدہ
سے قائم ہوتا ہے''۔ [۶۰]

(۳۴) حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ کا فرمان ہے کہ ''وسوسہ شیطان کا تخم ہے اگر تم اسے زمین
اور پانی دو گے تو اس کا تخم اُگ آئے گا ورنہ ضائع ہو جائے گا۔ پوچھا گیا کہ زمین اور پانی کیا

ہے؟ انہوں نے کہا شکم سیری اس کی زمین ہے اور سونا اس کا پانی ہے''۔ [۶۱]

(۳۵) حضرت بایزید بسطامیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ جواب دیا
''بھوکے پیٹ اور ننگے بدن سے''۔ [۶۲]

(۳۶) ایک مرتبہ حضرت شیخ ابونسر سراج طوسیؒ (مصنّف کتاب اللُّمع فی التصوف) ماہ رمضان
المبارک میں بغداد پہنچے۔ مسجد شونیزیہ میں آپؒ کو ایک الگ حجرہ دیدیا گیا اور درویشوں کی
امامت بھی آپ کے سپرد کی گئی۔ آپؒ عید تک اپنے اصحاب کی امامت کرتے رہے اور
تراویح میں آپؒ نے پانچ قرآن مجید ختم کئے۔ ہر رات کو خادم ایک روٹی حجرہ میں آپؒ کو
دے آتا۔ جب عید کا دن ہوا تو آپؒ وہاں سے چلے گئے اور خادم نے دیکھا کہ سب تیس کی
تیس روٹیاں موجود تھیں۔ [۶۳]

گر خوری یک لقمہء از نانِ نور   خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور (رومیؒ)

(اگر تو نور کی روٹی کا ایک لقمہ چکھ لے۔ تو تنور کی روٹی پر مٹی ڈال دے گا۔)

(۳۷) مرشد کامل بابا بنوں والی سرکارؒ نے رنگ برنگے اور مرغن غذاؤں کی حقیقت کو محمود
غزنوی کے بھائی بہلول داناؒ کی زبانی یوں بے نقاب کیا کہ ''ایک دن محمودؒ نے بہلول دانا کو
شکار کیلئے اپنے ساتھ آنے کو کہا جبکہ بڑے بڑے اُمرا بھی ان کے ہم رکاب تھے۔ راستے
میں جب ایک گندگی کا ڈھیر آیا تو بہلول ٹھہر گیا اور مڑ مڑ کر ''ہاں ہاں'' ''ہوں ہوں'' کرنے
لگا۔ بادشاہ شرمندہ ہوا کہ ان کا بھائی گندگی پر جا ٹھہرا چنانچہ محمود نے خود آکر اسے بڑے سخت
لہجے میں کہا چلو آگے یہاں کیا کرتے ہو مگر بہلول نے کہا بادشاہ سلامت آپ بڑے عقلمند
ہیں ایک سوال کا جواب تو دیدیں۔ یہ گندگی کا ڈھیر مجھ سے سوال کرتا ہے کہ ہماری حقیقت یہ
ہرگز نہیں تھی ہم بہترین اور پاک صاف غذا تھے۔ مگر جب انسان نے ہمیں استعمال کیا تو
ہمیں خراب (متعفّن، بدبودار) کر کے یہاں پھینک دیا۔ اب جب بھی وہ ہمارے قریب

گزرتا ہے،نفرت سے دیکھتا ہے۔ساتھ ساتھ اپنا منہ اور ناک بھی چھپالیتا ہے۔اب گندگی کا ڈھیر پوچھتا ہے کہ قصور میرا ہے یا انسان کا؟ آپ سوچ کر اس کا جواب دیں پھر میں آگے چلوں گا۔بادشاہ لاجواب ہوگیا۔کہ بھائی واقعی سچ کہتا ہے کیونکہ ایک کھانا جب اللہ کا ایک خاص بندہ استعمال کرتا ہے تو وہ ذکرِ الٰہی کی بدولت نور بن جاتا ہے اگر ایک نفس پرست آدمی استعمال کرتا ہے تو وہ قابلِ نفرت گندگی بن کر نکل جاتا ہے۔ بقول رومیؒ ؎

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا   واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

(ایک کے کھانے سے پلیدی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے کے کھانے سے نورِ خدا)

چنانچہ بادشاہ نے بہلولؒ سے معذرت کر کے ترکِ شہوات کا وعدہ کیا۔ایک اور موقع پر آپؒ نے فرمایا کہ کوہاٹ میں ایک فقیر رہتے تھے وہ روزانہ ایک پورا دنبہ کھا جاتے تھے۔مگر اجابت مہینوں کے بعد کرتے۔کیونکہ ان کے مرشد کی ان پر اتنی توجہ تھی کہ ان پر ایک نظر ڈالتے ہی ان کا سارا کھانا نورِ الٰہی میں بدل جاتا تھا۔بقول رومیؒ ؎

باید اوّل لقمہ را سازی گہر   بعدزاں تو ہر چہ میخواہی بخور

(پہلے غذا کو نورِ معرفت میں بدلنے کی صلاحیت پیدا کر پھر جتنی مرضی آئے کھالے)۔ ۶۴

جو کھانا ذکر اور نماز کے ذریعے ہضم ہو جائے وہی نور بن جاتا ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنی غذا کو ذکر اور نماز سے ہضم کرو اور اسی پر سو مت رہو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے''۔(طبرانی شریف)

(۳۸)غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ''میں کرخ کے جنگلوں میں برسوں رہا۔درخت کے پتوں اور چھلکوں پر میرا گزارہ ہوتا۔مجھے پہننے کیلئے ہر سال ایک شخص اون کا ایک جبہ لا کر دیتا تھا۔میں گمنام رہا۔میری خاموشی کے سبب لوگ مجھے گونگا اور دیوانہ کہتے،کانٹوں پر ننگے پاؤں چلتا،خوفناک غاروں اور بھیانک وادیوں میں بلاجھجک داخل

ہو جاتا۔''دنیا'' بن سنور کر میرے سامنے ظاہر ہوتی مگر میں اس کی طرف توجہ نہ کرتا۔میرا نفس کبھی میرے آگے عاجزی کرتا اور کبھی مجھ سے لڑتا۔مگر اللہ مجھے اس پر فتح نصیب کرتا۔

میں مدتوں ''مدین'' کے بیابانوں میں رہا اور مجاہدات میں لگا رہا۔ایک سال تک گری پڑی چیزیں کھاتا اور بالکل پانی نہ پیتا۔پھر ایک سال صرف پانی پر گزارہ کرتا اور گری پڑی چیز یا کوئی اور غذا نہ کھاتا۔پھر ایک سال بغیر کچھ کھائے پیئے فاقے سے گزارتا۔مجھ پر سخت آزمائشیں آتیں۔ایک بار سخت سردی کی رات میں میرا یوں امتحان لیا گیا کہ بار بار آنکھ لگ جاتی اور مجھ پر غسل فرض ہو جاتا۔میں فوراً نہر پر آتا اور غسل کرتا۔اسی طرح اس سرد رات کی کڑکڑاتی ٹھنڈ میں چالیس بار میں نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا۔(بہجۃ الاسرار)

(۳۹)غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ''جنگل میں مجاہدہ کے دوران جب بھی بھوک سے نڈھال ہو جاتا تو جنگل کے کنارے ایک امیر آدمی کا گھر تھا۔وہ بچا ہوا کھانا،پھلوں کے چھلکے وغیرہ چار دیواری سے باہر پھینکتا۔میں بھی ایک دو رات کہ لوگ نہ دیکھیں،بھوک کی آگ بجھانے وہاں جاتا رہا،مگر دوسرے فقراً بھی مجھ سے پہلے پہنچ چکے ہوتے۔شرم کے مارے واپس آجاتا یہاں تک کہ بھوک کی شدت سے میں قریب المرگ ہو گیا تو دن کو بغداد کے شہر میں جا داخل ہوا پھولوں کے بازار سے گزر ہوا تو لوگوں نے دکانوں کو صاف کر کے سوکھی پتیاں گلی میں ڈال دیں میں انہیں چن کر کھا رہا تھا کہ اچانک ایک عجمی نوجوان آیا وہ روٹی پر بھنا ہوا گوشت رکھ کر کھا رہا تھا۔مجھ پر بھوک کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ جب لقمہ توڑتا اور منہ کھولتا۔میرے ہاتھ اور منہ بھی اس طرح ہلتے۔آخر نوجوان کی آنکھ مجھ پر پڑی،بھوکا سمجھ کر مجھے کھانے کیلئے بار بار بلایا مگر میں انکار کرتا رہا۔آخر اس نے بہت مجبور کیا تب اس کے ساتھ میں نے چند لقمے اٹھائے۔باتوں باتوں میں اس نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے بتایا۔پھر پوچھا کہ کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے گیلان کا

نام لیا۔فوراً بولا کہ آپ مشہور صوفی صومعی کے بیٹے تو نہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔وہ مجھ سے لپٹ پڑا کہ یہ کھانا آپ ہی کا تھا۔ میں کچھ روز قبل جب بغداد روانہ ہوا تو آپ کی والدہ نے مجھے آٹھ اشرفیاں دیں کہ میرا بیٹا عبدالقادر اگر آپ کو ملے تو ان کے حوالے کرنا مگر تلاش بسیار کے بعد آپ نہ ملے اور میرا اپنا زادِ راہ کل ختم ہو گیا تھا۔ آج بھوک نے تنگ کیا تو آپ ہی کی رقم سے میں نے یہ کھانا خریدا جس میں آپ خود بھی شریک ہوئے۔ بقایا رقم نکال کر اس نے میرے ہاتھ پہ رکھی مگر میں نے اس میں سے اسے گھر تک واپسی کا خرچہ دیکر باقی اپنے تصرف میں لایا۔ (طبقاتِ حنابلہ)

(۴۰) حضرت محمد بن علیان نسویؒ جو حضرت جنید بغدادیؒ کے اصحاب کبار میں شامل تھے، فرماتے ہیں کہ ”شروع میں مجھے آفات نفسیہ اور اس کے مکر و فریب کا علم ہوا۔ میرے دل مین اس کی عداوت کا جذبہ موجزن ہوا۔ ایک دن کوئی چیز لومڑی کے بچہ کے مشابہ میرے گلے سے باہر گری۔ بہ تائید ربانی میں نے سمجھ لیا کہ یہ میرا نفس ہے۔ میں نے اسے پیروں میں کچلنے کی کوشش کی مگر وہ ہر ضرب پر بڑا ہوتا چلا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ظالم! ہر چیز زخم کھا کر ہلاک ہو جاتی ہے مگر تو کہ پھول رہا ہے۔ نفس نے جواب دیا ”میں فطرتاً ایسا ہوں جو چیز اوروں کیلئے باعث تکلیف ہوتی ہے میرے لئے عین راحت ہے اور جس چیز میں اوروں کو راحت نظر آئے مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے“۔

حضرت ابوالعباس اشقانیؒ جو اپنے وقت کے امام تھے، فرماتے ہیں کہ ”ایک دن دیکھا کہ ایک سگ زرد (زرد رنگ کا کتا) میری جگہ پر سویا ہوا ہے۔ میں نے محلے کا کتا سمجھ کر مار کر بھگانے کی جو کوشش کی تو وہ میرے دامن میں گھس کر غائب ہو گیا“۔ حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ جو اپنے وقت کے قطب عالم تھے۔ اپنے نفس کو سانپ کی شکل میں دیکھا۔ ۶۵

(۴۱) ہمارے مرشد کامل بابا بنوں والی سرکارؒ فرماتے ہیں کہ ”میں پورے تین سال سر و پا

برہنہ صرف ایک چولے میں ہنگو کے پہاڑوں میں ریاضات، مجاہدات اور چلہ کشی کرتا تھا۔ صبح کے وضو سے عشاء کی نماز اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتا تھا۔ دو تین ہفتوں بعد جب بھوک سے بالکل نڈھال ہوتا تو صرف ایک چھٹانک جتنی دال پانی میں بھگو کر پی لیتا تا کہ رشتہ زندگی بحال رہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اس دوران میرا جسم شیشے کی طرح ہوتا تھا۔ جس طرف توجہ کرتا نگاہ آر پار جاتی“۔ ۶۶

(۴۲) آپ (بابا بنوں والی) سرکارؒ فرماتے ہیں کہ ”تربیت مرشد کے دوران ایک رات میں سویا ہوا تھا۔ آہٹ سی محسوس ہوئی۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک بہت بڑا کالا ڈراؤنی دیو ہیکل مجسّمہ کھڑا ہوا ہے۔ میں نے فوراً عصاء اٹھا کر آواز دی! ظالم کون ہو؟ مجسمے سے آواز آئی شاہ صاحب ڈرتے کیوں ہو؟ میں تو آپ ہی کا نفس ہوں۔ حکم خداوندی سے آپ سے جدا ہو کر اپنی حقیقت دکھا رہا ہوں۔ آپ نے مجھے اس قدر تنگ کیا کہ آپکے جسم سے نکلنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ معاً جب میں نے اپنے وجود کی طرف توجہ دی تو میرا سارا جسم کثافت نفس سے پاک سراپا آئینہ بنا ہوا تھا جس میں بغیر انوارِ الٰہی کے اور کچھ نہ تھا۔ میں نے سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے نوافل پڑھنے شروع کر دیئے“۔ ۶۷

آپؒ فرمایا کرتے کہ حدیث رسول ﷺ ہے ”اَعْدیٰ عَدُوِّکَ نَفْسَکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ“۔ (تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا اپنا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان (پیٹ) ہے۔

(۴۳) آپؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ صوفی نواب الدینؒ فرماتے تھے کہ تمہارے اندر سب سے زیادہ پلید ترین چیز تمہارا اپنا نفس ہے۔ اگر اس کی حقیقت تمہیں معلوم ہو جائے تو آپ اسے ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے اندر چھوڑنا گوارا نہ کریں گے۔ مگر خدا کی حکمت ہے کہ بغیر اولیائے اللہ کے کسی اور پر یہ حقیقت منکشف نہیں ہوتی۔

(۴۴) ہمارے مرشد کریم بابا بنوں والی سرکارؒ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ ''ہر مقصد کو حاصل کرنیکا ایک طریقہ ہوتا ہے اسی طرح ولایت الٰہی حاصل کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے۔ جو نفس کو ختم (مغلوب) کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اگر دنیا کے تمام اولیاءؒ اللہ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو یہی چیز سامنے آئے گی۔ انہوں نے ریاضیات و مجاہدات سے اپنے نفوس کو مغلوب کیا تب جا کر ولایت الٰہی کے مقام پر پہنچے کیونکہ معرفت الٰہی دولت، طاقت اور خوبصورتی سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ دولت لازوال صرف اپنے نفس کو پامال کر کے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ بقول حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ؎

تا ز جاروب ''لا'' نہ روبی راہ　　　نہ رسی در سرائے ''الا اللّٰہ''

یعنی جب تک تو اپنے نفس پر نفی کی تلوار نہ چلائے اس وقت تک اثبات (خدا) کو نہیں پہنچ سکے گا۔ ۶۸

(۴۵) ایک مرتبہ مرشد کامل بابا بنوں والی سرکارؒ نے فرمایا کہ ''جب خداوند کریم نے نفس کو پیدا فرمایا تو اس سے پوچھا تُو کون ہے؟ اور میں کون ہوں؟ نفس نے جواب دیا کہ خدایا! تو تو ہے اور میں میں ہوں۔ اللہ کریم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے دوزخ کے اس طبقے میں ڈال دیں جس میں سب سے زیادہ دہکتی آگ ہو۔ ہزار سال بعد اللہ کریم نے اسے بلایا اور اپنے سامنے کر کے پوچھا تُو کون ہے؟ نفس نے جواب دیا کہ خدایا! تُو تُو ہے اور میں میں ہوں۔ پھر اللہ کریم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے جہنّم کے اس طبقے میں ڈال دو جو سب سے زیادہ سرد ہے۔ فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی۔ ہزار سال بعد پھر خداوند کریمؒ نے اسے بلا کر پوچھا کہ بتا تو کون ہے؟ پھر بھی جواب دیا خدایا تو تو ہے اور میں میں ہوں۔ پھر اللہ کریم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے جہنّم کے اس طبقے میں ڈال دیں جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو۔ فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی مدت ہی گزری کہ نفس پریشان ہوگیا اور معافی مانگ کر

اللہ اللہ کرنے لگا اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے پھر میرے پاس لاؤ۔ جب سامنے آیا تو اللہ نے پھر وہی سوال کیا کہ تو کون ہے؟ اس پر نفس نے فوراً جواب دیا خدایا میں عاجز، ناقص اور تیری مخلوق ہوں تو آقا ہے اور میں تیرا تابع فرمان بندہ ہوں۔ تو ہی سب کچھ ہے میں کچھ بھی نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب کر کے فرمایا یہ نفس جو کہ ہر انسان میں مَیں نے اپنی قدرت سے ڈال دیا ہے یہ اس وقت تک میری تابعداری اور اپنی ہار نہیں مانے گا جب تک کہ اسے بھوکا اور پیاسا نہ رکھا جائے۔ اسے ہر قسم کی سزا دی گئی مگر پرواہ تک نہیں ہوئی۔ جب بھوکا اور پیاسا رکھا گیا فوراً اپنی ہار مان کر مجھے اپنا خالق اور خود کو مخلوق (عاجز) تسلیم کیا۔ اس طرح انسان بھی جب تک اسے یہی سزا نہ دے وہ اس وقت تک میری قربت اور دوستی کا دم تک نہیں بھر سکتا۔ مری دوستی اور میری قربت صرف وہی انسان حاصل کرسکتا ہے جو خلاف نفس اور تہذیب نفس کرے''۔ ۶۹

(۴۶) اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صحبت نبوی ﷺ میں صرف معلومات نفس کے بارے زیادہ تر پوچھا کرتے تھے۔ کیونکہ سب سمجھ اس کے سمجھنے میں تھی۔ عارف باللہ عارف نفس ہی ہوا کرتا ہے۔ اولیاءؒ کرامؒ کے پاس خدا کی طرف سے نفس کو مغلوب رکھنے کے چار بیرونی ذرائع ہیں۔ ۱۔ بیماری ۲۔ غربت ۳۔ مسافری ۴۔ اقرباءؒ کی دشمنی۔ ۷۰

(۴۷) حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ نفس کے ساتھ ریاضت کی تلواروں سے لڑنا چاہیے۔ اور ریاضت چار طرح پر ہے۔ ۱۔ تھوڑا کھانا ۲۔ تھوڑا سونا ۳۔ بقدر حاجت بولنا۔ ۴۔ مخلوق خدا کی ایذا کو سہنا۔ تھوڑا کھانے سے شہوت مر جاتی ہے، تھوڑا سونے سے نیت صاف ہوجاتی ہے، کم بولنے سے آفتوں سے سلامتی ملتی ہے اور ایذائے خلق برداشت کرنے سے اقصیٰ مراتب کا حصول ہوجاتا ہے۔

اور یہ بھی آپ رضی اللہ ہی کا فرمان ہے کہ انسان کے دشمن تین ہیں۔ (۱)۔ دنیا

(۲)۔شیطان (۳)۔نفس۔ دنیا کے شر سے زہد کے ذریعے بچے، شیطان کے شر سے اس کی مخالفت سے اور نفس کے شر سے ترک شہوات سے۔ [۱]

(۴۸) حضرت ابو جعفرؒ کا قول مبارک ہے کہ ''پیٹ اگر بھوکا ہو تو جسم کے باقی اعضاء پر سکون ہوتے ہیں اور اگر پیٹ بھرا ہوا ہو تو دوسرے اعضاء (شہوات کی بھوک سے) بے سکون ہو کر مختلف برائیوں کی طرف رجوع کرنے لگ جاتے ہیں۔(منہاج العابدین)

(۴۹) حضرت سید یحییٰ معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ ''جو پیٹ بھر کر کھانے کا عادی ہو جاتا ہے۔اس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے اور جس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے وہ شہوت پرست ہو جاتا ہے اور جو شہوت پرست ہو جاتا ہے تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔اور جسکا دل سخت ہو جاتا ہے۔وہ دنیا کی آفتوں میں غرق ہو کر دوزخ کا ایندھن بن جاتا ہے۔

(المنبہات العسقلانیؒ)

(۵۰) حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ ''عبادت میں حلاوت اُس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک تو اپنے اور شہوتوں کے درمیان لوہے کی ایک مضبوط دیوار کھڑی نہ کردے''

(طبقات الصوفیہ)

اگر لذّت ترکِ لذّت بدانی   دگر لذت نفس لذت نخوانی

(ترک لذّات کی لذّت اگر تو چکھ لے (انوار و تجلّیات اور حلاوت ذکر کی صورت میں) تو تُو لذائز نفسانی کو لذّت ہی تصور نہ کریگا)۔

(۵۱) حضرت شیخ حسن بصریؒ فرماتے ہیں ''اپنے دسترخواں پر دو سالن جمع نہ کرو کیونکہ یہ منافقوں کا کھانا ہے (عوارف المعارف ص ۴۸۱)

نیز آپؒ فرماتے ہیں کہ مومن ایک ننھّی سی بکری کی طرح ہے جسے ایک مٹھّی بھر گھاس اور ایک پیالہ پانی کافی ہوتا ہے۔جبکہ منافق ہر چیز ہڑپ کرتا جاتا ہے۔نہ اپنے بھائی اور نہ

اپنے پڑوس کیلئے کچھ چھوڑتا ہے''۔(قوت القلوب) بقول رومیؒ

ہر کہ آخر بیں بود او مومن است   ہر کہ آخُر بیں بود اُو بیدن است

(ہر معاملے میں جس کی نظر آخرت کے نفع پر ہو وہ مومن ہے۔اور جس کی توجہ ہر وقت کھرلی (چرنے چگنے یا کھانے پینے کی اشیاء) پر ہو وہ بے دین ہے)۔ [۲]

(۵۲) حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ''شکم سیری جان کنی کے وقت اور میدان محشر میں حساب و کتاب کے وقت سختی کے علاوہ آخرت میں ثواب کی کمی کا بھی باعث بنتی ہے۔دنیا میں جسقدر مرغوب نفس غذا کھاؤ گے قیامت میں اسی قدر سختی کا سامنا کرنا پڑے گا۔(نیز غذا جسقدر زیادہ مرغن ہو گی اس سے بدبو بعد از استعمال بھی اسی قدر زیادہ ہو گی۔جسطرح جانور عام گھاس پھوس کھا لیتا ہے۔اس کے پاخانے سے کوئی خاص بدبو نہیں جاتی۔یعنی غذا کا وبال اسی دنیا میں بھی زیادہ پڑتا ہے)۔

(۵۳) حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے کہ ''جس شخص کی کوشش ہمیشہ اس چیز پر صرف ہو جو پیٹ میں اترتی ہے پھر اس کی قیمت بھی وہی کچھ ہوتی ہے جو پیٹ سے نکلتی ہے''۔ [۳]

(۵۴) حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ ''گھڑی بھر کیلئے خواہش کی پیروی طویل (جانکاہ) غم کا باعث ہوتی ہے مگر پھر بھی انسان باز نہیں آتا''۔

(۵۵) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''ایسے انسان کو اکڑ اور تکبّر کیسے جچتا ہے کہ وہ ایک غلیظ اور پلید ترین قطرے سے جنا گیا ہو اور ہمہ وقت اپنے پیٹ میں پلیدی اٹھائے ہوئے ہے۔(محفل میں اگر ذرا سی نکل جائے تو عزت و آبرو خاک میں مل جاتی ہے)۔

(۵۶) حضرت مصعب بن زبیرؓ فرماتے ہیں ''تعجّب ہے انسان تکبّر کرتا ہے حالانکہ وہ دوبار پیشاب گاہ سے نکلا ہوا ہے''۔

(۴) بھوک کے فوائد

(ازافادات حجّتہ الاسلام !امام غزالیؒ)

حضرت امام غزالیؒ نے بھوک کے دس چیدہ چیدہ فوائد بیان کئے جونذرقارئین ہیں۔ ہے

(۱) صفائی قلب، چستی اور بصیرت کامل حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ سیر ہوکر کھانے سے ذہن اندھا، دماغ میں نشہ چڑھ جاتا ہے۔ جس سے قوت فکر مفقود ہوجاتی ہے۔ دل بھاری ہوکر فکرو ادراک سے کٹ جاتا ہے خصوصاً لڑکپن کے دوران زیادہ کھانے سے قوّت حافظہ ماند پڑ جاتا ہے۔ ذہن بگڑ جاتا ہے جس سے لڑکا غبی بن جاتا ہے۔ حضرت ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ بھوک اختیار کرو بھوک ہی سے علوم آسمانی (علم لدُنی) کے دروازے کھل جاتے ہیں جس سے نفس ذلیل اور قلب رقیق (نرم) ہوجاتا ہے۔ جو خشیّتِ الٰہی کا پیش خیمہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنے دلوں کو کم ہنسنے اور کم کھانے سے زندہ کرو اور بھوک کے ذریعے سے پاک کروتا کہ ان میں صفائی اور نرمی آجائے''۔ اکابر صوفیاء کا قول ہے کہ بھوک! اگرچ، قناعت! ابر کی طرح ہے۔ جن سے حکمت کی بارش برستی ہے۔ بفرمان آپ سرکار ﷺ ''کہ جو شخص اپنا پیٹ بھوکا رکھتا ہے اس کی سوچ میں اضافہ اور دل ہوشیار ہو جاتا ہے''۔

اور بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو پیٹ بھر کر سوجاتا ہے۔ اس کا دل سخت ہوجاتا ہے۔'' یہ بھی آپ سرکار ﷺ کا فرمان ہے کہ ''ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ بھوک ہے۔'' حضرت شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جب کبھی میں رضائے الٰہی کیلئے بھوکا رہا۔ ایک دروازہ حکمت اور عبرت کا اپنے دل میں ایسا کھلا پایا کہ پہلے کبھی نہ تھا''۔

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''بھوک ایک ابر ہے جس سے بندہ کے دل سے بھوک کے وقت حکمت برستی ہے''۔ سرچشمہ حکمت و موعظت آپ ﷺ نے فرمایا ''حکمت کا نور گرسنگی (بھوک) ہے۔ اللہ سے دور ہونا شکم سیری ہے۔ قُربِ الٰہی حُبّ مساکین میں ہے۔ شکم سیر ہوکر نور حکمت اپنے دلوں سے مت بجھاؤ۔ جو شخص رات کو تھوڑی سی غذا میں نماز پڑھتا ہے، صبح تک حوریں اس کا پہرہ دیتی ہیں''۔

(۲) بھوک سے قلب کی نرمی حاصل ہوجاتی ہے۔ جس سے قوتِ ادراک بڑھتی ہے۔ لذّتِ ذکر نصیب ہوجاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابو سلیمان درانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے عبادت میں حلاوت (مٹھاس) جبھی نصیب ہوتی ہے۔ کہ جب میری پیٹھ پیٹ سے لگ جائے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں تعجّب کی بات ہے کہ بعض لوگ اپنے سینے میں آخور (تھان، طویلے، کھرلی) لئے پھرتے ہیں پھر مناجات میں حلاوت بھی چاہتے ہیں۔

(۳) بھوک سے تفاخر، تکبّر، نافرمانی اور غفلت کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ ان کی جگہ عجز و انکساری جنم لیتے ہیں۔ منکسر کے معنی ٹوٹا یا توڑنا کے ہیں یعنی نفس کو اگر توڑ کر ذلیل کرنا چاہتے ہو تو انکساری اختیار کرو۔ جس سے نفس اپنا زور گنوا کر فرمانبرداری میں آجاتا ہے۔ جب تک نفس مغلوب نہیں ہوتا بارگاہ الٰہی میں عزت افزائی نہیں ملتی۔ شکم سیری دوزخ کا دروازہ ہے شکم سیری جب ختم ہوگئی تو ایسے سمجھ لیں کہ دوزخ کا دروازہ بند ہوگیا تو اس کے بالمقابل جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں جسطرح مشرق اور مغرب۔ جتنا ایک کی طرف چلو گے دوسرا دور ہوجائے گا۔

(۴) بھوک سے عذاب الٰہی اور مصیبت کا خوف دامن گیر رہتا ہے۔ بھوکا انسان ان سے غافل نہیں ہوسکتا۔ اہل مصیبت پر ترس آنے لگتا ہے اور میدان محشر کے مصائب کا احساس ہمیشہ مدِّنظر رہتا ہے۔ اسی احساس مصیبت کو بیدار کرنے کیلئے انبیاً و اولیاً مصائب میں مبتلا

ہوتے رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے استفسار پر کہ آپ ہر وقت بھوکے کیوں رہتے ہیں۔ آپ تو بادشاہ ہیں سارے خزانے آپ کے قبضے میں ہیں تو آپ فرماتے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ پیٹ بھر کر بھوکوں کو نہ بھول جاؤں۔ ؎

؎ آنکہ درراحت وتنعم زیست اُوچہ داند کہ حالِ گُرسنہ چیست (سعدیؔ)

(جس نے ساری زندگی خوشیوں اور نعمتوں میں گزار دی اُسے بھوکے کی حالت کا کیسے پتہ چل سکتا ہے؟)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب دنیا کے سارے خزانے پیش کئے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعراض کرتے ہوئے فرمایا کہ "نہیں بلکہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں جب بھوکا رہوں تو صبر اور تضرّع کروں اور جب کچھ کھاؤں تو شکر کروں"۔ (ترمذی شریف)

(۵) اوّل بھوک شہوت کا توڑ ہے کیونکہ تمام شہوات مقوّی اور ملوّن غذاؤں سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب غذاؤں کی کمی ہوئی تو شہوات خود بخود کمزور ہو کر دم توڑ جاتی ہیں یا کم از کم قابو میں آجاتی ہیں۔

دوئم نفس امّارہ پر سواری صرف بھوکے رہنے سے ہو سکتی ہے۔ جس طرح سرکش گھوڑے پہ سواری بے آب و دانہ رکھنے پر ہی ممکن ہے۔ بھوک سے جب تک کمزور نہ ہو وہ اپنی پشت پر کسی پہلوان کو بھی ہاتھ لگانے نہیں دیتا۔ بعینہٖ نفس امّارہ کا حال ہے کہ بھوک ہی سے اسے تابع کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "اوّل بدعت جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانے کی ہے۔ کیونکہ سیر شکمی سے نفس زندہ ہو جاتا ہے اور نفس پھر دنیا کی دلدل میں پھنسا دیتا ہے اللہ معافی دے"۔ نیز بھوکے انسان کی قوت گویائی کم ہو جاتی ہے جس سے وہ غیبت، چغل خوری، جھوٹ، فحش گوئی، دل لگی، خرافات وفضولیات سے محفوظ

ہو جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ آفتِ زبان سے بچ کر ایک محفوظ قلع میں آجاتا ہے۔

(۶) بھوک سے نیند جاتی رہتی ہے اور بیداری نصیب ہو جاتی ہے۔ جس سے ہر کارِ خیر! چاہے عبادت و ریاضت ہو یا محنت و مشقّت: پوری مستعدی اور توجہ سے سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ زیادہ کھانے سے زیادہ پانی پینے کی ضرورت ہوتی ہے اور زیادہ پانی پینے سے بقول حکماءً ہر وقت نیند کا غلبہ رہتا ہے۔ نیند کا نتیجہ غفلت ہے۔ غافل انسان نہ عبادت کر سکتا ہے اور نہ مراقبہ۔ کثرت نوم کی دوسری خرابیوں کے علاوہ تہجّد چھُوٹ جاتی ہے۔ دل سخت ہو جاتا ہے جو نہی سر رکھا احتلام کا بھی خدشہ۔ بقول حضرت ابوسلیمان دارانیؒ کہ کثرتِ احتلام کثرتِ خورد و نوش کی سزا ہے۔ اس لیے نیند کو چشمہ آفات کہا گیا ہے۔ نیند بمنزلہءِ موت کی ہے جس سے عمر میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

(۷) بھوکے رہنے سے عبادت کیلئے وقت بچ جاتا ہے۔ خاص کر مُجرد آدمی کیلئے کہ کھانا پکانے میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ زیادہ کھانے سے وضو ٹوٹنے کا احتمال رہتا ہے جبکہ کم کھانے والا اکثر باوضو رہ سکتا ہے۔ جسکی بہت بڑی فضیلت ہے۔ حضرت شیخ سرّی سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں شیخ جُرجانیؒ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا تو اُن کے پاس کھانے کیلئے صرف ستّو پڑا تھا۔ پوچھنے پر بتایا کہ چبانے اور پکانے پر وقت لگ جاتا ہے۔ ستّو پھانک کر نفس کو مطمئن کر کے باقی وقت اوراد و وظائف پر کیوں نہ لگا دیا جائے۔ لہٰذا چالیس برس سے میرا یہی معمول چلا آ رہا ہے۔ میں نے کسی کھانے پکانے پہ اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کیا۔

صوفیاءً کے نزدیک بھوک کا عادی انسان ہی اکثر روزہ کی نعمت سے سرفراز رہ سکتا ہے۔ زیادہ کھانے والے کیلئے صرف رمضان شریف کے تیس روزے بھی وبالِ جان بن جاتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب خداوند قدّوس سے ہم کلامی کا شرف نصیب ہوا تو چلّہ کے دوران (چالیس دن تک) انہوں نے کھایا نہ پیا۔ (قضائے حاجت کی

ضرورت ہی نہ پڑی اس لئے متواتر چالیس دن تک باوضو رہے)۔

(۸) بھوک سے بیماریاں نزدیک نہیں آتیں جس سے تندرستی بدن بحال رہتی ہے اور انسان دلجمعی سے عبادت الٰہی اور اوراد و وظائف سرانجام دے سکتا ہے جبکہ بیمار انسان نہ اپنی جان کیلئے ہوتا ہے اور نہ جہان کیلئے بلکہ ہر وقت ڈاکٹروں کے چکر میں رہتا ہے ۔ یا مختلف عوارض کی پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔ جبکہ معاشی بدحالی بھی اُسے گھن کی طرح لگ جاتی ہے بھوک اللہ و رسول اور مرشد کی خوشنودی دلا کر دیگر سب پریشانیوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

اہل کتاب کے نزدیک جب آپ ﷺ کی یہ حدیث پہنچی کہ انسان کے پیٹ کی ایک تہائی غذا، ایک تہائی پانی اور ایک تہائی سانس لینے کیلئے ہے۔ تو از راہ تعجّب تسلیم کیا کہ تندرستی بدن کیلئے اس سے بڑھ کر کسی حکیم کا نسخہ نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”شکم سیری اصل مرض ہے۔ پرہیز اصل دوا ہے اور عادی بناؤ ہر جسم کو جس کا وہ عادی ہو“۔ یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان ہے ”صُوْمُوْا تَصِحُّوْا“ یعنی روزہ رکھو اور تندرست رہو۔ حضرت ابن سالمؒ فرماتے ہیں کہ اگر گیہوں کی روٹی کوئی ادب سے کھائے تو مرض موت کے سوا کبھی بیمار نہ پڑے ان سے پوچھا گیا کہ ادب کیا ہے؟ فرمایا کہ بھوک پر سیری سے پہلے ہاتھ کھینچ لینا۔ الغرض غذا کی کمی سے اجسام بیماریوں سے محفوظ اور قلوب سرکشی و تکبّر سے محفوظ رہتے ہیں۔

(۹) بھوکے رہنے اور کم کھانے سے کافی معاشی فائدہ پہنچتا ہے۔ پیسہ کم خرچ کرنے سے دوسرے کی محتاجی نہ رہے گی نیز بچت کر کے کسی کارِ خیر میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں فکر معاش کا بوجھ بھی ہلکا ہوجاتا ہے۔ حلال و حرام کی تمیز برقرار رہتی ہے۔ کسی دوسرے کی جائز حاجت پوری کر سکے گا یا بطور قرض حسنہ ثواب حاصل کر سکے گا۔ مومن کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنا خرچ کم رکھے۔ بعض صوفیأ کہتے ہیں کہ ہم اپنی اکثر حاجتیں اس طرح پوری کرتے ہیں کہ انہیں ترک کر دیتے ہیں۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ جب بھی میں کسی دوسرے شخص سے

اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے قرض لینا چاہتا ہوں تو اپنے نفس ہی سے اس خواہش کو قرض لیکر ترک کر دیتا ہوں۔ تو میرا نفس اس معاملے میں میرے لئے خوب مددگار ثابت ہوتا ہے، حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اپنے یاروں سے معقولات کا نرخ پوچھتے اگر وہ گراں بتاتے تو فرماتے کہ ”ترک کر کے ارزاں کرلوں“۔

(۱۰) کم کھانے سے صدقہ و خیرات میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس کا فائدہ بروزِ حشر آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق مچلتی دھوپ میں ہر کوئی اپنے صدقہ کے سایہ تلے ہوگا۔ صدقہ تو شۓ آخرت ہے اور خدا کے خزانہ میں جمع ہو کر ذخیرۂ آخرت بن جاتا ہے۔ جبکہ اپنا کھایا پیا مٹی اور پاخانہ میں ملکر ضائع ہوجاتا ہے۔ اب یہ انسان کی اپنی مرضی کہ صدقہ کر کے بقا کر دے یا کھا کر فنا کر دے۔ پہن کر پرانا کر دے یا زیادہ کھا کر ہیضہ میں مبتلا ہوجائے یا بدہضمی کا شکار ہو کر بے چین ہوجائے۔ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کی توند دیکھ کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس قدر غیر کے پیٹ میں جاتا تو تیرے واسطے اچھا ہوتا یعنی آخرت کیلئے ذخیرہ ہوتا۔

المختصر بھوک خزانہ آخرت اور کلید جنت ہے جبکہ سیر شکمی کلیدِ دنیا، وبالِ آخرت اور دوزخ کا پیش خیمہ ہے۔

(۵) قول فیصل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

یہ ہر کسی کی اپنی خوشی کی بات ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: ''وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ''(العنکبوت:٦)
(اور جو اللہ کی راہ میں (ریاضت و مجاہدہ کی) کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کی کوشش کرتا ہے۔ (تاکہ وہ خوش ہو کر اُس پر راضی ہو جائے) بے شک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔)

مجاہدات دراصل نفس کو سدھانے کیلئے کئے جاتے ہیں جیسے کہ اولو العزم انبیائے کرام علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے خاص کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غارِ حرا کی زندگی اسی چیز کا عکاس ہے، نفس کو کماحقہٗ مزکّٰی کیا تو وحی اترنا (اسرار الٰہی کا نزول بتوسط جبرائیل امین) شروع ہوا۔
اولیائے کاملین نے بھی اسی طرز پر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں مجاہدات وریاضات کئے وہ بھی تقاضۂ وقت کے مطابق اپنی اصلاح کے بعد پھر اصلاح نفوس کی طرف متوجہ ہوئے پھر اس میدان میں اُنہیں بھی انہیں کی طرح گزر اوقات کرنا پڑا تا حدِّ مشابہ بشریّت! خواب وخور سے بھی استفادہ کرتے رہے جس طرح حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ سے کسی نے پوچھا کہ شروع میں آپکا کیا حال تھا تو انہوں نے عجیب عجیب مشقّتیں بیان فرمائیں کہ مدت تک میں نے بیری کے پتوں پر گزارہ کیا، تین برس تک انجیر کوٹ کوٹ کر کھائے پھر تین برس تک صرف تین درہم کی غذا کھاتا رہا، پھر پوچھا گیا کہ اب کیا حال ہے! فرمایا اب کچھ حد اور وقت مقرر نہیں جس قدر ضروری سمجھتا ہوں اور جس وقت مناسب جانتا ہوں کھا لیتا ہوں۔ حضرت معروف کرخیؒ کے پاس لوگ بعداز مجاہدات اچھے اچھے کھانے بھیجتے۔ آپؒ کھا لیتے اور فرماتے ہم خدا کے مہمان ہیں جب کھلاتا ہے تو کھا لیتے ہیں، جب بھوکا

رکھتا ہے تو صبر کر لیتے ہیں۔ ۵؎

دراصل ''خَيۡرُ الۡاُمُوۡرِ اَوۡسَطُهَا ''بہترین کام میانہ روی ہے اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا کہ بعض اصحاب رضی اللہ عنہم ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور تمام رات کو عبادت کرتے ہیں تو انہیں منع فرما کر حدِّ اعتدال میں رہنے کی ہدایت کر دی۔ کم کھانے میں دراصل فرشتوں سے مشابہ ہونے کی ترغیب ہے فرشتوں کی اِقتدا انسان کیلئے درجہ کمال ہے اور یہ انسان کی اپنی ہمت ہے کوئی جبر نہیں۔ بقول شیخ سعدیؒ ؎

قدم پیش نہ کز ملک بگزری اگر باز مانی ز دد کم تری

ہمت کر یعنی مجاہدات وریاضت کر کہ فرشتوں سے بھی آگے نکل جائے گا۔ اگر ہمت ہار گیا (غفلت میں پڑا) تو جانوروں سے بھی بدتر ہو جائے گا۔ (فرمان الٰہی کے مطابق ''كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ '') حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ''وہ روٹی کے ساتھ گوشت اور گھی کھا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں دُرّہ سے مارا اور فرمایا کہ کسی دن روٹی دودھ سے، کسی دن گھی سے، کسی دن تیل سے، کسی دن نمک سے اور کسی دن روکھی اور پھیکی کھا'' اس کو اعتدال کہتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کا سبق اعتدال کا تھا۔ ٦؎

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات اس قدر روزے رکھتے گمان گزرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطار نہ کریں گے اور کبھی افطار کے دن اتنے ہوتے معلوم ہوتا کہ اب روزے نہ رکھیں گے۔

حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے کافی اہل اللہ کو بھوک میں ثابت قدم دیکھا۔ یہاں تک کہ ان میں بعض تو ہفتہ بھر میں صرف ایک بار رفع حاجت کیلئے جاتے کیونکہ وہ بار بار بیت الخلاء میں جا کر برہنہ ہونے میں اپنے اللہ سے شرماتے تھے۔

میرے شیخ تاج الدین ذاکرؒ تو اس معاملے میں یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ ان کو بارہ دن میں صرف ایک بار وضو کی حاجت پیش آتی۔ (تنبیہ المغتر)

حضرت محی الدّین ابوزکریا یحیٰ شرف النووی المعروف امام نوویؒ صائم الدّہر تھے صرف افطاری کے وقت کھانا تناول فرماتے رات کو چند لمحات کے لئے آرام فرماتے پھر سحری کے وقت صرف پانی پی کر روزہ رکھ لیتے (ساری زندگی آپکا یہی معمول رہا کیونکہ آپ ہمیشہ روزہ سے رہتے) (پیش لفظ ریاض الصالحین)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت مبارک تھی کھانے کے وقت صرف سات یا نو لقمے تناول فرمایا کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا معمول تھا کہ وہ ہفتہ میں ایک صاع (ٹوپہ) گیہوں کی مقدار تناول فرماتے اگر صرف کھجور کھاتے تو ڈیڑھ صاع (گٹھلی کے ساتھ) کے حساب سے ایک ہفتہ میں کھاتے اور بفرمان ان کے یہ از روئے فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ میں تیسرا حصہ معدہ کی خوراک ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ ہفتہ میں تین کلو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر آخری دم تک تناول فرماتے رہے اور آپ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان تھا کہ قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب اور محبوب وہ شخص ہوگا جو آخری دم تک اسی حال پر رہے جس پر اب موجود ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے زیادہ کھانا، آٹا چھاننا، پتلی چپاتیاں پکانا، رنگ برنگے کھانا اور صبح وشام یا جلد جلد کپڑے بدلنا بدعت سمجھتے تھے۔ اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کی روزانہ خوراک دو آدمی ملکر صرف تین پاؤ خرما مع گٹھلیاں پر گزارا کرتے۔

صوفیاً وعلماء کے نزدیک کھانے کے اوقات (کتنی دیر بعد کھائے) کے تین درجہ ہیں (۱) تین دن کے بعد کھانا، (ان میں سے خاص کر حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی مستقل عادت مبارک تھی)۔ (۲) چھ دن کے بعد (ان میں حضرت محمد بن

عمر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن ابراہیم تمیمیؒ، حضرت سلیمان خواصؒ، حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ، حضرت ابراہیم بن احمد خواصؒ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہیں) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا سات دن کا معمول تھا (۳) تیس دن کے بعد کھانا۔

صوفیاء کرامؒ کے نزدیک ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ رات دن صرف ایک بار کھانا کھایا جائے اس سے زیادہ کھانا اسراف میں شامل ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر صبح کو کھاتے تو شام کو نہ کھاتے، اگر شام کو کھاتے تو صبح کو نہ کھاتے اور اکابر صحابہ کرام علیہم السلام کا بھی اکثر یہی دستور رہتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا۔

اکثر سالکین ''جو'' کا بن چھنا آٹا یا چھنا ہوا آٹا نمک یا ''سِرکہ'' کے ساتھ کھانے پر اکتفا کرتے، علاوہ ازیں خلافِ نفس یا سزائے نفس وہ ہر ایک کا اپنا اپنا طریقہ کار رہا۔ جو کتب تصّوف میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (جسطرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غار حرا میں ستّو کا استعمال اور تین تین ماہ تک گھر میں آگ کا نہ جلنا وغیرہ وغیرہ۔

روایت ہے کہ ہارون الرّشید نے چار حاذق طبیب از بلاد ہند، روم، عراق اور حبش بلا کر یہ پوچھا کہ ہر ایک کوئی ایسی مجرّب دوا بتاؤ کہ جس سے کوئی مرض نہ لگے۔ ہندی نے کہا کہ میرے نزدیک ایسی دوا صرف سیاہ ہڑ ہے، عراقی نے کہا میری طرف سے ترہ تیزک تجویز ہے، رومی نے کہا میرے نزدیک گرم پانی ہے، حبشی جو سب سے زیادہ حاذق تھا بولا کہ ہڑ سے معدہ تنگ ہوتا ہے جو بذات خود ایک مرض ہے ترہ تیزک سے معدہ نرم ہوتا ہے وہ بھی ایک مرض ہے گرم پانی سے معدہ سست ہو جاتا ہے جو ایک روگ ہے میرے نزدیک ایسی دوا جس سے بیماریاں نزدیک نہ آئیں، کھانا ایسے وقت کھائیں کہ پوری خواہش ہو (اچھی طرح بھوک لگی ہو) اور موقوف (بس) ایسے وقت کریں کہ ابھی خواہش باقی ہو (چند لقموں کی گنجائش

موجود ہو) ہارون الرّشید نے صرف حبشی کا نسخہ شافی تسلیم کرتے ہوئے اسے انعام سے نوازا۔ ۷ے

حضرت امام غزالیؒ بھوک کی علامت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''بھوک کی علامت یہ ہے کہ خالی روٹی ہاتھ میں آجائے کہ بغیر سالن کے رغبت کے ساتھ کھانے کو جی چاہے اور اگر روٹی کے ساتھ سالن کی طلب ہو تو سمجھیں ابھی تک اصلی بھوک نہیں لگی''۔ ۸ے

رہی بات عوام النّاس کی تو خداوند کریم نے صاف صاف فرمایا کہ ''كُلُوْا وَشْرَبُوْ وَلَا تُسْرِفُوْا'' کھاؤ اور پیو مگر فضول خرچی نہ کرو یعنی حد سے زیادہ نہ کھاؤ۔ بقول سعدی شیرازیؒ:

؎ نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید نہ چنداں کہ از ضُعف جانت بر آید

(نہ اتنا زیادہ کھائے کہ تیرے منہ سے باہر آئے نہ اس قدر کم کھائے کہ تیری جان باہر آئے) ۹ے

؎ خداوند گفتہ كُلُوْا وَشْرَبُوْا وَلئے ایں نگفتہ كُلُوْا تا گلو

(اللہ کریم نے حلال رزق میں سے صرف رشتہ ءِ زندگی بحال رہنے کیلئے فرمایا کہ میری نعمتوں میں کھاؤ اور پیو لیکن یہ نہیں فرمایا کہ میسر آنے پر گلے تک بھرو)۔

؎ نان کم خور کہ دیگ نئ آب کم خور کہ ریگ نئ

(روٹی کم کھا! دیگ تو نہیں ہے ارے پانی تھوڑا پی ریت کا ٹیلہ تو نہیں ہے)

اب میں اس نازک موضوع کو معلّم اخلاق بلبل شیراز حضرت شیخ سعدیؒ کی دلنشین فرمودات پر ختم کرنا چاہتا ہوں اللہ کریم قبول فرمائے۔ آمین!

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''انسان کا بنیادی حق صرف اتنا ہے کہ اُس کے لئے ایک مکان ہو جس میں وہ رہ سکے، کپڑے ہوں جن سے وہ اپنا تن ڈھانک سکے، کھانے کے لئے روٹی اور پینے کے لئے پانی ہو۔'' (الحدیث الشریف)

(٦) فرمودات معلّم اخلاق حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ

عجم کے ایک بادشاہ نے ایک طبیب حاذق کو آنحضورﷺ کی خدمت میں بھیجا (تا کہ اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کا علاج کرے) کئی سال دیارِ عرب میں رہا مگر کوئی ایک شخص پوچھنے یا علاج کیلئے اس کے پاس نہ آیا۔ آنحضرتﷺ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اس خادم کو آپکے ساتھیوں کے علاج کیلئے جناب کی خدمت میں بھیجا گیا لیکن اس دوران کسی نے بھی میری طرف توجہ نہ کی کہ میرے لیے جو خدمت مقرر تھی بجالاتا۔ اس پر آپﷺ نے فرمایا کہ اس گروہ کا ایک طریق کار ہے جب تک اُنہیں بھوک مجبور نہیں کرتی نہیں کھاتے اور ابھی بھوک باقی ہوتی ہے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں، حکیم بولا کہ ان کی تندرستی کا یہی واحد سبب ہے۔ لہٰذا انہیں کوئی معالج کی ضرورت نہ ہے آستانہ کا بوسہ لیا اور چلا گیا۔

خوردن برائے زیستن وذکر کردن است　　تو معتقد کہ زیستن از برائے خوردن است

(کھانا رشتۂ زندگی بحال کرنے اور ذکر وفکر کیلئے ہے جبکہ تو نے زندگی ہی کھانے کیلئے سمجھ رکھی ہے)۔

اسیر بندِ شکم را دو شب نگیرد خواب　　شبے ز معدہ سنگی شبے ز دل تنگی

(پیٹو انسان کو کبھی بھی سکون کی نیند نہیں آتی یا زیادہ کھا کر پیٹ کے درد سے یا تھوڑا ملنے پر بھوک کی عدم برداشت سے) ۸۰

مکن رحم بر مرد بسیار خوار　　کہ بسیار خوار است بسیار خوار

(پیٹو انسان پر رحم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہر وقت ذلیل وخوار ہے) "حکیماں دیر دیر خورند و عابداں نیم سیر وزاہداں سدِّ رمق" عقلمند لوگ بہت دیر سے کھاتے ہیں عبادت گزار لوگ آدھا پیٹ کھالیتے ہیں جبکہ پرہیز گار لوگ صرف جینے کی حد تک کھاتے ہیں"۔ ۸۱

ایک عابد کا قصّہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات دس سیر (روٹی) کھاجاتا اور صبح تک ایک قرآن ختم پڑھ لیتا۔ ایک صاحبِ دل نے سنا اور کہا اگر یہ آدھی روٹی کھاتا اور ساری رات سو جاتا تو اس کیلئے بہت زیادہ بہتر ہوتا۔

اندرون از طعام خالی دار　　تا درو نورِ معرفت بینی

تہی از حکمتی بعلّتِ آں　　کہ پُری از طعام تا بینی

(اپنا پیٹ لقموں سے خالی رکھ تب تو اس کے اندر معرفت الٰہی کا نور دیکھے گا۔ تیرا سینہ علم و حکمت کی روشنی سے اس لیے خالی ہے کہ تیرا پیٹ ناک تک بھرا پڑا ہے)۔ ۸۲

خراسان کے دو فقیروں کو ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنے کا موقعہ ملا۔ ایک کمزور، کم خور، دو رات کے بعد افطار کرتا (کچھ کھالیتا) جبکہ دوسرا موٹا تازہ دن میں تین بار کھانے والا تھا۔ اتفاقاً ایک شہر کے دروازے پر جاسوسی کی تہمت میں گرفتار کئے گئے۔ دونوں کو ایک گھر میں بند کر کے باہر سے دروازے کو مٹی سے لیپ دیا گیا۔ دو ہفتہ بعد پتہ چلا کہ دونوں بے قصور ہیں۔ دروازہ کھولنے پر موٹے کو مردہ پایا جبکہ کمزور صحیح سلامت بیٹھا تھا۔ لوگوں کو اس پر تعجّب ہوا کہ الٹا کام ہوگیا ہے۔ ایک عقلمند نے دیکھ کر کہا کہ یہ کوئی تعجّب کی بات نہیں موٹا بھوک کا عادی نہ تھا، بھوک برداشت نہ کرسکا مر گیا۔ جبکہ دوسرا (بھوک کا عادی، جسم کا ضعیف اور) صابر تھا قوت برداشت اور صبر کی بدولت بچ نکلا۔

چوں کم خوردن طبیعت شد کسے را　　چو سختی پیش آید سہل گیرد

و گرتن پرور است اندر فراخی　　چو تنگی بیند از سختی بمیرد

"کم کھانے کا عادی انسان جب کسی سختی میں مبتلا ہوجائے تو آسانی سے برداشت کر لیتا ہے۔ اگر کھاتا پیتا اور موٹا تازہ کسی تنگی یا سختی میں پھنس جائے تو مر جاتا ہے"۔ ۸۳

تنورِ شکم دم بدم تافتن　　مصیبت بُود روزِ نا یافتن

(تو ہردم پیٹ کے تنور میں ایندھن ڈالے جارہا ہے۔کسی دن نہ ملنے پر تیرے لئے عذاب بن جائیگا)۔ ۸۴ؔ

خورو خواب تنہا طریق دداست بریں بودن آئین نا بخرد است

(ہمہ وقت کھانا پینا صرف جانوروں کا کام ہے اور اس روش پر قائم رہنا احمق لوگوں کا کام ہے)۔ ۸۵ؔ

؎ ہمی میردت عیسیٰؑ از لاغری تو دربند آنی کہ خر پروری

(تیرا عیسیٰ علیہ السلام (روح) بھوک سے نڈھال ہوکر مرنے کے قریب ہے اور تو ہر وقت اس کے گدھے کو کھلانے پلانے کے چکر میں ہے۔یعنی تیرے اندر موجود ''روح'' جسے ذکر واذکار اور یادِ الٰہی کی ضرورت ہے وہ مر رہی ہے۔اور روح جس پر سوار (گدھا صفت جسم، نفس، پیٹ) ہے تو اس کی بناوٹ، صحت وتندرستی اور علاج ومعالجے کے چکر میں دن رات پھنسا ہوا ہے یہ سراسر ظلم ہے پہلے روح کو غذا مہیا کرنا چاہیے پھر جسم کو! بہ الفاظ دیگر پہلے حضرت عیسیٰؑ کی خدمت کرنی چاہیے اس کے بعد جس پر وہ سوار ہے یعنی ان کے گدھے کا خیال رکھنا چاہیے مگر تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نظرانداز کر کے صرف گدھے کی خدمت کو اپنا رکھا ہے یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟)۔ ۸۶ؔ

؎ چوں دوزخ کہ سیرش کنند از وقید دگر بانگ دارد کہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد

(تیرا نفس دوزخ کی طرح ہے کہ اسے اگر مطلوبہ ایندھن سے بھر دیا جائے پھر بھی پکار اٹھتا ہے کہ اور کوئی ہے؟)۔ ۸۷ؔ

؎ دوچشم و شکم پُر نگرد بہ ہیچ تہی بہتر ایں رودہِ پیچ پیچ

(دونوں آنکھیں اور پیٹ کسی چیز سے پر نہیں ہوسکتیں جب یہ حال ہے تو میرے خیال میں یہ پُر پیچ آنت (پیٹ) خالی ہی بہتر ہے تا کہ کچھ بچت اور فائدہ تو ہو)۔کیونکہ خالی پیٹ کی

برکت سے آنکھ میں بھی قناعت آجاتی ہے۔ ۸۸ؔ

؎ ندارند تن پروراں آگہی کہ پُر معدہ باشدز حکمت تہی

(پیٹو انسان کو یہ خبر ہی نہیں کہ بھرا ہوا پیٹ حکمت ودنائی سے یکسر خالی ہے)۔ ۸۹ؔ

؎ کُجا ذکر گُنجد کز انبارِ آز بہ سختی نفس میکُند پا دراز

(حرص سے پُر (بنڈرم) ڈھیر (پیٹ) میں ذکر الٰہی کب سما سکتا ہے جہاں سانس لینا بھی محال ہے)۔ ۹۰ؔ

؎ دروں جائی ذکر است وقوت ونفس تو پنداری از بہر نان است و بس

(پیٹ صرف ذکر الٰہی! برائے نام خوراک اور سانس کیلئے ہے۔مگر تو نے اسے روٹی کیلئے مختص کر دیا ہے) ۹۱ؔ

؎ باندازہ خور زاد اگر مردمی چنیں پر شکم آدمی یا خمی

(اگر انسان ہے تو اشیائے خوردنی اندازے کے ساتھ کھا۔پیٹ کو اسقدر بھر دیا معلوم نہیں کہ کوئی انسان ہے یا کوئی مٹکا ہے؟)۔ ۹۲ؔ

؎ برو اندرونِ بدست آر پاک شکم پر نخواہد شد اِلّا بخاک

(جا! مہربانی فرما کر اپنا سینہ پاک کر کے پاکی حاصل کر لے۔جہاں تک تیرا پیٹ بھرنے کی کوشش ہے وہ تو از روئے فرمانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف قبر کی مٹی سے ہی بھر سکتا ہے اسلئے یہ سعی لا حاصل چھوڑ دے کہ یہ ظرف! دنیا میں کسی سے بھرا نہ جاسکا)۔ ۹۳ؔ

؎ بر اَوج فلک چُوں پَرَدّ جُرّہ باز کہ در شہپرش بستہ ئی سنگِ آز

(تیری شاہین صفت روح آسمان کی بلندیوں پر کیسے پرواز کر سکتی ہے کہ تو نے اس کے پروں کے ساتھ حرص وہوس کے مَنوں پتھر باندھ رکھے ہیں۔یعنی اپنی عرش آشیاں روح کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کر لے تب اس کی پرواز کا مشاہدہ کر لے کہ اسے کوئی بلندی

سوجھے گی ہی نہیں)۔ ۹۴

؎ گرش دامن از چنگِ شہوت رہا   گُنی رفت تا سدرۃُ المنتہیٰ

(روح کا دامن اگر تو لذّات وشہواتِ دنیاوی کے پنجے سے چھڑالے تو اس کی منزل سدرۃ المنتہیٰ (مشاہدہ رب) ہوگی)۔ ۹۵

مولائے رومؒ بھی معدہ ءِ انسانی کو دوزخ سے مشابہت دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ؎

عالمے را لُقمہ کرد و درکشید   مِعدہ اش نعرہ زناں ھَلۡ مِن مَزِیۡد

(وہ (پیٹ) جہاں بھر کو لقمہ بنا کر نگل گئی۔ مگر دوزخ کی طرح ابھی تک ھَلۡ مِن مَزِیۡد کی صدا لگا رہا ہے۔) اللہ کریم معافی دے دے۔ ۹۶ (آمین)

(۷) ایک غلط فہمی کا ازالہ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نفس پر اتنا ظلم وتشدد کیوں روا رکھا گیا ہے۔ حالانکہ انسان پر اس کے اپنے نفس کے بھی حقوق ہیں۔ مولانا رومیؒ اس مشکل اور پیچیدہ مسئلے کا ایک مختصر اور مدلّل جواب دیکر سائل کو یوں مطمئن کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ فاسق وفاجر اور کفار ومشرکین کو پیدا بھی خدا نے کیا ہے مگر راہِ حق کے انکار پر پھر یہاں تک حکم بھی خود دے دیا ہے کہ انہیں (کفار ومشرکین) کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو (سزا دے دو)۔ کیونکہ انہوں نے قبولِ حق سے انکار کیا ہے۔ بالکل اسی طرح ''نفس'' کو پیدا بھی اسی نے کیا اب راہِ راست (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ نْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کے مقام) سے بھٹکنے اور (کاہلی) و نافرمانی کی وجہ سے اس پر ظلم وتشدد کرنے اور اسکی سرزنش کرنے کا حکم بھی وہ خود دے رہے ہیں۔ کہ یہ میرا دشمن ہے اس کی تذلیل کر کے اسے رام کرو (تاکہ یہ مقامِ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی تَرَاہُ پر آجائے) لہٰذا سالک! حق بجانب رہا۔ اب گفتِ مولائے رومؒ ملاحظہ ہو۔

؎ امرِ حق راہ ہم بآ مرحق شکن   بر ز جاجِ دوست سنگِ دوست زن

(اے مسلمان اللہ کے حکم کو اللہ ہی کے حکم سے (مثل ناسخ ومنسوخ) توڑ دے۔ دوست کے شیشے پر دوست ہی کا دیا ہوا پتھر مار دے اور یہ جائز ہے)۔ کیونکہ الامر فوق الادب ۹۷ (بعینہٖ حضرت آدم علیہ السلام اور عزازیل کا مسئلہ ہے)

(۸) فرمودات سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ''اَلتَّصَوُّفُ مَبْنِیٌّ عَلٰی ثَمَانِ خِصَالٍ
(۱) اَلسَّخَاءُ (۲) وَالرِّضَاءُ (۳) وَالصَّبْرُ (۴) وَالْاِشَارَةُ (۵) وَالْغُرْبَةُ (۶) وَلَبْسُ الصُّوْفِ (۷) وَالسِّیَاحَةُ (۸) وَالْفَقْرُ۔
''اَمَّا السخاءُ فَلِاِبْرَاهِیْمَ وَاَمَّا الرِّضَاءُ فَلِاِسْمَاعِیْلَ وَاَمَّا الصَّبْرُ فَلِاَیُّوْبَ وَاَمَّا الْاِشَارَةُ فَلِذَكَرِیَّا وَاَمَّا الْغُرْبَةُ فَلِیَحْیٰی وَاَمَّا لَبْسُ الصُّوْفِ فَلِمُوْسٰی وَاَمَّا السِّیَاحَةُ فَلِعِیْسٰی وَاَمَّا الْفَقْرُ فَلِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ''۔
یعنی تصوف کی بناء آٹھ فضائل پر ہے۔ (جو آٹھ پیغمبروں کی اقتداء ہے)۔

(۱) سخاوت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو فدا کیا۔

(۲) رضا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کہ انہوں نے برضائے خداوندی اپنی جانِ عزیز کو پیش کیا۔

(۳) صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام کہ انہوں نے غیرت خداوندی پر صبر کیا اور کیڑوں کی مصیبت برداشت کی۔

(۴) اشارات میں حضرت زکریا علیہ السلام کہ جن کے لئے باری تعالیٰ نے فرمایا ''تین دن لوگوں سے بات مت کرو مگر اشارے سے'' اور نیز فرمایا ''جب اس نے اپنے رب کو چپکے سے پکارا''۔

(۵) غربت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کہ وہ اپنے وطن میں بھی اپنوں سے بیگانہ تھے۔

(۶) صوف پوشی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ ان کا تمام لباس اون کا تھا۔

(۷) سیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ راہِ خدا میں اتنے مجرد اور تنہا تھے کہ سامانِ زندگی میں

سے صرف پیالہ اور کنگھی رکھتے تھے اور جب دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ (چلو) سے پانی پی رہا ہے تو پیالہ پھینک دیا اور جب دیکھا کہ ایک شخص انگلیوں سے بال درست کر رہا ہے تو کنگھی بھی پھینک دی۔

(۸) فقر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اللہ جل شانہٗ نے روئے زمین کے سب خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں اور حکم دیا کہ محنت و مشقّت چھوڑ کر شان و شوکت سے بسر کرو مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی باری تعالیٰ میں خزانے نہیں چاہتا مجھے ایک روز سیر ہو کر کھانے کو دے اور دوسرے روز بھوکا رکھ۔

(گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت داتا: کشف المحجوب مترجم علاّمہ فضل الدّین گوہر، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اپریل ۲۰۰۲ء، ص ۹۴، ۹۵)۔

(۹) مرگِ اختیاری

مرگ اضطراری صرف ایک ہے مگر موتو اقبل ان تموتوا کے تحت مرگِ اختیاری کی چار قسمیں ہیں۔

(1) مرگِ احمر:۔ (سرخ موت) یعنی خلافِ نفس۔

(2) مرگِ ابیض:۔ (سفید موت) یعنی سزائے بھوک۔

(3) مرگِ اخضر:۔ (سبز موت) یعنی سادگی لباس۔

(4) مرگِ اسود:۔ (سیاہ موت) یعنی قبول آزارِ خلق۔

مرگِ اختیاری کے ہاتھوں شہید لوگوں کے بارے حضرت شیخ احمد جامؒ فرماتے ہیں ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

(ماخوذ از کتب تصوّف)

(جنھوں نے اپنے ''من'' کو مار کر اللہ کو دل و جان سے تسلیم کیا ہے انہیں بارگاہِ الٰہی سے ہر لمحہ ایک اور خوش خبری ملتی ہے۔) کُلَّ یَومٍ ھُوَ فِیۡ شَانٍ بقول اقبال:

؎ ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی بُرہان

(۱۰) جہادبالنفس

ایک مرتبہ ایک جہاد سے واپسی پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ:

''رَجَعۡنَا مِنَ الۡجِہَادِ الۡاَصۡغَرِ اِلیٰ جِہَادِ الۡاَکۡبَر ''یعنی اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس خونریز جہاد سے بڑھ کر کوئی اور جہاد بھی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جی ہاں! نفس و شیطان کے خلاف لڑنا (اصلی) بڑا اور مشکل جہاد ہے اسی جہاد اکبر (خلافِ نفس جہاد) کے بل بوتے پر ہم جہادِ اصغر (تلوار والی جہاد) لڑ رہے ہیں۔ مولانا رومیؒ نے کیا خوب فرمایا:

؎ ایں جہادِ اکبر است و آں اصغر است — ہر دو کارِ رستم است و حیدر است

(یہ بڑی جہاد ہو یا وہ چھوٹی جہاد، دونوں کام رستم اور حیدر کرار جیسے پہلوانوں کے ہیں۔)

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے اپنی امت کو متنبّہ فرمایا:

''اَشَدُّکُمۡ مَنۡ غَلَبَ نَفۡسَہٗ عِنۡدَ الۡغَضَبِ وَاَحۡلَمُکُمۡ مَنۡ عَفَا عِنۡدَ الۡقُدۡرَۃِ''

(الطبرانی فی مکارم الاخلاق) بروایت حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ (تم میں سے سب سے زیادہ طاقت ور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر غالب رہے اور تم میں سے زیادہ بُردبار وہ ہے جو قدرت کے باوجود کسی کو معاف کر دے۔)

اب مولانا رومؒ ''نفس'' کی اس تربیت گاہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

؎ ہیچ نکُشد نفس را جز ظِلِ پیر — دامنِ ایں نفس کُش محکم بگیر

(نفس کو اس مقام پہ لانے والا صرف مرشد کی ذات گرامی ہے اس لئے اس نفس کش (مُرشد) کا دامن مضبوطی سے تھام لے۔)

ؔ اللہ پڑھیوں پڑھ حافظ ہویوں ناں گیا حجابوں پردا ھُو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں بھی طالب ہویوں زردا ھُو
سَیئے ہزار کتاباں پڑھیاں پر ظالم نفس نہ مَردا ھُو
باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باہو ایہو چور اندار دا ھُو

(عرفان باھو)

حوالہ جات

۱؎ احمد رضا خان بریلوی، امام، اعلیٰ حضرت: کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، سن، ص ۲۷۷۔

۲؎ ایضاً، ص ۲۷۷۔

۳؎ فخرالدّین، مولوی، فخر العلماء: تفسیر حُسینی مترجم اردو ج ۲، کراچی نمبر ۲، مکتبہ سعید ناظم آباد، س ن، ص ۲۰۵۔

۴؎ محمد کرم شاہ الازہری، پیر: ضیاءُ القرآن ج ۳، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، رمضان المبارک، ۱۳۹۹ھ، ص ۵۴۸۔

۵؎ تفسیر حسینی ج ۱، ص ۹۰۔

۶؎ ضیاءُ القرآن ج ۴، ص ۶۰۱۔

۷؎ تفسیر حسینی ج ۱، ص ۴۸

۸؎ امام غزالیؒ، حجّۃ الاسلام: احیاءُ العلوم (اردو ترجمہ مذاق العارفین) ج ۳، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، س ن، ص ۱۱۹۔

۹؎ عبدالکریم بن ہوازن، القشیریؒ ابوالقاسم، امام: الرسالۃ القشیریہ اردو، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار، س ن، ص ۲۳۵۔

۱۰؎ احیاءُ العلوم ج ۳، ص ۱۱۹۔

۱۱؎ ابواللّیث سمرقندیؒ، فقیہ: تنبیہُ الغافلین اردو ج ۱، کراچی، ضیاء الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر، س ن۔ ص ۲۸۹۔

۱۲؎ عبدالرّحمٰن صفوری، شافعی، حضرت مولانا: نزہۃُ المجالس اردو ج ۱، کراچی، ایم ایم

سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، جولائی ۱۹۷۳ء، ص ۳۵۵۔

۱۳ احیاۓ العلوم، ج ۳، ص ۱۱۷۔

۱۴ ایضاً، ص ۱۱۷۔

۱۵ ایضاً، ص ۱۱۷۔

۱۶ ایضاً، ص ۱۱۷۔

۱۷ ایضاً، ص ۱۱۷۔

۱۸ ایضاً، ص ۱۱۷۔

۱۹ ایضاً، ص ۱۱۷۔

۲۰ ایضاً، ص ۱۱۷۔۱۱۸۔

۲۱ ایضاً، ص ۱۱۸۔

۲۲ ایضاً، ص ۱۱۸۔

۲۳ ایضاً، ص ۱۱۹۔

۲۴ علی ہجویری، داتا گنج بخشؒ، حضرت: کشف المحجوب اردو، لاہور، ضیاۓ القرآن، پبلی کیشنز، اپریل ۲۰۰۲ء، ص ۶۹۔

۲۵ ایضاً، ص ۶۹۔

۲۶ تذکرۃ الواعظین، ص ۱۲۷۔

۲۷ الرّسالۃ القشیریہ، ص ۴۰۵۔

۲۸ ایضاً، ص ۴۰۸۔

۲۹ کشف المحجوب، ص ۴۴۷۔

۳۰ ایضاً، ص ۴۴۷۔

۳۱ احیاۓ العلوم ج ۳، ص ۱۱۷۔

۳۲ ایضاً، ص ۱۳۱۔

۳۳ ایضاً، ص ۱۱۷۔

۳۴ ایضاً، ص ۱۱۸۔

۳۵ ایضاً، ص ۱۱۸۔

۳۶ ایضاً، ص ۱۳۱۔

۳۷ ایضاً، ص ۱۳۲۔

۳۸ محمد نعیم الدّین مراد آبادی، سید، حضرت، صدرالافاضل: خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، لاہور، ضیاۓ القرآن پبلی کیشنز، س ن، ص ۹۰۸۔

۳۹ احیاۓ العلوم ج ۳، ص ۱۱۹۔

۴۰ ایضاً، ص ۱۳۲۔

۴۱ کشف المحجوب، ص ۴۸۲۔

۴۲ ایضاً، ص ۴۴۲۔

۴۳ امام ابوحامد محمد غزالیؒ، حجۃ الاسلام، حضرت: مُکاشفۃ القلوب اردو (مترجم علامہ عنصر صابری)، لاہور، تصوف پبلی کیشنز رائے ونڈ روڈ، ۱۹۸۶ء، ص ۲۵۶۔

۴۴ احیاۓ العلوم ج ۳، ص ۱۱۹۔

۴۵ ایضاً، ص ۱۱۹۔

۴۶ الرسالۃ القشیریہ، ص ۲۳۶۔

۴۷ ایضاً، ص ۴۱۲۔

۴۸ احیاۓ العلوم ج ۳، ص ۱۲۰۔

۴۹ ایضاً، ص۱۲۰۔

۵۰ ایضاً،ص۱۲۰۔

۵۱ الرّسالۃ القشیر یہ،ص۲۳۷۔

۵۲ سراج طوسیؒ، ابونصر: کتاب اللّمع فی التصوّف اردو، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۰۶ء،ص۲۹۸۔

۵۳ احیأ العلوم ج۳،ص۱۲۵۔

۵۴ ایضاً، ص۱۲۱۔

۵۵ ایضاً، ص۱۲۰۔

۵۶ ایضاً، ص۱۲۱۔

۵۷ ایضاً،ص۱۲۱۔

۵۸ ایضاً،ص۱۲۸۔۱۳۷۔

۵۹ کشف المحجوب،ص۴۴۸۔

۶۰ ایضاً،ص۴۴۹۔

۶۱ نزہۃ المجالس اردو ج۱،ص۳۵۶۔

۶۲ ایضاً،ص۳۵۶۔

۶۳ کشف المحجوب،ص۴۴۵۔

۶۴ شیر محمد بزدار، صوفی: تجدید فقر، تونسہ شریف، بزدار پبلی کیشنز کالج روڈ، اکتوبر ۱۹۹۹ء،ص۴۲۷۔۴۲۸۔

۶۵ کشف المحجوب،ص۲۹۴۔

۶۶ تجدید فقر،ص۱۸۷۔

۶۷ ایضاً، ص۲۸۱۔

۶۸ ایضاً، ص۳۲۱۔

۶۹ ایضاً، ص۳۲۲۔

۷۰ ایضاً، ص۲۸۲۔

۷۱ احیأ العلوم ج۳، ص۹۷۔

۷۲ محمد نذیر عرشی نقشبندی مجدّدی، حضرت مولٰنا، مولوی: مفتاحُ العلوم (شرح مثنوی مولانا رومؒ) دفتر اوّل ح۱ ج ۲، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب، صفر المظفر ۱۳۴۴ھ،ص۱۳۱۔

۷۳ کشف المحجوب،ص۴۸۲۔

۷۴ احیأ العلوم ج۳،ص۱۲۱۔۱۲۸۔

۷۵ ایضاً،ص۱۴۰۔

۷۶ ایضاً،ص۱۴۱۔

۷۷ ایضاً، ص۱۲۵۔

۷۸ ایضاً، ص۹۷۔

۷۹ سعدی شیرازیؒ، مصلح الدّین، شیخ: گلستان مترجم، ملتان، فاروقی کتب خانہ، جنوری ۱۹۹۰ء،ص۱۲۵۔

۸۰ ایضاً، ص۱۲۴۔

۸۱ ایضاً، ص۲۴۵۔

۸۲ ایضاً، ص۹۷۔

۸۳ ایضاً، ص۱۲۵۔

۸۴ سعدی شیرازیؒ، مصلح الدّین، شیخ: بوستان، لاہور، حاجی دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار چوک انارکلی، س ن، ص۲۳۳۔

۸۵ ایضاً، ص۲۲۹۔

۸۶ ایضاً، ص۲۳۱۔

۸۷ ایضاً، ص۲۳۱۔

۸۸ ایضاً، ص۲۳۰۔

۸۹ ایضاً، ص۲۳۰۔

۹۰ ایضاً، ص۲۳۰۔

۹۱ ایضاً، ص۲۳۰۔

۹۲ ایضاً، ص۲۳۰۔

۹۳ ایضاً،ص۲۳۴۔

۹۴ ایضاً، ص۲۳۰۔

۹۵ ایضاً،ص۲۳۰۔

۹۶ مفتاحُ العلوم (شرح مثنوی مولانا رومؒ) ج۲،ص۱۸۲۔

۹۷ تجدیدِ فقر،ص۵۱۸۔۵۱۹۔

﴾باب چہارم﴿

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

با ملائک حق بگوید در سما
دوست دارم آں کثیرُ الذّکر را
(رومیؒ)

(اللہ آسمانوں میں فرشتوں کو بتاتا ہے کہ کثرت سے ذکر کرنے والا میرا دوست ہے)

ذِکرُ اللہ

قلندر جُز دو حرفِ لا اِلٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا
(اقبالؒ)

اندر کلمہ کِل کِل کردا، عشق سکھایا کلمہ ھُو
چودہ طبق کلمے اندر، قرآں ، کتاباں ، عِلماں ھُو
(سلطان باھوؒ)

هر که دیوانه بود در ذکرِ حق　　زیرِ پایش عرش و کُرسی نُه طبق

(رومیؒ)

(جواللہ کے ذکر میں دیوانہ ہو جائے ،عرش وکرسی اورنو (۹) آسمان تک اُس کے قبضے میں آجاتے ہیں۔

زمین و آسمان و چار سُو نیست　　دریں عالم بجُز ''اللّٰھوٗ'' نیست

(اقبالؒ)

(چاروں طرف یہاں تک کہ زمین سےلیکر آسمان تک اس جہانِ آب وگل میں ''اللّٰہ ھُو'' کے بغیر اور کچھ بھی نہیں ہے)۔

قُمۡ بِاِذۡنِیۡ گوے واورازندہ کُن　　درویش ''اللّٰھوٗ'' را زندہ کُن

(اقبالؒ)

(اےمردِدرویش پہلےاپنے دل کو ''اللّٰھوٗ'' (اسمِ اعظم) کے ذریعے زندہ کرلے پھر اپنے حکم سے مُردوں کوزندہ کر)

فقر قرآں اِختلاطِ ذکر و فکر　　فقر را کامل ندیدم جُز بذکر

(اقبالؒ)

قرآنی فقر ذکر وفکر کے امتزاج کا نام ہے۔ بالیقیں فقر تو ذکر کے بغیر کامل ہی نہیں ہوتا)

(۱) ذکر بالجہر کا ثبوت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ذکر کے لغوی معنی بلند آواز سے (نہ کہ خفی یا دل میں) کسی (انسان یا خدا) کو یاد کرنا کے ہیں۔ ۱

مثلاً کل محفل میں فلاں دوست کا ذکر خیر ہوا یعنی بلند اور برملا الفاظ میں اس کے بارے بات چیت ہوئی۔ اس کا چرچا ہوا۔ اس لئے لفظ ذکر کا اطلاق لغوی اور اصطلاحی دونوں صورتوں میں عموماً بلند آواز پر ہوتا ہے جیسے کہ ذکر خیر اور تذکرہ وغیرہ۔ ۲

ذکر کے معنی ''زبان سے خدا کا نام لینا ۳ (اصطلاح عرب میں) ذکر کا معنی ہے طَرۡدُ الۡغَفۡلَۃِ یعنی غفلت (جو اللہ سے آڑے ہے۔ آواز لگا کر) دور بھگا دینا کے ہیں۔ ۴

پس اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاحی اور لغوی دونوں لحاظ سے لفظ ذکر کے معنی و مطلب بلند آواز سے کسی کو یاد کرنا کے ہیں۔ اب ذکر بالجہر کے جواز میں قرآن وحدیث اور اقوال علماء وفقہاء پیش کئے جائیں گے۔ تا کہ اہل ذکر لوگ معترضین سے اپنی جان چھڑوا کر دلجمعی سے ذکر الٰہی سے خود محظوظ ہوں اور مخلوق خدا کو بھی اس طرف دعوت دے سکیں۔ اللہ کریم شرف قبولیت بخشے آمین۔

قرآن کریم میں ہے ''فَاذۡکُرُو اللّٰہ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآئَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡراً'' (البقرہ: ۲۰۰)

(اللہ کا اسطرح ذکر کرو جس طرح اپنے باپ، داداؤں کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے زیادہ۔)

کفار کا معمول تھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں حج سے فارغ ہو کر مختلف مجمع منعقد کرتے اور ان میں وہ اپنی آبائی، قومی خوبیاں اور نسبی عظمتیں بڑے زور شور سے بیان کرتے تھے۔ اسلام کی روشنی آنے کے بعد اللہ کریم نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرما کر اس کی جگہ ذکر اللہ

کرنے کا حکم فرمایا ظاہر ہے کہ ان مجمعوں میں وہ بلند آواز سے لوگوں کو آگاہ کرتے پھر اسی بلند آواز (ذکر) کے ساتھ اللہ کریم نے اپنے ذکر کرنے کا حکم فرمایا۔

تفسیر روح البیان میں آیت ''رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً'' کے تحت مفسّر نے لکھا ہے کہ ''بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ جبکہ ریا سے نہ ہو۔ تا کہ دین کا بول بالا ہو۔ ذکر کی برکت گھروں میں سامعین تک پہنچے اور جو کوئی اس کی آواز سنے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ اور قیامت کے دن ہر خشک وتر ذاکر کے ایمان کی گواہی دے''۔ ۵

قرآن کریم میں اللہ کریم نے حکم فرمایا ''فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ''۔

(النساء:۱۰۳)

یعنی پس جب نماز پڑھ چکو تو اللہ کو یاد کرو اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه) کی آواز سے حضور ﷺ کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔

مشکوٰۃ شریف باب الذکر بعد الصّلوٰۃ باقاعدہ ایک مخصوص باب ہے جس میں انہوں نے نماز پڑھنے کے بعد ذکر اللہ کے ثبوت پیش کئے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ''۔

ذکر بالجہر تمام صحابہ کرام علیہم السلام کا معمول رہا۔ (مفتاح الفلاح از علامہ تاج الدین سکندری ؒ)

تفسیر خازن زیر آیت ''وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا'' یہ روایت موجود ہے کہ آقا علیہ السلام نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''آج رات ہم نے تمہاری قرأت قرآن سنی تم کو تو داؤدی آواز دی گئی ہے اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا کہ رب کی قسم اگر مجھے خبر ہوتی کہ میرا قرآن! صاحب قرآن ﷺ سن رہے ہیں تو میں اور

بھی آواز بنا کر پڑھتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلند آواز سے اپنے رب کو یاد کرتے تھے۔ کہ ان کی آواز مبارک گھروں سے باہر سنی جاسکتی تھی، دوسری یہ کہ شارع علیہ السلام کا سُن کر بجائے منع فرمانے کے انتہائی خوشی کا اظہار فرمانا اس سے بڑھ کر ذکر بالجہر کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب صلوٰۃ اللّیل میں ہے کہ ایک رات آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رات کے مشاغل معلوم کرنے کیلئے مدینہ پاک کا چکر لگایا۔ دیکھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوب بلند آواز سے تلاوت کلام پاک فرما رہے ہیں۔ صبح دریافت کرنے پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ''سوتوں کو جگا رہا تھا شیطان کو بھگا رہا تھا''۔ اس پر آپ ﷺ نے نہایت خوشی کا اظہار فرما کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اسی بناء پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے کیونکہ اذان میں کلمہ طیبہ کا ورد اور بول بالا ہے دوسری یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کی روشنی میں ذکر خفی کا فائدہ صرف ذاکر ہی کو ہوتا ہے جبکہ ذکر بالجہر کا فائدہ ذاکر کا اپنا دل ضربِ کلمہ سے بیدار ہونے کے علاوہ عوام النّاس کو بھی ہوتا ہے کہ وہ ذکر سن کر ذکر الٰہی کرنے لگیں اگر ایسا نہ کرسکیں تو ذکر سننے کا ثواب تو ہر حال میں حاصل ہی کرلیں گے۔ اس لئے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ''اِرْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا'' یعنی ذرا اونچی آواز میں ذکر کرو۔ (فتاویٰ حدیثیہ)

مشکوٰۃ شریف باب الذّکر میں یہ حدیث پاک موجود ہے کہ رب کریم فرماتا ہے ''فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ''۔ (جو شخص مجھ کو اپنے دل میں یاد کرے تو ہم بھی اس کو اپنے نفس (پوشیدگی) میں یاد کرتے ہیں اور جو مجمع میں ہمارا ذکر کرے تو ہم بھی اس سے بہتر مجمع میں اس کا ذکر فرماتے

ہیں یعنی مجمع ملائکہ میں ۔)

اہل علم عربی داں حضرات کو عربی کے الفاظ پر غور کرنے سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ دل میں یعنی ذکر خفی کیلئے خداوندِ کریم نے سپیشل! لفظ ذکر کے ساتھ ''فِیۡ نَفۡسِہٖ'' کا اضافہ فرمایا کہ صرف لفظ ذکر! ذکر خفی کیلئے نا کافی تھا۔ جبکہ ذکر جہر کیلئے صرف اکیلا لفظ ذکر ہی استعمال فرما کر اہل زبان کو آگاہ کر دیا کہ لفظ ذکر کے معنی عربی زبان میں ذکر بالجہر ہی کے ہیں۔ جیسا کہ شروع میں لُغات کی روشنی میں ذکر کے لغوی اور اصطلاحی معنی واضح بیان کر دیئے گئے ہیں۔

فقہ اسلامی کی شہرۂ آفاق کتاب شامی جلد اول فی احکام المسجد میں لکھا ہے کہ متقدمین (پہلے والے) اور متاخرین (بعد والے) سب علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجدوں میں جماعتوں کا بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔ فقیہ ابواللیث ثمر قندیؒ احترام مسجد کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ بلند آواز سے مساجد میں ذکر الٰہی کے بغیر اور کوئی آواز نہ آئے اور احترام مسجد کیلئے لازم ہے کہ اس میں ذکر الٰہی بکثرت ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ قرب قیامت مسجدیں خوبصورت تعمیر ہونگی۔ مگر ذکر الٰہی سے خالی ہونگی اس زمانے کے علماء بدترین ہونگے اس سے فتنے پھوٹیں گے اور ان کی طرف ہی لوٹ جائیں گے۔ (جیسا کہ آج کل خود مر رہے ہیں کیونکہ یہی فتنہ باز لوگ ذکر الٰہی تک اختلاف کریں گے کہ ذکر الٰہی بلند آواز سے کرنا بدعت و ناجائز ہے جس سے مساجد جو کہ ذکر الٰہی ہی کیلئے تعمیر ہوئی ہیں۔ ذکر اللہ سے محروم ہو جائیں گی)۔ [۶]

فرمانِ الٰہی کے مطابق سب سے بڑا ظالم اور رسوائے دو جہاں وہ ہے جو مساجد میں ذکر الٰہی سے روک کر اس کو ویران کرنے کی کوشش کرے ''وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ مَّنَعَ مَسٰجِدَ

اللّٰہِ اَنۡ یُّذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ وَسَعٰی فِیۡ خَرَابِہَا۔۔۔لَہُمۡ فِی الدُّنۡیَا خِزۡیٌ وَّلَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ'' (البقرہ:۱۱۴) (اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روک دے اللہ کی مسجدوں سے کہ ذکر کیا جائے ان میں اس کے نام پاک کا اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔۔۔ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب)

بعض اہل علم نے فرمایا ''کہ بلند آواز سے ذکر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں کام زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ غافلوں کے دل کو بیدار کرتا ہے ان کے خیالات اور ان کے کانوں کو ذکر الٰہی کی طرف کھینچتا، نیند کو بھگاتا اور خوشی بڑھاتا ہے''۔

ذکر جلی اور ذکر خفی کی بحث کے آخر میں اب ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام میں اگر ہر عبادت، نیکی اور اچھائی کا کام ذکر ہی کے زمرے میں آتا ہے مگر ہر اہل ایمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں سب سے بہترین عبادت، سب سے بہترین نیکی اور سب سے زیادہ اچھا کام کروں جس سے خدا جل شانہٗ اور رسولِ خدا ﷺ، دونوں کی خوشنودی حاصل ہو۔ تو یہ معمّہ صرف بانی اسلام ﷺ ہی حل کر سکتے ہیں کیونکہ قرآن! حدیث کے بغیر سمجھ نہیں آتا قرآن کریم نے تو ذکر بالجہر یا ذکر اکبر تک سمجھا دیا گیا مگر افضل ترین ذکر کا بیان نہیں فرمایا۔ اب اس عقدہ کو بانی اسلام ﷺ نے واشگاف الفاظ میں یوں حل فرمایا کہ:

''اَفۡضَلُ الذِّکۡرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ''۔ سب سے افضل اور بہترین ذکر ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا ذکر ہے۔

بابِ شہر علومِ فقر و ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک بار عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں کیونکر ذکر کروں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے درسِ معرفت دیتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مجھ سے سن! یہاں تک کہ میں متواتر اس کو تین مرتبہ پڑھوں پھر تم اس کو تین مرتبہ پڑھو اور میں سنوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پڑھا ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا

اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ُ''۔اس کے بعداسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوسنایا۔(سبع سنابل) ۷؎

اس لئے سب انبیأ کرام علیہم السلام نے لاالٰہ الا اللّٰہ کا ذکر کیا اوراولیاءِ عظّام نے بھی فرائض وسنّن سے ہٹ کرصرف ذکر لا الٰہ الا للّٰہ کوہی اپنایایا درودشریف کاوردا پنا مستقل وطیرہ بنایا۔ان دونوں باتوں کی اصل بنیاد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔کہ ایک دن اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اۓ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سب سے زیادہ کس کام پہ خوش ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا اگر آپ مجھے زیادہ سے زیادہ خوش رکھنا چاہتے ہیں توسب سے زیادہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کیا کریں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوبارہ عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ کس کام سے خوش ہوتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا اگر آپ اللہ کریم کوزیادہ سے زیادہ خوش رکھنا چاہتے ہیں تو مجھ پر کثرت سے درودوسلام پڑھا کریں۔اس پراللہ تعالیٰ تم سے خوش ہو کرتم سے پیار کرنے لگے گا۔یہی وجہ ہے کہ اولیاءِ کرامؒ زیادہ تریا تو ذکرالٰہی میں مصروف رہتے ہیں یادرودشریف پڑھنے میں اپناوقت گزارتے ہیں۔ ۸؎

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ معرفت الٰہی صرف اس انسان کونصیب ہوسکتا ہے کہ جس کا قلب جاری ہوجائے۔قلب جاری ہونے کا مطلب ! اس کا دل ہمہ وقت ذکرالٰہی میں لگ جائے۔مثلاً ہرسانس کے ساتھ قلب لَا اِلٰـــــہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھے یااللّٰہ ھو کہے۔بقول ہمارے مرشد کریم بابا بنوں والی سرکارؒ کہ ہم جس حال میں ہوتے ہیں قلب ذکرالٰہی میں مصروف رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرامؒ کا ہرلمحہ عبادت الٰہی میں شمار ہوتا ہے ہرآن ترقی کے منازل طے کرتے ہیں۔یہیں سے فلسفہ قرآن ''کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَأنۡ '' کی باطنی تفسیر کی عکاسی ہوتی ہے۔بقول اقبالؒ۔ ؎

؎ ہرلحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

یعنی معرفت الٰہی جوانسان کا منتہائے مقصود ہے کلمہ طیبہ ہی کے ورد میں مضمر ہے یہی سب عبادات کا مغزاور معرفت الٰہی کا دروازہ ہے جوصرف اللہ والوں کونصیب ہے۔ولایت کے سارے مدارج! ولی اللہ سے لیکرغوث تک اس ذکرہی میں مخفی ہیں جن کا اخراج پرہیز گاری (تقویٰ)ہی کے کان سے ہوتا ہےاور شیخ کامل کی توجہ کے اثر سے۔

دراصل علم دین اور سلوک سے ناواقف نیم ملا اور جعلی پیر نے عوام الناس کوگمراہ کردیا۔ان کے ایمان میں یہ طاقت ہی نہیں کہ وہ خلاف نفس کر کے ذکراللہ اپنا سکیں۔بقول رومیؒ ؎

اُذۡکُرُوۡ اللّٰہ کارِ ہر او باش نیست اِرۡجِعِیۡ برپائے ہر قلاّش نیست

(اللہ کا ذکراپنانا ہرتلنگے کا کام نہیں۔رابطہ الٰہی کی رسی ہرعیاش کے پاؤں کے نصیب میں کہاں؟) علامہ محمداقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

؎ شہپر زاغ وزغن در بند قید وصید نیست ایں سعادت قسمت شہباز وشاہیں کردہ اند ۱۰؎

(کبھی کسی نے دیکھا کہ کوے اور گِدھ کوکسی شکاری نے قیمتی پنجرے میں بندکر کے محفوظ رکھا ہے۔یہ مقام توصرف شہباز کوحاصل ہے جوایک اچھی عادتوں والا،خوبصورت، انمول اور نایاب پرندہ ہے۔)

اس لئے ذکر بالجہر کو بدعت کہنا شروع کردیا،غل غپاڑہ کا نام دیایا ریا کاری کا فتویٰ ٹھونس کر ذکر جہر کے مقابلے میں ذکرخفی کی اہمیت دوبھرکر کے دکھانا شروع کردیا۔تا کہ پوشیدگی میں سب کی جان چھوٹ جائے۔ایمان کی رسائی وہاں تک ہے نہیں پھر کہنا شروع کردیا کہ انگور کھٹے ہیں۔اقبال نے سچ فرمایا ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا کہاں سے آئے صدا لا الٰــہ الااللّٰہ ۱۱؎

ہاں جن فقرأ کواپنے مرشدین کی طرف سے ذکر بالجہر کی اجازت نہیں ہے۔تو وہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس مقولہ کے مطابق کہہ دیتے ہیں۔ کہ ''نہ ایں کار میکنم و نہ انکار میکنم''، یعنی نہ یہ کام کرتا ہوں کہ مرشد کی طرف سے اجازت نہ ہے اور نہ اس سے انکار کرتا ہوں کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ کا اس میں ہاتھ ہے۔

دور حاضر کے اکثر فقراء و صوفیاء بشمول ہمارے مرشد کامل حضرت خواجہ سیّد محمد گل حواص شاہ صاحب بخاریؒ! لوگوں کے دل رات دن دنیاوی مشاغل میں مبتلا ہو کر (یادِ الٰہی سے غفلت کیوجہ سے) سخت پتھر کی طرح بن چکے ہیں۔ اب کلام الٰہی میں اور کوئی ایسی کارگر ''اُم الکلمہ'' بغیر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے ہے ہی نہیں کہ قلب کو ضرب لگا کر غفلت سے بیدار کرے اور نرم کر کے یادِ الٰہی و محبّت الٰہی کی طرف راغب کرے تا کہ شیطان ڈر کر ہٹ جائے۔ قرآن و حدیث کی رہنمائی کے مطابق دلوں کو غفلت سے بیدار کرنا اور نرم کر کے صراط مستقیم پر لگانا صرف کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے ورد کا ہی معجزہ ہے۔ اور بس ؎

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ[2]!

یا اہل ذکر لوگوں کی نظر کا کمال ؎

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ترا علاج نظر کے سوال کچھ اور نہیں[3]!

علاج آتشِ رومیؒ کے سوز میں ہے ترا تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں[4]!

اب............!

اہل ذکر حضرات کی ذوقی تسکین کیلئے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کا فضیلت ذکر پر مشتمل ایک خوبصورت اور مختصر گلدستہ پیش کیا جائے گا جو اللہ جل شانہٗ و رسول اللہ ﷺ کے سدا بہار باغیچہ کے گونا گوں پھولوں سے چنا گیا ہے۔

(گر قبول افتد زہے عزو شرف)

(۲) ذکر بالجہر فرموداتِ الٰہی کی روشنی میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) اللہ جل شانہٗ کے یاد کرنے پر بندہ اسے یاد کرتا ہے

''فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لِیۡ وَلَا تَکۡفُرُوۡنِ ''(البقرہ:۱۵۲)

(سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا اور شکر ادا کیا کرو میرا۔ اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔)

(ذکر الٰہی کے تین درجے ہیں ذکر لسانی، ذکر قلبی، ذکر بالجوارح، ذکر لسانی پر مداومت ہی سے باقی درجے نصیب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' ذکر الٰہی میں کوتاہی نہ کرو تم اس کو یاد کرو گے وہ تمہیں یاد کرے گا۔ اس کا تمہیں یاد کرنا تمہارے ذکر سے افضل ہے''۔ [۱۵]

(۲) سب انبیاء کرام میرا ذکر کیا کرتے تھے کیونکہ وہ عاجزی کرنے والے تھے معلوم ہوا کہ متکبّر انسان خدا کے ذکر کے قریب نہیں آتا۔'' اِنَّہُمۡ کَانُوۡا یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَ یَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّ رَہَبًا ؕ وَ کَانُوۡا لَنَا خٰشِعِیۡنَ۔''(الانبیاء:۹۰)

(بے شک (سب انبیاء کرام علیہم السلام) بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور پکارا (ذکر) کرتے تھے ہمیں بڑی امید اور خوف سے اور وہ ہمارے سامنے بڑا عجز و نیاز کیا کرتے تھے''۔

(۳) ذاکرین کے بارے خداوند کریم نے آپ ﷺ کو خصوصی طور پر ہدایت کر دی کہ اہل ذکر فقراً کو اُمراءِ ذی وقار پر فوقیت حاصل ہے لہذا میرے محبوب ﷺ آپ کو چاہیے کہ'' وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ ؕ''۔(الانعام:۵۲)

''اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام اس کی رضا چاہتے ہوئے'' مزید

تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ!'' وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ ''۔(الکہف:۲۸)

(اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں۔) معلوم ہوا کہ امیروں کی صحبت سے غریبوں کی صحبت افضل ہے۔

(۴) کفار آپ ﷺ کے ذکر کو دیکھ کر آپ کو مجنون کہنے لگے۔'' وَ اِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِہِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَ یَقُوۡلُوۡنَ اِنَّہٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ''(القلم:۵۱)

(اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ کفار پھسلا دیں گے آپ ﷺ کو اپنی (بد) نظروں سے جب وہ سنتے ہیں ذکر (قرآن) اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو مجنون (جس کے ساتھ جن ہو، دیوانہ) ہے)

یعنی آپ ﷺ اس قدر وارفتگی اور جذب و کیف سے ذکر الٰہی یا قرآن کریم پڑھتے کہ کفار آپ ﷺ کو مجنون کہنے لگے احادیث مبارکہ اس پر شاہد ہیں۔

(۵) '' وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیۡتَ ''(الکہف:۲۴)

(اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے) ہر اہل ایمان کو چاہیے کہ اس پر جونہی نفس اور شیطان کے غلبہ کی وجہ سے غفلت و کسالت طاری ہو جائے تو فوراً ذکر الٰہی کا سہارا لیکر اس کی پناہ میں آجائے۔

حضرت سلطان باہوؒ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں'' اور اپنے رب کی یاد میں اس طرح غرق ہو جا کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے''۔ [۱۶]

(۶) '' وَلَا تَنِیَا فِیۡ ذِکۡرِیۡ ''(طٰہٰ:۴۲)

'' اور میری یاد میں سستی نہ کرنا'' اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون کے مقابلہ کے وقت اپنے ذکر کے اسلحہ سے لیس کر کے بھیج دیتے ہیں کہ اگر میرے ذکر پر مردانہ وار جمے رہے تو غالب آجاؤ گے اگر سستی کی تو مغلوب ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۷) ذکر پاک کی شان بہت بڑی ہے جس کی وجہ سے ذکر کرنے والے بھی سب سے افضل ہیں۔ ''وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط''(العنکبوت:۴۵)

(اور واقعی اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک کن بندوں کا درجہ افضل ہے فرمایا ''بکثرت ذکر کرنے والوں کا''۔ ۱۷

(۸) ذکر کرنے والوں کیلئے اللہ کریم کی خصوصی عنایتیں۔

''وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا''۔ (الاحزاب:۳۵) (اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان سب کیلئے مغفرت اور اجر عظیم۔) حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھ تک آپ ﷺ کی یہ روایت پہنچی کہ ''غافلوں میں اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کرنے والے کو اس زندگی میں ہی جنت میں اس کا محل دکھا دیتا ہے۔ ۱۸ بقول رومیؒ ۔

ہر کہ می کوشید گر مرد و زن است   گوش و چشمِ شاہ جاں بر روزن است

(مرد ہو یا عورت جو بھی اسے پکارے بادشاہ حقیقی کی آنکھ اور کان اس کے نہایت قریب ہیں۔)

(۹) ہر فرض کی کوئی حد مقرر ہے سوائے ذکر کے کہ اس کی کوئی حد نہیں ''فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج''(النساء:۱۰۳)

(پھر جب تم نماز پڑھ چکو۔ تو ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد رات کو اور دن کو، خشکی اور تری میں، حضر اور سفر میں، تونگری اور مفلسی میں، بیماری اور صحت میں، باطن اور ظاہر میں ذکر کرتے رہو۔ ۱۹

(۱۰) بلاتخصیص صبح وشام خدا کا ذکر کیا کرو۔ ''وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ

وَالْاِبْكَارِ ع''۔ (اٰلِ عمران:۴۱)

حضرت زکریا علیہ السلام کو حکم فرمایا ''اور یاد کرو اپنے پروردگار کو بہت اور پاکی بیان کرو (اس کی) شام اور صبح''۔

(۱۱) ذکر اللہ سے لگاؤ عجز وانکساری کا ثبوت اور قلب مومن کی نشانی ہے۔

''وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ''۔ (الحج:۳۴،۳۵)

(اور (اے محبوب ﷺ) مژدہ سنائیے تواضع کرنے والوں کو وہ لوگ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں۔)

(۱۲) ذکر اللہ ہی کی بدولت حُبِّ الٰہی اور خشیت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ ''تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ''۔ (الزمر:۲۳)

(اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں۔ انکے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے (جسے عنایت کرے)۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اولیاءً اللہ کی صفت ہے کہ ذکر الٰہی سے ان کے بال کھڑے ہوتے، جسم لرزتے اور دل چین پاتے ہیں۔ ۲۰

(۱۳) ذکر الٰہی کیلئے مقرر فرشتے صبح وشام بلاناغہ بارگاہ ایزدی میں اس کے بندوں کی رپورٹ پیش کرتے ہیں اس لئے۔ ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا o وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا o''۔ (الاحزاب:۴۱،۴۲)

(اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بولو۔)

(۱۴) ''وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ط''(المزمل:۸)

(اور ذکر کیا کرو اپنے رب کے نام کا اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔)

(اللہ کریم نے ذات کے ذکر کا نہیں فرمایا بلکہ ''اسم'' یعنی اسماء حسنیٰ کے ذکر کا حکم فرمایا کہ اسم پاک کا ذکر کرتے کرتے ذات پاک تک پہنچا جا سکتا ہے)۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں ''تَبَتَّلْ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ ''انسانی طاقت کے مطابق کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ ایسا ذکر انسان کو تَبَتَّلْ کی منزل تک پہنچانے کا وسیلہ بن جاتا ہے بشرطیکہ جذب الٰہی دستگیری فرمائے یا شیخ کامل کی کشش نصیب ہو جائے''۔

صوفیاء کا قول ہے کہ جس راہ کے ہم مسافر ہیں اگر شیخ کی نظر عنایت ہو جائے تو دو قدم اٹھتے ہی منزل آجاتی ہے فرماتے ہیں۔ ''اَلْخُطْوَةُ الْاُوْلٰی اَلْاِنْقِطَاعُ مِنَ الْخَلْقِ وَالثَّانِيَةُ اَلْوُصُوْلُ اِلَی الْحَقِّ''۔ یعنی پہلا قدم مخلوق سے قطع تعلق اور دوسرا قدم اللہ تک رسائی۔ ۲۱

حضرت یعقوب چرخیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں ''اس معنی کو ہی اہل تصوف ماسوای اللہ کی نفی کہتے ہیں۔ اور یہ معنی کثرتِ ذکر سے حاصل ہوتا ہے اور عنایت ازلی اور شیخ کامل و مکمل کی خدمت اس کا سبب بنتی ہے''۔

بے عنایات حق و خاصان حق — گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

(خدا اور خاصانِ خدا کی عنایت کے بغیر اگر کوئی فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامہ عمل سیاہ ہوتا ہے)

شیخ جو محبوب حق اور مجذوب مطلق ہوتا ہے اس کی ایک نظر مبارک سے ظاہر و باطن کی وہ صفائی حاصل ہوتی ہے جو طرح طرح کی ظاہری عبادتوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ ۲۲

(۱۵) ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی ط o وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ط''۔ (الاعلیٰ: ۱۴، ۱۵)

(بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور اپنے رب کے نام

کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت شیخ یعقوب چرخیؒ فرماتے ہیں کہ ''اس فقیر کے دل میں یہ بات آتی ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے کہ ان آیات میں منازل سلوک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی منزل توجہ اور تزکیہ کی ہے کہ انسان صفات قبیحہ (بری عادتوں) سے توبہ کرے اور ان سے اپنے آپ کو پاک کرے اور صفات حمیدہ (اچھی خصلتیں) اختیار کرے۔ دوسری منزل یہ ہے کہ زبانی، قلبی، روحی اور سری ذکر پر مداومت کرے اس کے بعد (ان کے بدلے میں) انوار الٰہی کے مشاہدہ کی منزل آتی ہے۔ ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی ط'' سے پہلی ''ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ'' سے دوسری اور ''فَصَلّٰی'' سے تیسری منزل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے نماز کو مومن کی معراج اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔ ۲۳

(۱۶) اللہ کے دشمن سے اللہ کے ذکر ہی سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ''۔ (الانفال: ۴۵)

(اے ایمان والو! جب دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور (اس وقت) اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)

اس آیت پاک کی صوفیانہ تفسیر کے تحت علماء کرام لکھتے ہیں کہ ہر انسان کو ہر وقت اپنے دو دشمن! نفس اور شیطان سے مقابلہ ہے لہٰذا خداوند کریم نے ان دونوں کو ناکام بنانے اور بچھاڑنے کا یہ گُر بتایا کہ ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے میرا ذکر کیا کرو تب تم ان پر غالب آسکو گے ورنہ مشکل)۔

(۱۷) ذہنی، قلبی اور روحانی سکون حاصل کرنے کیلئے ذکر اللہ کیا کریں۔ ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط'' (الرعد: ۲۸)

(جولوگ ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں جن کے دل ذکر الٰہی سے دھیان سے سنو! اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔) بقول اقبالؒ:

؎ یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند بتان وہم و گماں ! لا الہ الااللہ [۲۴]

یعنی چین صرف لَا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ (ذکر الٰہی) میں ہے نہ کہ دولت، صحت اور اولاد میں۔

؎ نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی

مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں [۲۵]

(۱۸) اہل ذکر ہی حقیقی فلاح پانے والے ہیں جن کی زبان رات دن ذکر الٰہی سے تر رہتی ہے۔ ''وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ''(الجمعہ:۱۰)

(اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو (بلا تخصیص و تعین اوقات) تا کہ تم فلاح پاؤ۔)

(۱۹) اللہ کریم ذکر کی اہمیت کے پیش نظر ہم سب کو تاکید فرماتے ہیں کہ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ''(المنٰفقون:۹)

(اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں)

جسطرح کہ کفار اور منافقین اللہ کے ذکر سے کٹ کر مال و اولاد کی محبّت میں بہہ گئے جس سے دونوں جہاں تباہ کر بیٹھے۔

ذکر الٰہی سے روگردانی پر وعیدیں

(۲۰) اللہ کریم شیطان کے کاموں کے بارے فرماتے ہیں ''وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ج''(المائدہ:۹۱) (اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے۔)

(شراب، جوئے بازی، لہو ولعب، مخرب اخلاق اور فضولیات میں ڈال کر)۔

(۲۱) منافقین کے بارے اللہ کریم فرماتے ہیں:

''وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا لا'' (النساء:۱۴۲) (اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا)

جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی سرے سے ذکر کا منکر ہو تو اسے کیا کہیے؟۔

(۲۲) ذکر الٰہی سے اعراض عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے

''وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا لا''۔ (الجن:۱۷)

(اور جو منہ موڑے گا اپنے رب کے ذکر سے تو وہ داخل کرے گا اسے سخت عذاب میں۔)

(۲۳) ذکر الٰہی سے منہ موڑنے والا شیطان کا پکا دوست بن جاتا ہے۔''وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ''(الزخرف:۳۶)

(اور جو شخص (دانستہ) اندھا بنتا ہے رحمان کے ذکر سے تو ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کیلئے ایک شیطان، پس وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے۔)(پھر شیطان اس کو ہر جانب سے اس طرح گھیر لیتا ہے جس طرح انڈے کا خول انڈے کو ہر طرف سے گھیرے رہتا ہے)۔

(۲۴) ذکر الٰہی سے عدم توجہی ہلاکت و گمراہی کا سبب ہے۔'' فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ''۔ (الزمر:۲۲)

(پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے جو ذکر خدا سے متاثر نہیں ہوتے یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔)

(عقیدے کی کدورت اور گناہوں کی کثرت سے نفس جب مقام خبیث پہ آجاتا ہے۔تو قبول حق سے اس کو بہت دوری ہو جاتی ہے اور ذکر اللہ کے سننے سے اس کی سختی اور کدورت بڑھتی ہے جیسے سورج کی گرمی سے موم (نرم چیز) اور نرم ہو جاتا ہے اور نمک جو سخت ہے اور سخت ہو جاتا ہے۔ایسے ہی ذکر اللہ سے مومنین کے قلوب تو نرم ہو جاتے ہیں مگر کافروں (بدعقیدہ، بدکرداروں) کے دلوں کی سختی اور بڑھتی ہے نیز اہل ذکر لوگوں کی زیادہ مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جنہوں نے ذکر اللہ کو روکنا اپنا شعار بنالیا ہے۔وہ صوفیاءؒ کے ذکر کو بھی منع کرتے ہیں۔نمازوں کے بعد ذکر کرنے والوں کو بھی روکتے اور بدعتی کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔............ذکر کی محفلوں سے نہایت گھبراتے اور بھاگتے ہیں اللہ ہدایت دے۔ ۲۶

(۲۵) ذکر اللہ سے غافل انسان شیطان کا چلتا پھرتا چیلہ بن جاتا ہے۔" اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ"۔(مجادلۃ:۱۹)

(تسلّط جمالیا ہے ان پر شیطان نے اور اس نے اللہ کا ذکر انہیں فراموش کرادیا ہے یہ لوگ شیطان کا ٹولہ ہیں خوب سن لو! شیطان کا ٹولہ ہی یقیناً نقصان اٹھانے والا ہے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

(مشکوٰۃ المصابیح)

"ذِكْرُ اللّٰهِ فَرَضٌ مِنْ قَبْلِ كُلِّ فَرْضٍ"

(الحدیث)

تمام فرائض میں سے پہلا فرض ذکر اللہ ہے ۲۷

(۳) ذکر بالجہر کے فضائل و برکات

فرمودات محبوبِ خدا ﷺ کی روشنی میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اب ذکر اللہ کی تعریف میں اللہ جل شانہٗ کے محبوب ﷺ کی پرنور فرمودات میں سے مکمّل (۵۰) احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں۔

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا "تمام اذکار میں افضل " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ " ہے اور تمام دعاؤں میں افضل اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ہے۔

(ترمذی شریف)

(۲) آپ ﷺ نے فرمایا: "لِکُلِّ شَیۡءٍ ثِقَالَۃٌ وَثِقَالَۃُ الۡقُلُوۡبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ"
(ہر چیز کے صاف کرنے کے لئے اللہ کریم نے کوئی چیز بنائی ہے مگر دل کو صاف کرنے کیلئے " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ " کا ذکر ہے" (مشکوٰۃ المصابیح)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایمان کی تجدید کس طرح کریں۔ ارشاد فرمایا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو"۔ "تُجَدِّدُ الۡاِیۡمَانَ بِقَوۡلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" (بخاری شریف)

(۴) حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ "" اللہ کا ذکر ایسے کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں یا ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں"۔ (طبرانی و بیہقی شریف)

(۵) حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "قیامت کے دن

اللہ تعالیٰ بعض قوموں کا حشر اس طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوگا، وہ موتیوں کے منبروں پر ہونگے، لوگ ان پر رشک کرتے ہونگے، وہ انبیاؑ اور شہداؑ نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان کا حال بیان کردیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبّت میں مختلف جگہوں سے، مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں"۔ (طبرانی شریف)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو شخص **100** مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھا کرے، حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ اسی تسبیح کو پڑھے"۔

(طبرانی و ابن ماجہ شریف)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان والے اہل زمین کے ان گھروں کو جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ایسے دیکھیں گے جیسے (تاریکی میں) ستارے دیکھے جاتے ہیں۔ ۲۸

(۸) آپ ﷺ کا فرمان ہے "میری امت میں سے بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں ان کی صورت دیکھتے ہی اللہ کا ذکر یاد آجاتا ہے"۔ دوسری حدیث ہے "تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ ان کے کلام سے نفع ملے اور ان کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو"۔ ۲۹

(۹) حضرت عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے دولت کدہ میں تشریف فرما تھے کہ آیت "وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ" نازل ہوئی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے "اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں"۔ حضور اقدس ﷺ اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ ایک جماعت کو

دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں
اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں یعنی صرف ایک لنگی باندھے ہوئے
ہیں جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں
اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس
بیٹھنے کا حکم ہوا ہے۔ (ابن جریر، طبرانی شریف)

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ جل شانہٗ ارشاد
فرماتے ہیں کہ "میں بندہ کیساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا
ہے۔ اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں! پس اگر وہ مجھے اپنے دل
میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے
تو میں اس سے بہتر مجمع یعنی فرشتوں کے مجمع میں تذکرہ کرتا ہوں۔ اور اگر بندہ میری طرف
ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ
بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی
طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔ یعنی جلد دعا قبول کرتا ہوں"۔ (بخاری و مسلم)

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ دونوں اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے
حضور ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے کہ "جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول
ہو فرشتے اس جماعت کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ اور رحمت الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے
اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ کریم ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں فخر کے ساتھ فرماتے
ہیں"۔ (جامع الصغیر)

(۱۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم
الرضوان کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم

لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے؟ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں۔ اور اس بات پر اس
کی حمد و ثناء کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا، اور یہ ہم پر اس کا
بڑا احسان ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا! خدا کی قسم اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟۔
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ نے
فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرائیل میرے پاس ابھی
آئے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔
(مشکوٰۃ المصابیح)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے
بہت سے فرشتے نامہ اعمال کے لکھنے والوں کے سوا، زمین میں ذکر کے حلقے ڈھونڈتے ہیں۔
جب کسی قوم کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں۔ تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ
اپنے مطلوب کی طرف چلو۔ سب فرشتے وہاں آتے ہیں۔ اور آسمان دنیا تک ذکر کرنے
والوں کو گھیر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیا کرتے
چھوڑا؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ تیری حمد، بڑائی اور پاکی
بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھلا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں نہیں۔ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ آپ جل شانہٗ کو دیکھ
لیں تو زیادہ تر تیری تسبیح اور تحمید کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے
ہیں۔ فرشتے کہیں گے کہ دوزخ سے۔ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے
عرض کریں گے کہ نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اس کو دیکھیں تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ
اگر دیکھ لیں تو اس سے زیادہ گریز اور نفرت کریں۔ اور اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کیا مانگتے
ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ جنت کے سائل ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ انہوں نے کیا اس کو دیکھا

ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو کیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو اس کے زیادہ تر حریص ہو جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ الٰہی! ان میں فلاں شخص تھا وہ اس ارادے سے نہیں آیا تھا بلکہ اپنے کسی کام کو آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے طفیل میں کسی کو محروم نہیں کرتا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ۱) عادل بادشاہ۔ ۲) وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ ۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔ ۴) وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبّت ہو۔ اسی پر ان کا اجتماع ہو اسی پر جدائی ہو۔ ۵) وہ شخص جس کو کوئی حسب نسب والی حسین عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر آڑے ہے۔ ۶) وہ شخص جو اس طرح چھپ کر صدقہ کرے کہ اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ۷) وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔ (بخاری و مسلم شریف)

(۱۵) حضرت ابی دردا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرّضوان سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو۔ وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور بتائیں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کا ذکر''۔

(۱۶) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا کوئی عمل عذاب

الٰہی سے بچانے والا ذکر اللہ سے بڑھ کر نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ راہ خدا میں جہاد بھی نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ اپنی تلوار سے اتنا مارے کہ ٹوٹ جائے، پھر اس قدر مارے کہ ٹوٹ جائے، پھر اس سے ضربیں لگادے کہ ٹوٹ جائے''۔ (طبرانی شریف)

(۱۷) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ بھلا میں تم کو وہ بات نہ بتاؤں جو تمہارے اعمال میں بہتر ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک بہت ستھری اور تمہارے درجات میں سب سے اونچی اور تمہارے حق میں سونے اور چاندی کے دینے سے بہتر اور تمہارے لئے اس امر سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمنوں (کفار) سے دوچار ہو، ان کی گردنیں مارو، اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا''۔ (بخاری شریف)

(۱۸) آپ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔

(طبرانی شریف)

(۱۹) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں مگر مجھے ایک ایسی چیز بتا دیجئے جس کو میں اپنا معمول بنا لوں۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت اپنی زبان کو تر و تازہ رکھ۔ (ترمذی شریف)

(۲۰) حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ان کو پہنچا دیتا ہے''۔ (مسلم شریف)

(۲۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے''۔ (طبرانی شریف)

(۲۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں؟ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے، کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے یعنی ہر حال میں اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں۔ آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اس کے بعد ان لوگوں کیلئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور ان سے کہا جائیگا کہ ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل ہو جاؤ''۔ (الترغیب والترہیب)

(۲۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:
''لَا اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ اور استغفار کو کثرت سے پڑھا کرو، شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں میں ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ'' اور استغفار سے ہلاک کر دیا جب میں نے دیکھا یہ کچھ بھی نہ ہوا تو میں نے ان کو ہوائے نفس (خواہشاتِ نفسانی) سے ہلاک کیا وہ اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے رہے''۔ (جامع الصغیر)

(۲۴) حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کریم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ الٰہی مجھے کوئی وِرد تعلیم فرما دیجئے جس سے میں آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کی ذات بابرکات کو پکارا کروں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہا کرو، عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لَا اِلٰہَ

اِلَّا اللّٰہ ہی پکارا کرو۔ عرض کی میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو صرف مجھی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھدی جائیں اور دوسری طرف یہ کلمہ ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کو رکھ دیا جائے تو ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ'' والا پلڑا جھک جائے گا۔ (نسائی شریف)

(۲۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بار بازار گئے اور لوگوں سے فرمایا کہ تم یہاں ہو اور آنحضرت ﷺ کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے لوگوں نے معاً بازار ترک کر دیا اور مسجد کو روانہ ہوئے وہاں کچھ مال نہ دیکھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ ہم نے تو کوئی میراث بٹتے نہ دیکھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ پھر کیا دیکھا انہوں نے کہا کہ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں (اور کچھ تلاوت کر رہے ہیں) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''یہی تو آنحضرت ﷺ کی میراث ہے''۔ (طبرانی شریف)

(۲۶) حضرت لیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''محمد ﷺ کی امت کے اعمال بروزِ حشر (ترازو میں) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلی امتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ ہے''۔ (الترغیب والترہیب)

(۲۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ٹھہر جا۔ وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیّبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کر دی۔ تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد)

(۲۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو تم میں

سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کرسکتا ہو اور بزدلی کیوجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو اس کو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے''۔

(بخاری شریف)

(۲۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور ان کا مقصد صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں''۔

(طبرانی شریف)

(۳۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ '' جب جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ''ذکر کے حلقے''۔ (ترمذی شریف)

(۳۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا ہے ''لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہ ''جو شخص اس کلمہ کا ورد کرتا رہے گا اس کو عذاب نہیں کرونگا۔ [۳۰]

(۳۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے''۔

(جامع الصغیر)

(۳۳) حضرت اُمِّ ھانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہ'' سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ ہی یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے''۔ (ابن ماجہ)

(۳۴) حضرت ابو رزّین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہاں کی بھلائی کو پہنچے! وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی

مجالس ہیں ان کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنا بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ''۔ [۳۱]

(۳۵) جس پہاڑ یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ روزانہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دیکر پوچھتا ہے کہ آج کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر گزرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گزرا ہے تو وہ خوش ہو کر اس کو مبارک باد کہتا ہے''۔ [۳۲]

(۳۶) ''ذکر کرنے والا اندھیرے گھر میں چراغ کی طرح اور پت جھڑ والے درختوں میں شاداب و سرسبز درخت کی طرح ہے''۔ [۳۳]

(۳۷) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''غافلوں کے بیچ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا سوکھے اور ٹوٹے ہوئے درختوں کے درمیان سبز درخت ہوتا ہے''۔ [۳۴]

(۳۸) آپ ﷺ سے مروی ہے کہ ''دنیا سے سب نفس (موت کے وقت) پیاسے نکلیں گے۔ بجز اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں کے کہ وہ سیراب ہونگے''۔ [۳۵]

(۳۹) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون۔ مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو''۔ (ترمذی شریف)

(۴۰) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردے کی سی ہے۔ کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے''۔ (بخاری و مسلم)

(۴۱) ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجالس ذکر کا انعام کیا ہے؟ تو فرمایا ''جنت''۔ (مسند امام احمد)

(۴۲) حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طورِ سینا پر ہم کلامی کے لئے بلایا تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! تجھے

اپنے بندوں میں سب سے عزیز کونسا بندہ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اِن میں سے سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے، وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔(الحدیث)

(۴۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار ﷺ نے فرمایا! ''کلمہ طیبہ کثرت سے پڑھا کرو قبل اس کے کہ تمہارے اور کلمہ (لَا اِلٰـــہَ اِلَّااللّٰہ) کے درمیان کوئی رکاوٹ ڈال دی جائے۔(الحدیث)

(۴۴) حضرت عطا رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''ایک مجلس ذکر ستّر (۷۰) مجالس لہو کا کفارہ بن جاتی ہے۔(الحدیث الشریف: قوت القلوب ج۱،ص۵۶۰،از شیخ ابوطالب مکیؒ)

(۴۵) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''مجلس ذکر میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت (نفل) سے افضل ہے اور مجلس علم میں حاضر ہونا ایک ہزار بیمار کی عیادت اور ایک ہزار جنازہ میں شرکت سے افضل ہے۔(الحدیث الشریف: قوت القلوب ج ۱،ص ۵۶۰،از شیخ ابوطالب مکیؒ)

(۴۶) آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ''فَاِنْ ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ '' (جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان (جو دونوں شانوں کے درمیان اپنا سونڈ دِل سے پیوست کیا ہوا مینڈک کی طرح چمٹا رہتا ہے) پیچھے ہٹ جاتا ہے۔جب انسان ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو پھر وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔(بخاری و مسلم)

(۴۷) حدیث پاک کا مفہوم ہے ''ذکر! دل کے زنگ کو دُور کرتا ہے، ہر چیز کو زنگ لگتا ہے اور دِل کا زنگ غفلت اور خواہشات نفسانیہ ہیں، اس لئے ذکر، توبہ اور استغفار سے اس زنگ کو دور کر دو۔

(۴۸) مفہوم حدیث ہے کہ ذکر! محبّت الٰہی کی بنیاد ہے اور غفلت! عداوت پروردگار کی اصل ہے۔بندہ اپنے رب کا ذکر کرتے ہوئے اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے کہ رب کریم اسے محبّت

عطا کر کے اپنا دوست بنا لیتا ہے۔اسی طرح جب بندہ اپنے رب سے غافل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر اسے اپنا دشمن قرار دے دیتا ہے۔ بندے کی اپنے رب سے سخت ترین دشمنی کی علامت یہ ہے کہ وہ اُس کے ذکر کو ناپسند اور اُس کے ذاکر کو بُرا جانتا ہے اور اس کا سبب غفلت ہے اور بندہ اسی غفلت کی وجہ سے ذکر اور ذاکرین کو ناپسند کرتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ اسے اپنا دشمن بنا لیتا ہے جس طرح کہ ذکر کرنے والے کو اپنا ''ولی'' بنا لیتا ہے۔(ابن قیمؒ)

(۴۹) دائمی ذکر کرنے والا مسکراتا ہوا جنت میں داخل ہوگا جس طرح کہ حضرت ابودرداءؓ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ''وہ لوگ جن کی زبانیں اللہ عزوجل کے ذکر سے تَر رہیں گی وہ جنت میں مسکراتے ہوئے داخل ہوں گے''۔(علامہ ابن قیم جوزیؒ)

(۵۰) تمام احوال کا حکم ذکر الٰہی کو قائم کرنے کے لئے ہی دیا گیا ہے، کیونکہ اصل مقصود ذکر الٰہی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ'' (طٰہٰ:۱۴)

(اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو)

صوفیاءِ کرام نے اپنے تمام احوال میں ذکرِ الٰہی پر مواظبت (ہمیشگی) اختیار فرمائی اور ذکر کرنے کے فوائد کو محسوس کیا اور پھر یقینی تجربہ کی بنیاد پر اس کے بارے میں گفتگو فرمائی اور دوسرے لوگوں کو بکثرت ذکر کرنے کی نصیحت فرمائی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''تم میں سے کسی کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہ چیز پسند کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے''(بخاری و مسلم)

نوٹ:۔ مشہور عالم دین مولانا عبدالحییؒ نے ذکر بالجہر کے ثبوت میں پچاس احادیثِ مبارکہ کا ایک مستقل رسالہ موسوم بہ ''سباحۃ الفکر'' تالیف کی جو کئی کتب خانوں میں دستیاب ہے۔(شیر محمد)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ط

فرمان رسول ﷺ ہے

"ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَمَ الْاِيْمَانِ وَ حِصَارٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ وَ حِفْظٌ مِّنَ النِّيْرَانِ"

(الحدیث الشریف)

(اللہ کا ذکر ایمان کا جھنڈا، شیطان سے حفاظت کا قلعہ اور بھڑکتی آگ (نارِ جہنّم) سے نجات کا ذریعہ ہے۔) ۳۶

؎ گر تُو خواہی در دو عالم آبرُو
ذِکرِ اُو کُن ذِکرِ اُو کُن ذِکرِ اُو (رومیؒ)

(اگر تُو دونوں جہانوں کی عزت چاہتا ہے تو بس صرف اُسی کا ذکر (لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ، اللّٰہ ھُو) کئے جا۔)

(۴) فوائد ذکر

علامہ حافظ ابن قیمؒ نے ایک مبسوط شہرہ ءِ آفاق کتاب "اَلْوَابِلُ الصَّيِّبُ مِنَ الْكَلِمِ الطَّيِّب" (اردو ترجمہ ذکر الٰہی) تصنیف کی۔ جس میں انہوں نے ذکر الٰہی کے کم و بیش ایک سو (۱۰۰) فوائد گنے۔ بندہ ان میں سے بطور تبرک چند چیدہ چیدہ فوائد اہل ذکر صوفیاء کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے اللہ کریم بہ طفیل محبوب ﷺ قبول فرمائے۔ آمین۔ ۳۷

(۱) "ذکر" اللہ جل شانہٗ کی محبّت پیدا کرتا ہے اور محبّت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبّت تک اس کی رسائی ہو اس کو چاہیے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے۔ اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبّت کا دروازہ ہے۔

(۲) ذکر سے قوتِ محاسبہ پیدا ہوتا ہے، جس کی بناء پر صوفیاء کرامؒ کو مراقبہ نصیب ہو جاتا ہے جو انہیں "مرتبہ احسان" تک پہنچا دیتا ہے اور یہی ان کا منتہائے مقصد ہوتا ہے۔

(۳) ذکر سے دل زندہ ہو جاتا ہے پھر زندہ دل کیلئے ذکر اس طرح ضروری ہو جاتا ہے جیسے مچھلی کیلئے پانی جس طرح پانی کے بغیر مچھلی زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس طرح اہل اللہ کی زندگی ذکر الٰہی کے ساتھ مکمّل طور پر جُڑ جاتی ہے۔

(۴) ذکر دل اور روح کی غذا ہے جس طرح بدن غذا کے بغیر مر جاتا ہے اس طرح دل اور روح بھی ذکر کے بغیر مر جاتے ہیں۔

(۵) اللہ کریم اپنی قدرت کاملہ سے اہل ذکر کے قلوب لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۶) ذکر کی برکت سے اللہ کریم اہل ذکر کی زبان کو غیبت، چغل خوری، جھوٹ، بدگوئی، چاپلوسی، چرب زبانی اور لغویات سے محفوظ فرمالیتا ہے۔

(۷) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلس ہوتی ہیں۔ واضح ہے فرشتوں کی مجلس میں برکت، رحمت اور خیر ہی خیر ہوتی ہے۔

(۸) ذکر کرنے والے کے پاس بیٹھنے والا بھی ''سعید'' ہو جاتا ہے۔ جبکہ فضول اور غافل انسان کے پاس بیٹھنے والا بھی ''شقی'' ہو جاتا ہے۔

(۹) جو شخص فراخی وخوشی اور راحت کے وقت خدا کا ذکر کرتا ہے اللہ کریم مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے۔

(۱۰) آسان ترین عبادت ہونے کے باوجود سب عبادتوں سے افضل ہے۔

(۱۱) بہشت کی زمین مشک اور زعفران کی بنی ہوئی وسیع وعریض چٹیل میدان ہے اس میں ہمہ قسم درخت، پودے اور گل کاری ذکر الٰہی سے ہوتی ہے جس طرح کہ شبِ معراج حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بتایا تھا۔

(۱۲) ذکر کی بدولت اللہ کریم اہل ذکر کو خطراتِ نفس سے ہر وقت آگاہ فرما کر محفوظ فرماتا ہے۔

(۱۳) اہل ذکر کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے جس سے ہر لحہ چاہے بستر پر ہو یا بازار میں، صحت کے ساتھ ہو یا بیماری میں، نعمتوں اور لذتوں کے اندر ہو یا تنگ دستی میں، ترقی نصیب ہوتی جاتی ہے جبکہ دوسری کسی بھی عبادت میں اس قدر فائدہ نہیں ہے۔

(۱۴) سلوک کی بنیاد ''ذکر'' پر ہے جس کیلئے ذکر کا دروازہ کھل گیا اس پر خدا تک رسائی کا دروازہ کھل گیا اور جس کی رسائی خدا تک ہوئی جو چاہتا ہے پالیتا ہے کیونکہ اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں اور اس ذات کی معیّت (ساتھ) سے بڑھ کر کوئی معیّت نہیں۔

(۱۵) آدمی کے دل میں ایک خاص گوشہ ہوتا ہے جو اللہ کے ذکر کے بغیر کسی چیز سے پُر نہیں ہوتا۔ جب ذکر دل پر مسلّط (مکمّل چھا جانا) ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے۔ اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے جبکہ ذکر سے غافل انسان ان سب چیزوں سے محروم ہوتا ہے۔

(۱۶) ذکر پراگندگی اور تفکّرات کو جمعیت وراحت میں بدل دیتا ہے۔ اور غموں کے ہجوم کو متفرق و پاش پاش کر دیتا ہے گناہوں اور لغزشوں کے ڈھیر کو بکھیر کر نیست ونابود کر دیتا ہے شیطان کے لشکروں کے حملہ کو پسپا کر کے بھگا دیتا ہے۔ آخرت سے دوری کے تصور کو قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو اس کے نہایت قریب ہے (سود و زیاں سے بے نیاز کر کے) دور کر دیتا ہے۔

(۱۷) ذکر کے درخت پر ہی احوال ومقامات کے پھل لگتے ہیں۔ ذکر کی کثرت سے درخت کے جڑ جس قدر مضبوط ہونگے، پھل اسی قدر لذّت سے بھرپور اور وافر ہونگے۔

(۱۸) ذکر سے انسان میں ایک خاص قوت آجاتی ہے جس سے اس سے ایسے عظیم اور دشوار کام صادر ہوتے ہیں جو کسی دوسرے انسان سے ناممکن ہوتے ہیں۔

(۱۹) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کی سند ہے اللہ کریم کے فرمان کے مطابق منافق ذکر سے کتراتے ہیں۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے مکمّل بری ہے۔

(۲۰) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں جب بندہ ذکر سے رک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رک جاتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک نہیں آیا۔

(۲۱) تمام نیک اعمال کے مقابلے میں ذکر کی ایک خاص لذت ہے جو کسی بھی اور عمل میں نہیں پائی جاتی۔ اس کے سوا اگر اس کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہو تو یہی اس کیلئے کافی ہے حضرت مالک بن دینارؒ کا فرمان ہے کہ ''لذت پانے والے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے''۔

(۲۲) ذکر دوزخ کے درمیان آڑ ہے اگر کسی گناہ کی وجہ سے انسان دوزخ کا مستحق بن بھی جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے ذکر جتنی کثرت سے ہوگی آڑ اسی قدر پختہ ہوگی۔

(۲۳) جو شخص راستوں میں، گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے بروز حشر اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہونگے۔ اللہ کریم قیامت کے دن کے بارے میں جو فرماتے ہیں کہ ''اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی'' (القرآن)۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ جانتے ہو قیامت کے دن زمین کی خبریں کیا ہونگی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت اس نے مجھ پر یہ کام کیا ہے وہ کام چاہے نیک ہو یا برا اسی لئے مختلف جگہوں پر کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بروز حشر بکثرت ہونگے۔

(۲۴) شیاطین اور بعض جنات انسان کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت و حیرت میں ڈالتے رہتے ہیں اور اکثر ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں۔ جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس کے دشمن ہر وقت اس کے تعاقب میں ہوں اور اس کا محاصرہ کئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا وہ ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں، پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے اور محاصروں کو توڑنے والی چیز ''ذکر'' کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

(۲۵) مومن کے تین قلعے ہیں (۱) مسجد (۲) ذکر الٰہی (۳) تلاوت قرآن۔

جب تک مومن ان میں سے کسی ایک سے بھی متعلّق رہتا ہے تو وہ اس قلعہ میں شیطان سے محفوظ ہوتا ہے۔

(۲۶) اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اس کے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت (پیار و محبّت) نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ مشرکین اور منافقین پر ذکر ہی کی وجہ سے ہیبت طاری رہتی ہے۔

(۲۷) دل میں اللہ کی ہیبت اور بڑائی پیدا کرتا ہے جس سے حضوری کی نعمت مل جاتی ہے۔

(۲۸) بندہ جو اذکار کرتا ہے وہ عرش الٰہی کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

(۲۹) اللہ کا ذکر رزق کو کھینچتا ہے جس کی وجہ سے اہل ذکر کیلئے فتوحات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

(۳۰) ذکر! اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے نیز آسمانوں کی چابی ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' ہے۔

(۳۱) ذکر! کرنے والے کو ہمہ وقت دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ ملتی ہے اور افضل چیز ملتی ہے۔

(۳۲) ذکر! سکینۂ آسمانی اور رحمت الٰہی نازل ہونے کا سبب ہے خاص کر بوقت نزع پیاس سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۳۳) جس قدر انعامات، بخششیں اور عنایات کا وعدہ ذکر پر ہیں اور کسی عمل پر نہیں۔

(۳۴) ذکر کا نور دنیا میں، قبر میں اور آخرت میں ساتھ رہتا ہے جبکہ پل صراط پر بھی آگے آگے چلتا ہے۔

(۳۵) ذکر کرنے والے کیلئے زمین و آسمان کے مقرر فرشتے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

(۳۶) ذکر کرنے والے کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور رہوگا۔

(۳۷) ذکر سے بھُول اور نسیان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

(۳۸) اہل ذکر کی غذا کو، ذکر الٰہی کی برکت سے نور میں بدل دیا جاتا ہے۔

(۳۹) ذکر! غضب وجلال الٰہی کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

(۴۰) ذکر کی بدولت روح کی بیماریاں شفایاب ہونے کے علاوہ بدن کی بیماریاں بھی ہٹادی جاتی ہیں۔

(۴۱) جب بندہ خوشحالی کے دنوں میں ربِّ قدوس کو یاد رکھتا ہے تو تنگی کے ایام میں اللہ تعالیٰ اُس کی خبر گیری فرماتا ہے۔ ایک اور روایت جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور ذکر کرنے والے بندے کو جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے یا بارگاہِ الٰہی میں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں ''اے پروردگار! یہ تو معروف بندے کی جانی پہچانی آواز ہے''۔

جب غافل اور ذکر سے کترانے والا دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں ''اے پروردگار! یہ تو کسی اجنبی بندے کی نامانوس آواز ہے''۔ اس لئے ذکر! بندہ اور رب کے درمیان اجنبیت کو زائل کر دیتا ہے۔

(۴۲) ذکر! قساوتِ قلب کا خاتمہ کر دیتا ہے، بندے کو چاہیے کہ ذکر الٰہی سے اپنے دل کی سختی کا علاج کرے۔ ایک آدمی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ذکرِ الٰہی سے اسے نرم کرو کیونکہ قساوتِ قلبی کا سبب غفلت ہے، جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو قساوت اس طرح پگھل جاتی ہے جس طرح سیسہ''۔

(۴۳) تابعین کے امام حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے ہاں پسندیدہ شخص کون ہے؟ جواب میں فرمایا ''اللہ عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ترین وہ شخص ہے جو اُس کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا اور ڈرنے والا ہو''۔

(۴۴) تابعین کے پیشوا حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ بہت ذاکر اور دوسروں کو ذکر کی نصیحت کرنے والے تھے، اُن کی مجالس! مجالسِ ذکر ہی ہوا کرتیں۔ وہ اپنے مکان میں اپنے بھائی بندوں اور پیروکاروں کے ہمراہ محافلِ ذکر کی نشست کرتے۔ اُن کے ہمراہ حضرت مالک بن دینارؒ، حضرت ثابت بنانیؒ، حضرت ایوب سختیانیؒ، حضرت محمد بن واسعؒ اور حضرت فرقد سنجی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے شیوخ مجلس کیا کرتے۔ (قُوت القلوب)

(۴۵) ذکر کے درخت کا ثمرہ! معارف اور احوال میں ہے جس کے حصول کے لئے سالکین کوشاں رہتے ہیں ان ثمرات کے حصول کا واحد ذریعہ ذکر کا درخت ہے اور یہ درخت جتنا بڑا اور اس کی جڑیں جتنی گہری ہونگی اتنا ہی اس کا ثمرہ عظیم ہوگا۔ ابتداً سے لے کر مقامِ توحید تک تمام مقامات ذکر کا ثمر ہیں اور ذکر تمام مقامات کی اصل بنیاد ہے جس طرح دیوار! بنیادوں پر اور چھت! اُس دیوار پر تعمیر ہوتی ہے، بندہ جب خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہو تو منازل سلوک طے کرنا اُس کے لئے ممکن نہیں ہے اور بندہ ذکر سے ہی بیدار ہو سکتا ہے اور بس۔

(۴۶) صوفیاً فرماتے ہیں اَے اللہ جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو تیرے ذکر کے ساتھ اپنا علاج کرتے ہیں اور جب کبھی ذکر کو ترک کر دیں تو پھر بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے حضرت شیخ مکحولؒ فرماتے ہیں ''اللہ کے ذکر میں شفا ہے اور لوگوں کا ذکر بیماری کا باعث ہے''۔

(۴۷) صوفیاً فرماتے ہیں کہ ذکر! دِل کا علاج ہے اور غفلت! اُس کی بیماری، پس اپنے بیمار دل کا علاج اللہ کے ذکر سے کیا کیجئے۔

(۴۸) حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ''دنیا کا مزہ اس کے ذکر میں اور آخرت کا مزہ اُس کے درگزر میں اور جنت کا مزہ اس کے دیدار میں ہے''۔

(۴۹) حضرت شیخ ابوسعید خزازؒ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے اولیاءِ کرام کی ارواح کو اپنے

ذکراورقُرب کی لذت سے اور بدنوں کو اپنی مفید اور عمدہ نعمتوں سے نوازا اور اُنھیں ہر شئے کا وافر حصّہ عطا فرمایا۔ اُن کی جسمانی زندگی اہلِ جنت کی مثل اور روحانی زندگی ربّانیّین (اللہ والوں) جیسی ہے''۔

(۵۰) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ ''تم اگر ایمان کی تقویت چاہتے ہو تو مجالس ذکر میں حاضری دیا کرو'' پھر ''وَالذّاکِرِینَ وَالذّاکِرَات'' کی آیت تلاوت فرماتے۔

(قُوت القلوب)

(۵) ماحاصلِ ذکر: مشاہدے کی روشنی میں

قلندرِ وقت پیرِ کامل بابا بنوں والی سرکارؒ کی باطنی مشاہدہ بمصداق قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کی روشنی میں بطورِ ''ماحاصلِ ذکر'' فرمودات کا ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے۔

''ایک مرتبہ آستانہ عالیہ بارتھی میں تشریف فرما تھے بعد از ذکر پاک مریدوں کے ایک بڑے مجمع سے ذکرِ خدا کی افادیت کے بارے مخاطب ہو کر یوں جواہرِ معرفت لٹائے! فرمایا کہ جس وقت کوئی انسان دل لگا کر ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو ذکر کرتے کرتے ایک دن ایسا آئے گا کہ موتی کی طرح ایک سرخ رنگ کا نور یا روشنی (جو کہ حقیقتِ ذکر ہوتا ہے) دل میں داخل ہو گی۔ لگاتار ذکر کرنے سے پھر ایک دن نیلے رنگ کی روشنی دل میں داخل ہو جائے گی۔ پھر ذکر کرنے پر ایک دن سفید رنگ کا نور دل میں داخل ہو کر کعبۂ دل کی مکمّل صفائی کرے گی۔ تب مومن کا دل خدا کے نورِ تجلّی کا مسکن بننے کے قابل ہو جائے گا۔ اور آخر کار خدا کا نورِ تجلّی جب مکمّل طور پر دل میں جاگزیں ہو گیا۔ تو اس وقت مومن کا دل کعبہ کی مثل بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ عام انسان کعبہ بیت اللہ یا آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دعا کرتا ہے جبکہ درویش کامل اپنے کعبۂ دل کی طرف توجہ کر کے اسی نورِ تجلّی کو سامنے رکھ کر دعا کرتا ہے''۔

مزید فرمایا کہ ''محفلِ ذکر میں اپنے اور اپنے مریدوں پر انوار و تجلّیات کی بارش کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہوں۔ کہ ہم پر کس کس قسم کی تجلّیات الٰہی کا نزول ہو رہا ہے۔ اور یہ سب اس محفلِ ذکر کا صدقہ ہے''۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ''اس ذکر کے طفیل ہمارا دل ہر وقت خواہ ہم جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں ذکرِ خدا میں مصروف ہے اور یہ مقامِ مطمئنہ ہے۔ آپؒ نے اپنے قلب اطہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سب دوستوں کو دکھایا کہ دیکھو کیسے جاری

ہے۔اور یہ کبھی ذکر میں اس قدر تیز ہو جاتا ہے کہ یہاں سے نکل جانا چاہتا ہے (ہم سب دوستوں نے دیکھا کہ آپؒ کا قلبِ مبارک اوپر نیچے ذکر ''اللّٰہ ھُو'' میں اس قدر تیزی سے مصروف تھا کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ آپؒ کا سینہ مبارک اس وقت ذکرِ الٰہی کی وجہ سے جھٹکے کے ساتھ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔ جبکہ مرشد پاک خاموش کھڑے تھے۔ صرف قلب چل رہا تھا۔ اور یہ مشاہدہ موجود تمام مریدوں نے اپنی آنکھوں سے کیا''۔ ۳۸

(٦) تحفہ: از حضرت شیخ فریدالدّین عطّار رحمۃ اللہ علیہ

۱ باش دائم اے پسر وریادِ حق — گر خبرداری زعدل و دادِ حق
۲ زندہ وار از ذکر صبح و شام را — در تغافل مگذراں ایّام را
۳ یادِ حق آمد غذا ایں روح را — مرہم آمد ایں دلِ مجروح را
۴ یادِ حق گرمونسِ جانت بود — کے ہوائے کاخ و ایوانت بود
۵ مومنا! ذکر خدا بسیار گوی — تابیابی ور دو عالم آبروی
۶ ذکر را اخلاص می باید نخُست — ذکر بے اخلاص کے باشد درست
۷ ذکر برسہ۳ وجہ باشد بے خلاف — تو ندانی ایں سخن را از گزاف
۸ عام رانبود بجز ذکرِ[۱] زباں — ذکرِ خاصاں باشد از دل[۲] بیگماں
۹ ذکرِ خاص الخاص ذکرِ سرّ[۳] بود — ہر کہ ذاکر نیست او خاسر بود
۱۰ ذکر بے تعظیم گفتن بدعت است — واندراں یک شرط دیگر حرمت است
۱۱ ہست مر ہر عضو را ذکرے وگر — ہفت[۷] اعضا ہست ذاکر اے پسر
۱۲ ذکرِ چشمِ[۱] از خوفِ حق بگریستن — باز در آیاتِ اُو نگریستن
۱۳ یاری ہر عاجز آمد ذکر[۲] دست — ذکرِ پا[۳] خویشاں زیارت کردن ست
۱۴ استماعِ قولِ رحمٰن ذکرِ گوش[۴] — تاتوانی روز و شب ور ذکر کوش
۱۵ اشتیاقِ حق بود ذکرِ دلت[۵] — کوش تا ایں ذکر گردد حاصلت
۱۶ آنکہ در جہل ست دائم در گناہ — کئے حلاوت یا بد از ذکرِ اللہ
۱۷ خواندنِ قرآن بود ذکرِ لساں[۶] — ہر کرا ایں نیست ہست از مفلساں
۱۸ شکرِ نعمتہائے حق می کن مدام — تاکند حق بر تو نعمتہا مدام

۱۹ حمد خالق بر زباں دار اے پسر　　عمر تابرباد ندہی سَر بَسر

۲۰ گر زمانے غافل از رحماں شوی　　اندراں دم ہمدم شیطاں شوی

۲۱ لب(۷) مجنباں جز بذکرِ کردگار　　زانکہ پاکاں را ہمیں بود است کار

۳۹

ترجمہ اشعار

(۱) اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف سے اگر تو باخبر ہے تو اے بیٹے ہر وقت اس کی یاد میں رہ۔

(۲) اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو غفلت میں ضائع نہ کر بلکہ اپنے صبح وشام کو ذکرِ الٰہی میں بسر کر۔

(۳) اللہ کریم نے روح کی غذا اپنے ذکر میں رکھی ہے ذکر ہی خستہ دلوں کی مرہم ہے۔

(۴) ذکر الٰہی اگر تیری روح میں رچ بس جائے تو اونچے محلّات کی خواہش تک تیرے دل میں نہ آئے۔

(۵) اے اہل ایمان! ذکر الٰہی کثرت سے کیا کر، تب تو دونوں جہانوں میں عزت و آبرو پائے گا۔

(۶) ذکرِ الٰہی خلوص دل سے ہونی چاہیے بارگاہِ الٰہی میں ''ذکر'' اخلاص کے بغیر ہرگز درست تصور نہیں ہوتا۔

(۷) ''ذکر'' کسی اختلاف کے بغیر تین طریقے کا ہوتا ہے یہ کوئی ڈھینگ یا مذاق کی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔

(۸) عوام النّاس کو صرف ''ذکر باللسان'' نصیب ہے جبکہ خواص کو ''ذکر قلبی'' حاصل ہوتی ہے۔

(۹) خاص الخاص لوگوں کو ''ذکرِ سرّی (ذکر بالجوارح)'' کا مقام حاصل ہوتا ہے یاد رکھیں جو اہلِ ذکر نہیں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔

(۱۰) بے ادبی (بغیر وضو، بے توجہی) سے ذکر کرنا بدعت ہے نیز اس میں ایک شرط ''آداب واحترام ذکر'' بھی ہے۔

(۱۱) ہر عضو کیلئے ایک خاص ذکر ہوتا ہے انسانی بدن میں سات (خاص) اعضاء ہیں ساتوں کو ذکر میں رہنا چاہیے۔

(۱۲)(۱) آنکھ کا ذکر خوفِ خدا سے رونا اور اس کی کھلی نشانیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا ہے۔

(۱۳) (۲) ہاتھ کا ذکر ہر کمزور انسان کی امداد کرنا ہے۔ (۳) پاؤں کا ذکر خویش واقارب اور خاصانِ خدا کی ملاقات کیلئے چل کر جانا ہے۔

(۱۴) (۴) کان کا ذکر اللہ کی باتوں کا سننا ہے جہاں تک ہو سکے رات دن ذکر کرنے کی کوشش کرتا کہ اس کی بدولت تجھے قولِ رحمان (الہام) سننے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

(۱۵) (۵) دل کا ذکر دیدارِ الٰہی کا شوق ہے کوشش کرتا کہ اس ذکر کا ثمر تجھے مل جائے۔

(۱۶) جو اپنی نادانی کی بناء پر ہمیشہ مبتلائے گناہ ہو وہ ذکرِ الٰہی سے کیسے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

(۱۷) (۶) زبان کا ذکر کلام الٰہی کا پڑھنا ہے جسے یہ فضیلت حاصل نہیں وہ آخرت کی دولت سے محروم ہے۔

(۱۸) ہمیشہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا کرتا کہ اللہ کریم تجھ پر ہمیشہ کیلئے اپنی نعمتوں کا دروازہ کھول دے۔

(۱۹) اپنی زبان کو حمدِ خدا سے تروتازہ رکھتا کہ تیری ساری عمر برباد نہ جائے۔

(۲۰) اپنے خدا سے تُو اگر ایک لمحہ کیلئے بھی غافل ہو جائے تو اس لمحہ تو اپنے آپ کو شیطان کا ہم نشیں سمجھ لے۔

(۲۱) (۷) ہونٹوں کا ذکر ہمیشہ کیلئے اپنے اللہ کا ذکر کرنا ہے کیونکہ اللہ کے پاک بندوں کا یہی طریق کار رہا ہے۔ (شیر محمد)

(۷) تبرکاتِ باھوؒ

۱ ذکر توفیق است تحقیق از خدا — ذکر تلقین است بود از مصطفیٰ
۲ ابتداء ذکر مجلس انبیاؑ — انتہائے ذکر بہ بُرد با خدا
۳ باحضوری ذکر، ذاکر خاص دین — خوش بہ بیں ذاکر خدا، اہل از یقین
۴ ذکر بموت است موت از معرفت — مُردہ را زندہ کند عیسیٰؑ صفت
۵ ہر کہ او باشد بہ ذکر ! ثانی خضرؑ — ہر کہ او بے ذکر باشد مردود تر
۶ ذکر یک نور است بُرد باحضور — کئے بود ایں ذاکراں اہل الغرور
۷ ذکر یک ذوق است باشد لازوال — ذاکراں را برد ذکرش با وصال
۸ ہر کرا شد ذکر باتوفیق حق — خاک بوسی او کُند جملہ خلق
۹ ذاکراں را رو بود محبوب تر — کئے بوند ایں ذاکر انش گاوٴخر
۱۰ عالمی یک دم! کہ دردم فنا — زندہ ماند آنچہ ذاکر باخدا
۱۱ بے پیرو بے مرشد بود شیطاں صفت — رہزنی شد طالبانراز راہِ معرفت

۴۰

ترجمہ اشعار

(۱) ذکر! بلاشبہ بارگاہِ الٰہی سے حاصل ہونے والی توفیق اور مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ سے عطا ہونے والی تلقین کا نام ہے۔

(۲) ذکر! کے آغاز میں صحبتِ (دیدار) انبیاءؑ نصیب ہو جاتی ہے اور انتہائے ذکر میں دیدارِ الٰہی نصیب ہو جاتی ہے۔

(۳) باحضور! ذکر سے اہل ذکر کو یہ خاص انعام حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب دیکھ کر مرتبہ حق الیقین پالیتا ہے۔

(۴) ذکر! موت ہے (جو موت سے پہلے مرنے والے کو نصیب ہو جاتی ہے) مگر موت وہ جس سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ اور اہلِ ذکر عیسیٰ صفت ہو کر مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔

(۵) ہر اہل ذکر انسان ثانی خضر علیہ السلام ہوتا ہے اور ذکر سے غافل انسان مردود تر (شیطان صفت) ہو جاتا ہے۔

(۶) ذکر! ایک نور ہے جو حضوری بخشتا ہے۔ یہ مغرور لوگ کب اہل ذکر بن سکتے ہیں۔

(۷) ذکر ایک لازوال اور سدا بہار ذوق ہے جو اہل ذکر کو وصالِ الٰہی تک پہنچا دیتا ہے۔

(۸) جو شخص توفیقِ الٰہی سے ہر وقت ذکرِ الٰہی میں غرق رہتا ہے تو ساری مخلوق اس کی قدم بوسی کرتی ہے۔

(۹) اہل ذکر کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت بن جاتا ہے۔ بھلا یہ گائے اور گدھے (مُردہ دل لوگ) کب ذکر الٰہی کے نزدیک آسکتے ہیں۔

(۱۰) یہ دنیا ایک لمحہ ہے اور اس لمحے کو بھی فنا ہے۔ لیکن اہل ذکر انسان خدا کے ساتھ وصال حاصل کر کے ہمیشہ کی زندگی (بقا) حاصل کرے گا۔

(۱۱) بے پیر اور بے مرشد انسان شیطان کی طرح ہوتا ہے۔ جو راہ معرفت پہ چلنے والوں کیلئے راہزنی کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ یعنی انہیں بدعقیدگی میں مبتلا کر کے گمراہ کر دیتا ہے۔

(شیر محمد)

(۸) فرمان حضرت شیخ شہابُ الدین سہروردیؒ

مشائخ کی ایک جماعت نے ذکر کیلئے کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کو قبول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ باطن کو منور کرنے یا خیالات میں یک رنگی اور یکسوئی پیدا کرنے میں زبردست خاصیت رکھتی ہے۔ بشرطیکہ حق پرست، مُخلص اس پر مداومت کرے اس وقت یہ کلمہ اس کیلئے عطیہ اِلٰہی بن جاتا ہے۔

اگر بندہ (خلوت میں) دل کے ساتھ اپنی زبان سے لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰه کی تکرار کرتا رہے تو یہ کلمہ اس کے دل میں اپنی جڑیں بنالیتا ہے۔اور نفس کی باتیں اس کے دل سے دور ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے دل میں اس کلمہ کا مفہوم کلمۂ نفس کا قائم مقام بن جاتا ہے۔ پس جب یہ کلمہ دل پر مستول (غالب) ہو جائے اور زبان اس کو بے تکلّف ادا کرنے لگے تو اس وقت قلب اس کلمہ کو اپنے اندر اس طرح جذب کر لیتا ہے کہ کسی وقت اگر یہ کلمہ زبان اور قلب سے دور بھی ہو جائے تو اس وقت بھی اس کا نور قائم رہتا ہے اور اس وقت یہ ذکر مشاہدہ کے ساتھ قائم ہوکر ذکر ذات بن جاتا ہے یہی وہ ذکر ہے جو ذکر نور کے ساتھ ایک جوہر بن جاتا ہے۔ (قائم بالذات ہو جاتا ہے اور غیر کا محتاج نہیں رہتا)۔ اسی کا نام مکاشفہ، مشاہدہ اور معائنہ ہے اور یہی خلوت نشینی کا منتہائے مقصود ہے۔

(شہاب الدین سہروردی، شیخ الشیوخ: عوارف المعارف، مترجم حضرت شمس بریلویؒ، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے جناح روڈ، اپریل ۱۹۷۷، ص ۳۶۴، ۳۶۵)۔

(۹) ذکر بالجہر کے بارے جناب امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

شرح مصفّا میں ہے ''سَئَلَ عَنْ اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ اَبِیْ حُنِیْفَه عَنِ الَّذِیْنَ یَمْنَعُوْنَ الْکَلِمَةَ الْعُلْیَه بَعْدَ اَدَاءِ الصَّلٰوةِ۔ فَقَالَ هُوَ الرَّافِضُوْنَ لِاَنَّ فِیْ هٰذَا الْقَوْلِ خِلَافَ فِعْلَ النَّبِیِ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ لِاَنَّ النَّبِیُّ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْکَانَ یَجْهَرُ مَعَ اَصْحَابِهٖ الْکَلِمَةُ الْعُلْیَة بَعْدَ اَدَاءِ الصَّلٰوةِ مُتَّصِلًا رَجُلٌ بِذِکْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی جَهْرًا وَ آخِرُ یَمْنَعُهٗ یَعْذَرُ الْمَانِعُ الخ

(حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ایسے لوگوں کے متعلّق سوال کیا گیا جو نماز پڑھنے کے بعد کلمہ طیبہ بلند آواز میں پڑھنے کو منع کرتے ہیں تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ منع کرنے والے لوگ رافضی (دین کو چھوڑنے والے) ہیں۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع صحابہ رضی اللہ عنہم کے نماز کے بعد ذکر جہر کیا کرتے تھے۔ ایک شخص اللّٰہ کو بلند آواز سے یاد کرتا ہے اور دوسرا اس کو منع کرتا ہے تو منع کرنے والے کو سزا دی جائے۔)

(۱۰) ذکر بالجہر! دیگر فتاویٰ جات کی روشنی میں

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کُنتُ اَعرِفُ القَضَاءَ صَلوٰةِ رَسُولِ اللّٰه صَلَی اللّٰهُ عَلَیهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم بِالتَکبِیرِ'' (صحیح مسلم و مشکوٰۃ شریف)

(میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز کے پورے ہونے کو تکبیر کی آواز سے پہچان جاتا تھا۔)

شارح مشکوٰۃ حضرت عبدالحق محدث دہلویؒ خلیفہ مجاز حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں تکبیر سے مراد مطلق ''ذکر'' ہے۔

دوسری جگہ انہی حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''اِنَّ رَفعَ الصَّوتِ بِالذِّکرِ حِینَ یَنصَرِفُ النَّاسِ مِنَ الْمَکتُوبَةِ کَانَ عَلٰی عَهدِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم''۔ (بخاری و مسلم: باب الذکر بعد الصّلوٰۃ)

(فرائض سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور ہی میں مروّج تھا۔)

فقہ اسلامی کی بنیادی کتاب ''رَدُّ المختار شرح دُرِّ مختار'' میں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ''علمائے متقدّمین اور متاخرین نے جماعت کے ساتھ بُلند آواز سے ذکر کرنے کو مستحب قرار دینے پر اجماع فرمایا ہے۔ ذکر! مساجد میں ہو یا اس کے علاوہ کہیں ہو۔ (فتاویٰ شامی، ج ا، مطبوعہ مصر)

''جس ذکر کو فرشتے سنتے ہیں وہ اس ذکر پر ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے جسے فرشتے نہیں سُنتے''

(الحدیث: ماخوذ از فتاویٰ عزیزی)

ذکر بالجہر کے جواز میں فتاویٰ اِمدادیہ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ بھی موجود ہے۔

حوالہ جات

۱ شان الحق، حقی: فرہنگِ تلفظ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۲ء، ص ۵۵۷۔

۲ فیروز الدین، مولوی، الحاج: فیروز اللغات فارسی، لاہور، فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۷۰ء، ص ۴۸۹۔

۳ مقبول بیگ، بدخشانی، وحید قریشی، ڈاکٹر: فیروز اللغات فارسی، لاہور، فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۲۰۰۴ء، ص ۴۴۵۔

۴ محمد کرم شاہ الازہری، پیر: ضیاءُ القرآن ج ۵، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ، ص ۴۰۵۔

۵ احمد یار خان نعیمی، مفتی، حکیم الامت: جاءَ الحق، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۳۵۳۔

۶ ابواللّیث سمرقندی، فقیہہ: تنبیہہ الغافلین اردو ج ا (مترجم محمد اعظم سعیدیؔ)، کراچی، ضیاءُ الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر، س ن، ص ۳۷۴۔۳۷۵۔

۷ عالم الدین صاحب، قاضی: کنز القدیم فی آثارِ الکریم یعنی حالات و واقعات حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم نقشبندی مجدّدیؒ، لاہور، شبیر برادرز ۴۰ اردو بازار، ۱۳۵۵ھ، ص ۲۳۹۔

۸ شیر محمد بزدار، صوفی: تجدیدِ فقر، تونسہ شریف، بزدار پبلی کیشنز کالج روڈ، اکتوبر ۱۹۹۹ء، ص ۴۰۰۔

۹ اقبالؒ: ضربِ کلیم، اشاعت ہفتم، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، نومبر ۱۹۸۶ء، ص ۶۰۔

۱۰ اقبالؒ: بانگ درا، اشاعت ہفتم، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، نومبر ۱۹۸۶ء، ص ۲۵۳۔

۱۱ اقبالؒ: بالِ جبریل، اشاعت ہفتم، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، نومبر ۱۹۸۶ء، ص ۴۶۔

۱۲ ضربِ کلیم، ص ۳۲۔

۱۳ بالِ جبریل، ص ۴۷۔

۱۴ ایضاً، ص ۲۸۔

۱۵ ضیاءُ القرآن ج ۳، ص ۵۳۔

۱۶ سلطان باھو، حضرت، سخی: نور الھُدیٰ (مترجم سید امیر خان نیازی) لاہور پاکستان، العارفین پبلی کیشنز (رجسٹرڈ)، اگست ۲۰۰۹ء، ص ۴۰۸۔

۱۷ سیّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی، حضرت، صدرالافاضل: خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، س ن، ص ۷۲۳۔

۱۸ ضیاءُ القرآن ج ۴، ص ۵۸۔

۱۹ امام غزالی، حجۃ الاسلام: احیاءُ العلوم ج ۱ (اردو ترجمہ مذاق العارفین)، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، س ن، ص ۴۶۶۔

۲۰ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص ۸۲۹۔

۲۱ ضیاءُ القرآن ج ۵، ص ۴۰۵۔

۲۲ محمد یعقوب، چرخی: تفسیر یعقوب چرخیؒ مترجم اردو، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، فروری ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۶۔

۲۳ ایضاً، ص ۲۱۴ـ۲۱۵۔

۲۴ ضربِ کلیم، ص ۱۵۔

۲۵ بانگ درا، ص ۲۸۱۔

۲۶ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص ۷۲۹۔

۲۷ نور الھُدیٰ، ص ۴۰۶۔

۲۸ احیاءُ العلوم ج ۱، ص ۴۶۸۔

۲۹ محمد زکریا، مولانا، حضرت: فضائلِ اعمال، لاہور، کتب خانہ فیضی، ۱۳۵۸ھ، ص ۲۳۳۔

۳۰ ایضاً، ص ۴۸۵۔

۳۱ احیاءُ العلوم ج ۱، ص ۴۶۶۔

۳۲ ایضاً، ص ۴۶۶۔

۳۳ ایضاً، ص ۴۶۶۔

۳۴ ایضاً، ص ۴۶۶۔

۳۵ ایضاً، ص ۴۶۷۔

۳۶ نور الھُدیٰ، ص ۴۱۶۔

۳۷ ابنِ قیم، حافظ، امام: اَلْوَابِلُ الصَّیِّبُ مِنَ الْکَلِمِ الطَّیِّب (اردو ترجمہ موسوم بہ ذکرِ الٰہی)، لاہور، بُستانِ ادب، س ن۔

۳۸ تجدیدِ فقر، ص ۳۹۹ـ۴۰۰۔

۳۹ فرید الدّین عطار، شیخ: پند نامہ فارسی، ملتان، مکتبہ شرکتِ علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ، ۱۹۵۹ء، ص ۱۸ـ۱۹۔

۴۰ نور الھُدیٰ، ص ۴۰۶ـ۴۱۴۔

﴿باب پنجم﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ننگے سر نماز پڑھنا

؎ بے کاری و عُریانی و مئے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات!

ننگے سر نماز پڑھنا

(قرآن وحدیث اور فقہائے اسلام کی نظر میں)

اسے سہل پسندی، شرعی حدود وقیود سے بغاوت، اسلامی ثقافت سے ناآشنائی یا غیر مسلم ثقافت کی میٹھی زہر کہئے، بہر حال قانونِ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ننگے سر نماز پڑھنا سخت گناہ، مکروہِ تحریمی اور بدعتِ سیئہ (آپ ﷺ کے بعد نیا برا کام کرنا) ہے۔

دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ: ''یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ'' (الاعراف: 31) (اے آدمؑ کی اولاد! مسجد کے پاس پوری زینت کر کے آؤ۔)

جیسا کہ ہر ذی عقل جانتا ہے کہ انسان کی اصل زینت اس کے لباس سے ہے۔ اور لباس میں سر کا لباس بھی شامل ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسی قوم نہیں، چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم اس کے لباس اور وردی میں سر کیلئے پگڑی/ٹوپی شامل نہ ہو ٹوپی یا پگڑی ہی سے کسی لباس کی تکمیل اور زیب وزینت برقرار رہ سکتی ہے۔

اسی طرح اسلامی لباس بھی پگڑی یا ٹوپی کے بغیر نامکمن ہے اس لئے از روئے قرآن نامکمّل لباس سے مسجد میں آنا اور نماز پڑھنا گناہ ہے۔ اس آیہ کریمہ کی شان نزول یہ ہے کہ مشرکین بوقت طواف خانہ کعبہ اپنا سارا لباس اتار کر طواف کرتے یہاں تک کہ سر سے بھی ننگا ہو کر، اللہ کریم کو مشرکین کی یہ عادت سخت ناپسند تھی اس لئے حکم فرمایا کہ مسجد حرام میں جاتے وقت اپنا سارا لباس پہن کر اس میں داخل ہو جاؤ بالفاظ دیگر مسجد میں برہنہ اور ننگے سر داخل ہونا مشرکین کی عادتِ قبیحہ تھی۔

فقہ حنفیہ کے بانی حضرت امام ابو حنیفہؒ نے نماز کے لئے ایک مخصوص لباس تیار کرایا تھا

جس میں درج ذیل اشیاء تھیں۔

۱۔قمیص ۲۔شلوار ۳۔عمامہ ۴۔چادر

جن کی مجموعی قیمت اُس زمانہ کے مطابق ڈیڑھ ہزار درہم تھی جسے وہ نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں جانے کے وقت استعمال فرمایا کرتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کو خوبصورت لباس سے ملنا لوگوں کے ملنے سے بہتر ہے۔ (تفسیر روح البیان جلد 8 ص 170-171)

بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ بھی خاص مواقع پر ریش مبارک گیسوئے عنبریں اور عمامہ مبارک خوب سنوار کر تشریف لے جاتے۔

(ضیاء القرآن جلد 2 ص 26)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے تھے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتا ہے اس لئے میں اپنے رب کی رضا کے لئے زیب و زینت اختیار کرتا ہوں اور پھر مندرجہ بالا قرآنی آیت تلاوت فرماتے۔

(۲) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُo (آل عمران: 31)

(اے محبوب ﷺ! تم فرما دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ، اللہ تم کو دوست رکھے گا۔)

امت کے لئے آپ ﷺ کی ظاہری و باطنی فرماں برداری و اطاعت لازمی ہے عمامہ مبارک ساری زندگی آپ ﷺ کے لباس مبارک کا لازمی حصہ رہا ہے جسے آپ ﷺ کی ذاتی سنت کی حیثیت حاصل ہے جو اس سے جان بوجھ کر نظر انداز کرے تو آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق ''جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی''۔ (بخاری و مسلم متفق علیہ)

یعنی جسے اللہ کی محبت، رضا اور خوشنودی درکار ہے وہ میری سنتوں پر عمل کرے اور ہر

ایک سنت کے عوض ستر شہیدوں کا ثواب کمائے۔

(۳) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ۔ (الاحزاب: 21)

(بے شک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے اُس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو۔)

مطلب! اگر تم اللہ کی خوشنودی اور آخرت کی بہتری چاہتے ہو تو میرے نبی کی پاک زندگی (اسوۂ حسنہ) کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ/مشعل راہ بنا کر ان کی دل و جان سے پیروی کرو تب تمہارے لئے دونوں جہانوں میں کامیابی ہے۔

آپ ﷺ کی ہر سنت پر عمل کرنا امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے لہذا آپ ﷺ کے لباس مبارک کا نمونہ جس میں عمامہ مبارک بھی شامل ہے کو اپنانا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔

(۴) كَشْفُ الْغَمَّه جلد اوّل ص 85 پر موجود ہے۔

قَالَ الْاِمَامُ عَبْدُ الْوَهَّابِ شُعْرَانِیْ عَنْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِسِتْرِالرَّاْسِ بِالْعَمَامَةِ اَوِالْقَلَنْسُوَةِ وَيَنْهٰى عَنْ كَشْفِ الرَّاْسِ فِى الصَّلٰوةِo

(حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ (عام حالات میں) پگڑی یا ٹوپی سے سر کو ڈھانپنے کا حکم فرمایا کرتے اور نماز میں سر ننگا کرنے سے منع فرماتے تھے۔

علامہ سیوطیؒ حافظ ابن عساکرؒ اور حافظ رویانیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

كَانَ يَلْبِسُ الْقَلَانِسَ تَحْتَ الْعَمَائِمِ وَ بِغَيْرِ الْعَمَائِمِ وَيَلْبِسُ الْعَمَائِمَ بِغَيْرِ قَلَانِسٍ (الحدیث)

(رحمت دو عالم ﷺ (کا معمول ہوتا تھا کہ) ٹوپی عمامہ کے نیچے پہنتے تھے اور ٹوپی بغیر عمامہ کے بھی پہنتے تھے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے بھی پہنتے تھے۔ (شرح صحیح مسلم جلد اوّل)

(۵) سب انبیاء کرام علیہم السلام بھی کبھی ننگے سر نہ ہوتے تھے چنانچہ تفسیر روح المعانی جلد ہشتم پارہ 16 سورۃ طٰہٰ ص 169 پر علامہ آلوسیؒ ترمذی شریف کی ایک حدیث روایت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَوْمَ کَلَّمَہٗ رَبُّہٗ قَبَاءُ صُوْفٍ وَ جُبَّہٗ صُوْفٌ وَکُمَّہٗ صُوْفٌ اَیْ قَلَنْسُوَۃٌ صَغِیْرَۃٌ وَ سَرَاوِیْلُ صُوْفٍo

(جس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کے رب تعالیٰ نے مقام طور پر پہلا کلام کیا اس دن آپ علیہ السلام کا لباس اون کا تھا کمبل اونی، ٹوپی اونی، جُبّہ اونی اور شلوار بھی اونی یہاں کُمّہ سے مراد چھوٹی ٹوپی ہے

(۶) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ نماز میں پگڑی باندھتے تھے یا ٹوپی پہنتے تھے کسی صحابی نے کبھی بھی کوئی نماز فرض، واجب یا نفل ننگے سر نہ پڑھی چنانچہ بخاری شریف جلد اوّل کتاب الصّلوٰۃ میں ہے: قَالَ الْحَسَنُ یَسْجُدُوْنَ عَلَی الْعَمَامَۃِ اَوِالْقَلَنْسُوَۃِ وَ یَدَاہُ فِیْ کُمِّہٖo

(حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ صحابہ کرام کو اسی طرح دیکھا گیا کہ وہ پگڑی یا ٹوپی میں ہی نماز کے سجدے ادا فرماتے تھے یعنی ننگے سر کسی صحابی کو نماز پڑھتے نہ دیکھا گیا۔

حدیث پاک میں ہے رَکْعَتَانِ بِعَمَامَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ رَکْعَۃً بِغَیْرِ عَمَامَۃٍo

(عمامہ باندھ کر دو رکعت نماز ادا کرنیکا ثواب بغیر عمامہ پڑھی گئی 70 رکعات سے بہتر ہے۔) (جامع الکبیر للسیوطی جلد چہارم ص 426)

مفتی وقار الدینؒ لکھتے ہیں کہ "عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے میں فضیلت زیادہ ہے۔ اگر

امام نے عمامہ باندھا ہے اور جماعت میں شریک مقتدی نے عمامہ نہیں باندھا تو مقتدی کو امام کے عمامہ کی وجہ سے ثواب زیادہ نہیں ملے گا یعنی صرف امام ہی زیادہ ثواب کا حقدار ہو گا (وقار الفتاویٰ جلد دوم ص 250-251) رومال اگر اتنا بڑا ہے کہ اس سے سر پر تین پیچ آجائیں تو وہ عمامہ کے حکم میں ہے ایسا رومال جس سے صرف ایک دو پیچ باندھے جاسکیں سر پر لپیٹنا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔

امام احمد رضا قادریؒ سے سوال کیا گیا اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جواب میں کہا "رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو عمامہ ہی ہوگیا اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں، لپیٹنا مکروہ ہے"

(فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم، ص 299)

(۷) درجہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ پگڑی یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا سنت مؤکدہ، سنت فعلی وقولی بھی، سنت صحابہ وانبیاء علیہم السلام بھی۔ اور سنت مؤکدہ کا تارک جمہور علماء کے نزدیک گنہگار ہوتا ہے اس لئے ننگے سر نماز پڑھنے سے تمام آئمہ ومجتہدین نے منع فرمایا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص 107 پر ہے۔ قَالَ یُکْرَہُ الصَّلٰوۃُ عَنْ کَشْفِ الرَّاْسِ فِی الصَّلٰوۃِo (ننگے سر نماز پڑھنا تمام علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔)

(۸) بُلْغَۃُ السَّالِکْ فقہ حضرت امام مالکؒ جلد اوّل ص 19 پر درج ہے۔

نیز مؤطا امام مالک جلد اوّل میں ہے کہ: قَالَ مَالِکٌ لَا یَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ مَکْشُوْفَ الرَّاْسِo (حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ننگے سر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔)

"بکھرے بال، ننگے سر رہنا، شیطان کی مشابہت ہے" (اور از روئے حدیث ننگے سر پر ہی مصیبتوں کا نزول ہوتا ہے۔)

(۹) فقہ شافعی فتاویٰ بیجوری جلد اوّل ص 131 پر ہے۔ لَا یَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ مَکْشُوْفَ

الرَّاسِ o (ننگے سر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔)

(۱۰) فَتَاوٰی مُغۡنِیٰ میں امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

"اَلصَّلٰوۃُ مَکۡشُوۡفُ الرَّاسِ بِدۡعَۃٌ یعنی کھلے سر نماز پڑھنا بدعت ہے۔

مطلب! کبھی کسی صحابی یا خود ہادیٔ برحق ﷺ نے نہ ننگے سر نماز پڑھی اور نہ ہی کبھی ننگے سر پھرے لہٰذا قرآن وحدیث، جمہور علماء وفقہاء اور صوفیائے اسلام کے نزدیک نہ ننگے سر نماز پڑھنا اور نہ عام حالات میں ننگے سر رہنا جائز ہے جو نہایت بے ادبی کی بات ہے۔

اِنتباہ: نماز کے وقت سر پر چھوٹا سا رومال باندھ لینا یا جالی کی ٹوپی پہن لینا اور بعد از نماز اسے اتار پھینکنا ایسی ہر وضع جسے اختیار کر کے بندہ کسی معزز آدمی کے سامنے یا کسی باوقار محفل میں نہیں جاتا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی بارہ گاہِ بابرکات اور نماز کے وقار کے بھی سراسر منافی ہے۔ (تفہیم المسائل جلد اوّل ص 120)

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از لُطفِ رب

(ہم بارگاہِ الٰہی سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب اللہ کے لطف وکرم سے محروم ہوتا ہے۔)

با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب

با ادب بامراد بے ادب بے مراد

باب ششم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

داڑھی کی اہمیت

قرآن وحدیث کی روشنی میں

جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو تحقیق اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔(بخاری ومسلم)

"كُلُّ اُمَّتِىْ مَعَافِىٌ اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ" (الحدیث)

(میری ساری امت قابل معافی ہے سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والے۔)

سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰى وَزَيَّنَ النِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ۔

(پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں سے اور عورتوں کو مینڈھیوں (زلفوں) سے زینت بخشی۔)

وَبِهَا اَيِّى اللِّحْيَةَ يَتَمَيَّزُ الرِّجَالَ مِنَ النِّسَاءَ۔ (حضرت امام غزالیؒ)

(اسی داڑھی سے مرد اور عورتیں جدا ہوتے اور پہچانے جاتے ہیں۔)

؎ وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

☆☆☆☆

؎ قبر وحشر میں آئیں گے مصطفیٰ یہ یاد رکھ
چہرے کو اپنے سنت سے آباد رکھ

(۱) داڑھی کی تعریف

عربی زبان میں داڑھی کو "لحیہ" فارسی میں "رِیش" اور انگریزی میں "Beard" کہتے ہیں۔ اصطلاح عام میں داڑھی رخساروں اور ٹھوڑی کے بالوں کو کہا جاتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ فرماتے ہیں "داڑھی قلموں کے نیچے سے کنپٹیوں، جبڑوں اور ٹھوڑی پر جمتی ہے اور عرضاً اس کا بالائی حصّہ کانوں اور گالوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۲/۵۹۶)

(۲) داڑھی کے فضائل وفوائد

اللہ تعالیٰ کی حضرت انسان پر بے شمار نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسے احسن انداز، بہترین صورت اور بہترین طریقے سے تخلیق فرمایا۔ ارشاد باری ہے "وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ"۔(تغابن:3) (اور تمہاری صورت کی تو اچھی صورت بنائی۔)

اس اچھی صورت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو داڑھی سے خوبصورتی بخشی۔

اور اپنے محبوب ﷺ کی صورت وسیرت پاک میں داخل فرمایا چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (احزاب:21)

(بے شک تمہیں رسول اللہ (ﷺ) کی پیروی بہتر ہے۔)

اس آیت پاک میں ربّ کریم نے حضور ﷺ کی ذات پاک کو مسلمانوں کے لئے بہترین، کامل واکمل نمونہ بتایا تاکہ ان کی اچھی خصلتیں اور سنتیں اپنا کر مجھ تک پہنچ پائیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی صورت وسیرت ہی مکمّل اسلام کا نام ہے۔ داڑھی مبارک آپ ﷺ کی صورت مبارک میں سرفہرست ہونے کے علاوہ دیگر تمام انبیاء کرام کی بھی سنتِ مطہّرہ ہے۔ اس زینت کی بے شمار فضائل میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

(1) داڑھی تقاضائے فطرت انسانی ہے۔

(2) داڑھی رکھنا جملہ انبیاءؑ کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

(3) داڑھی رکھنا آقا علیہ السلام کی دائمی و ذاتی سنت ہے۔

(4) داڑھی رکھنا تمام مومنین کا شیوہ رہا ہے۔

(5) داڑھی اسلام کا شعار ہے۔

(6) داڑھی مرد کے لئے زینت وتکریم کا باعث ہے۔

(7) داڑھی اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

(8) جس نے صبح اپنی داڑھی کو کنگھی کی وہ شام تک امن میں رہے گا۔

(9) لوگوں کی نظروں میں داڑھی کی عزت ہوتی ہے۔

(10) اس کو علمی اور باوقار شخصیت سمجھا جاتا ہے۔

(11) مجالس میں اس کی خصوصی تعظیم ہوتی ہے۔

(12) لوگ اس کی بات زیادہ توجہ سے سنتے ہیں

(13) جماعتِ نماز کے لئے اس کو آگے کیا جاتا ہے۔

(14) لوگ اس کی داڑھی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس سے فحش کلامی نہیں کرتے۔

(15) داڑھی ہر غیر شرعی فعل اور منہیات سے روکتی ہے۔ (قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب۔ ۱۴۳/۲)

(16) رات کو کنگھی کرنے سے کئی مہلک بیماریوں سے نجات اور درازئ عمر عطا ہوتی ہے۔

(17) ہر وضو کے بعد کنگھی کرنے سے تنگ دستی ومحتاجی دور ہو جاتی ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ)

(۳) داڑھی کی وعید

قرآن پاک میں متعدد آیات میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم یہاں صرف ایک آیت نقل کرتے ہیں۔ جس میں رسول ﷺ کی مخالفت پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے۔ ''وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡم بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الۡهُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَط وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا۔'' (النساء 115)

(اور جو رسول ﷺ کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔)

بلاشبہ تمام انبیاءؑ و مرسلین، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، جمیع صحابہ، تمام اولیا اُمت اور علمائے ملّت سب کا داڑھی پر قولی و فعلی اتفاق ہے۔ سب نے داڑھی رکھی اور رکھنے کا حکم دیا لہٰذا جو شخص ایسی عظیم الشان سنت کی مخالفت کرے، اس سے انحراف کرے اور اسے ترک کرے وہ سزاوارِ عذاب الٰہی ہے۔ اس لئے اللہ کریم نے حضور ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ''اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقۡتَدِهۡ''۔ (انعام: 90)

(یہ ہیں (انبیاءؑ) جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مُرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دس خصلتیں ایسی ہیں جو قوم لوط میں تھیں جن کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے ان دس چیزوں میں داڑھی کا کٹوانا اور مونچھوں کا بڑھانا بھی ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ''جو شخص مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں۔'' (ترمذی ونسائی شریف)

(۴) داڑھی رکھنا واجب یا سنتِ رسول ﷺ

قرآن کریم کی روشنی میں داڑھی رکھنا واجب ہے کیونکہ قرآن کریم میں آپ ﷺ کی اطاعت کا خداوند کریم نے بار بار براہ راست حکم صادر فرمایا اور از روئے فقہ قرآن کریم میں جس کام کے لئے براہِ راست خدا نے صیغہ امر استعمال کیا ہو وہ فرض یا واجب میں داخل ہے۔ لہٰذا داڑھی رکھنا اگر فرض نہیں تو واجب ضرور ہے۔

(فتاویٰ نعیمیہ از مفتی اقتدار احمدؒ، داڑھی کا وجوب از مولانا محمد زکریاؒ)

آئیے اب ہم نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کا فعل دیکھیں کہ داڑھی کے بارے میں آپ ﷺ نے کیا فرمایا۔ آیا داڑھی مونڈوانے پر خاموشی اختیار کی یا کوئی حکم صادر فرمایا؟۔

احادیث مبارکہ میں آنحضور ﷺ کی اپنی داڑھی مبارک کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے۔

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ﷺ) کَثِیْرُ شَعْرُ اللِّحْیَۃ '' (رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک میں بال بہت زیادہ تھے۔ یعنی بہت گھنی تھی۔) (صحیح مسلم کتاب الفضائل)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ (ﷺ) اَبْیَضُ اللَّوْنَ کَثُّ اللِّحْیَۃ '' (رسول اللہ ﷺ کا رنگ گورا اور خوب سیاہ گھنی داڑھی تھی)

(تہذیب ابن عساکر)

مختلف روایات میں آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کم از کم ایک مشت بلکہ اس سے زائد اتنی ثابت ہوتی ہے جس میں تخلیل فرماتے تھے، کنگھی سے درست فرمایا کرتے تھے اور اتنی بڑی گنجان تھی کہ اس نے سینہ مبارک کے اوپر کے حصہ کو طول وعرض میں بھر لیا تھا۔

اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں:

؎ رِیش خوش مُعتدل مَرہم رِیش دل
ہا لۂ ماہ نُدرت پہ لاکھوں سلام

(آپ ﷺ کی خوبصورت معتدل داڑھی مبارک جو کہ زخمی دلوں کے لئے رحمت کی پٹی کا کام دیتی ہے۔ ایسی گول چاندنی کے دلکش حلقہ (یعنی گول داڑھی مبارک) پر اللہ اپنی لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے۔) اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی ہر طرف سے مُشت برابر (گول) ہو۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''خَالِفُوْا الْمُشْرِکِیْنَ وَوَ فِّرُوا اللِّحٰی وَاَحْفُوْا الشَّوَارِبَ ''۔(مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو (نہ کہ مونڈھو))۔ (صحیح بخاری: کتاب اللباس)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قَصُّوْا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوْا اللِّحْیَہ '' (مونچھیں تراشو اور داڑھیاں بڑھاؤ) (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اسلام کی فطرت سے مونچھوں کا لینا (کٹوانا) ہے اور داڑھی کا بڑھانا ہے اس لئے کہ مجوسی لوگ اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھی کٹواتے ہیں، لہٰذا ان کی مخالفت کرو۔ مونچھوں کو کٹایا کرو اور داڑھی کو بڑھایا کرو''۔

''مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ '' (ابوداؤد و مسند امام احمد بن حنبلؒ)

(جو جس قوم سے مشابہت رکھے وہ اُنہی میں سے ہے۔)

''لَیْسَ مِنَّا مَنْ عَمَلَ بِسُنَّۃِ غَیْرِنَا ''۔(مشکوٰۃ شریف)

(جو ہمارے غیر کی سنت پر عمل کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔)

☆ فرمانِ نبوی ﷺ ہے ''لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّہَ بِغَیْرِنَا ''۔(جامع ترمذی شریف)

(جو ہمارے غیر سے مشابہت کرے وہ ہم میں سے نہیں۔)

کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے آپ ﷺ کے اِن واضح ارشادات کے باوجود مشرکین و مجوسی جیسی شکل اختیار کئے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے مسلم اور غیر مسلم کی پہچان مشکل ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ ''وَلَا تَرۡکَنُوۡۤا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ''۔ (ھود:۱۱۳)

(اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔) لہٰذا داڑھی کٹوانا اور بڑی مونچھیں رکھنا مشرکین کی طرف پورا میلان اور ان کی اتباع ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انصار نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ اہل کتاب اپنی داڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں؟ تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم (مسلمان) اپنی مونچھوں کو کاٹو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی مخالفت کرو۔ (مسند امام احمدؒ)

☆ اُمُّ المُومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دس چیزیں فطرت سے ہیں۔

1:۔ مونچھیں کاٹنا۔ 2:۔ داڑھی بڑھانا۔ 3:۔ مسواک کرنا۔ 4:۔ ناک میں پانی ڈالنا۔
5:۔ ناخن کاٹنا۔ 6:۔ جوڑوں کو دھونا۔ 7:۔ بغلوں کے بال نوچنا۔ 8:۔ زیرناف بال مونڈنا۔
9:۔ پانی سے استنجا کرنا۔ دسویں چیز راوی کو بھول گئی شاید کلی کرنا ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ)

معلوم ہوا کہ داڑھی رکھنا سنت رسول ﷺ کے علاوہ انسانی فطرت بھی ہے۔ فطرت سے مراد وہ اصلی و حقیقی ہیّت ہے جس پر خالق کائنات نے انسان کو پیدا فرمایا، تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کا اس پر متّفقہ عمل رہا اور جسے تمام انبیا کرام علیہم السلام کی سنت کا مقام حاصل ہے۔ ان فطری چیزوں کو ترک کرنے والا اشرف انسانیت سے محروم ہو جاتا ہے۔

''مَنۡ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیۡ عِنۡدَ فَسَادِ اُمَّتِیۡ دَخَلَہٗ اَجۡرُ مِائَۃَ شَہِیۡد''۔ (مشکوٰۃ شریف)

(جو شخص میری سنّت پر مضبوطی سے قائم رہے جبکہ میری امت میں فتنہ و فساد پھیل جائے تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔) **ایک شہید کی خصوصیات:**

1:۔ پہلی ہی پیشی میں اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

2:۔ جنت میں اس کا ٹھکانہ اس کو بتا دیا جاتا ہے۔

3:۔ عذاب قبر سے اسے بچالیا جاتا ہے۔

4:۔ قیامت والے صور کی آواز کی انتہائی زبردست گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

5:۔ اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا، جس میں سے ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے افضل ہے۔

6:۔ بہتّر (72) حورِعین اس کے نکاح میں دی جائیگی۔

7:۔ ستّر ستّر رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مَنۡ اَحۡیَا سُنَّتِیۡ فَقَدۡ اَحَبَّنِیۡ وَ مَنۡ اَحَبَّنِیۡ کَانَ مَعِیَ فِی الۡجَنَّہ''۔ (کنزالعمال)

(جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبّت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔)

(۵) داڑھی: سنّتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

سرکار دو عالم ﷺ کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی داڑھیاں رکھیں اور حضور ﷺ کی سنت مبارک کو زندہ رکھا۔ ذیل میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی داڑھیوں کی کیفیت کے بارے میں تاریخی حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

☆ حضرت جعفر بن عون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی داڑھی ایسی تھی جیسے عرفج (گھاس) کی سفیدی۔ (طبقات کبریٰ)

☆ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک خوب سرخ تھی۔ (طبقات کبریٰ)

☆ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی داڑھی والے تھے۔

☆ شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی ان کے سینوں کو بھر دیتی تھی۔

☆ حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ لمبی داڑھی والے تھے۔ (الترغیب والترہیب، ۳/۱۱۴)

☆ حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ چوڑی داڑھی والے تھے جو اُن کے شانوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ (طبقات کبریٰ، ۳/۲۸)

☆ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پانچ صحابہ کو دیکھا! ابو امامہ، حجاج بن عامر، مقدام بن معدیکرب، عبداللہ بن بسر اور عتبہ بن سلمیٰ رضی اللہ عنہم، یہ مونچھوں کو کاٹتے اور داڑھیوں کو بڑھاتے اور ان کو زرد رنگ کرتے۔ (مجمع الزوائد، ۵/۱۶۷)

الغرض معلوم ہوا کہ داڑھی رکھنا فطرت الٰہیہ اور سنت نبوی ﷺ ہونے کے ساتھ ساتھ صحابہ

کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین اور تمام سچے مسلمانوں کی سنت ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کو یوں تاکید کی ”عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ خُلَفَاْ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْن ۔“ (میری اور میرے خلفاً راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔)

(٦) داڑھی منڈوانے پر رسول خدا ﷺ کی ناراضگی

تاریخ اسلام میں ہے یمن کے گورنر باذان نے اپنے داروغہ بانویہ اور ایک پارسی فرخسرہ کو مدینہ طیبہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا۔ جب یہ دونوں بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے، داڑھیاں منڈوائے ہوئے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے تھے۔ سید عالم ﷺ کو ان کی طرف نظر فرماتے ہوئے کراہت آئی اور فرمایا خرابی ہو تمہارے لئے! کس نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا؟ وہ بولے ہمارے رب یعنی کسریٰ نے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا مگر مجھے میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں تراشنے کا حکم دیا ہے۔ (آپ ﷺ کی سنجیدگی پر قربان)

(تاریخ الخمیس ۲/۳۵، ابن جریر ۳/۹۰-۹۱، البدایہ والنہایہ ۴/۲۷۰)

مقام غور ہے یہ لوگ ابھی تک اسلام نہ لائے تھے اور نہ احکام اسلام سے آگاہ تھے۔ ان کی وضع دیکھ کر حضور اقدس ﷺ کو کراہت ہوئی۔ اس لئے کہ سابقہ ادیان میں بھی داڑھی ضروری تھی۔ اب جو مسلمان سنتِ رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے مجوسیوں کے موافق صورت بنائے وہ کس قدر حضور ﷺ کی کراہت و بیزاری کا باعث ہوگا۔ کیا قبر کی پہلی رات آپ ﷺ اس کو دیکھنا گوارا کریں گے؟

اس کے برعکس جو سنت نبوی ﷺ کو زندہ کرے گا اس کے متعلق آقا علیہ السلام کا اپنا فرمان بھی ملاحظہ ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ اَحْیَا

سُنَّتِیۡ فَقَدۡ اَحَبَّنِیۡ وَمَنۡ اَحَبَّنِیۡ کَانَ مَعِیۡ فِیۡ الۡجَنَّۃِ ''۔(کنزالاعمال ۱/۱۷۵)
(جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبّت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔) اب خداوند کریم کا بھی موڈ دیکھ لیجئے:

''قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ '' (آل عمران: 31)
(آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبّت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبّت کرنے لگیں گے۔)

اب سنت کی مخالفت کے بارے میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد سنیئے۔

''مَنۡ لَّمۡ یَعۡمَلۡ بِسُنَّتِیۡ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ ''۔(کشف الخفا بحوالہ ابن حبان، ۱/۲۸۳)
(جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ''مَنۡ خَالَفَ (تَرَکَ) سُنَّتِیۡ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ ''۔(الحدیث)
(جو میری سنت کا خلاف کرے (چھوڑے) وہ مجھ سے نہیں۔)

درج بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ تارک سنّت سے رسول اللہ ﷺ کتنا ناراض ہیں۔ اسے اپنے گروہ سے بھی خارج قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے داڑھی رکھنا رسول اللہ کی سنت اور اس کا تارک طریقِ رسول کے خلاف چلنے والا اور ان کی ناراضگی کا سبب ہے۔

کیا جس پر آپ ﷺ ناراض ہوں وہ بہشت میں داخل ہو سکے گا؟ ہرگز نہیں۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک ایرانی مرزا قتیل کے صوفیانہ کلام سے بہت متاثر ہو کر ان کی ملاقات کے لئے ان کے گھر پہنچا۔ تو مرزا اس وقت اپنی داڑھی کا صفایا کر رہے تھے اس نے تعجّب سے دیکھا اور کہا! '' آغا ریش می تراشی؟'' (جناب آپ داڑھی منڈا رہے ہیں؟) مرزا نے فی البدیہ جواب دیا '' بلے موئے می تراشم ولے دلے کسے نمی خراشم'' (ہاں بال تراش رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں چھیل رہا ہوں) ایرانی صوفی نے بے ساختہ جواب دیا! '' آرے دلِ

رسول می تراشی'' کسی کا دل دُکھانا چہ معنی دارد؟ تم تو آنحضرت ﷺ کا دل مبارک چھیل رہے ہو اور جو رسول ﷺ کی دل آزاری کرتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے)
(وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (توبہ:۶۱)

یہ سن کا مرزا کو وجد آ گیا بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو سنتِ رسول ﷺ چہرے پہ سجانے کا تہیّہ کر چکے تھے۔

؎ سُکھ دیجئے نبیؐ کو جو جنت کی ہے طلب
دُکھ ان کے دل کو دے کے نہ دوزخ کمائیے

مزید برآں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔''

(۷) داڑھی منڈوانے کی قباحتیں

جس طرح داڑھی رکھنے کے بے حد وحساب فوائد وفضائل اور طبی فائدے ہیں اسی طرح داڑھی کٹوانے اور مونڈوانے کی بہت سی قباحتیں ہیں جن میں سے چند ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1) داڑھی منڈوانا یا کٹوانا رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے۔

(2) تغیّر خلق اللہ (خِلقت خداوندی کو بگاڑنا) اور اتباع شیطان ہے۔ حالانکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے ''لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ط'' (روم:۳۰) (اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا۔)

(3) یہود و ہنود اور عیسائیوں سے مشابہت ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

''مَنۡ تَشَبَّہَ بِقَوۡمٍ فَھُوَ مِنۡھُمۡ ''(سنن ابوداؤد)
(جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔)

(4) عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے جو مرد کی نامردی کا ثبوت ہے۔

اس بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''لَعَنَ اللّٰہُ الْمُشْتَبِھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ الْمُتَشَابِھَاتِ مِنَ النِّسَاءِ الرِّجَالِ''۔(صحیح بخاری)

(اللہ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور ان عورتوں پر بھی لعنت ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''چار شخص صبح کریں تو اللہ کے غضب میں، شام کریں تو اللہ کے غضب میں۔
(1) زنانی وضع والے مرد۔ (2) مردانی وضع والی عورتیں۔ (3) چوپائے سے زنا کرنے والا۔ (4) اغلامی یعنی لواطت کرنے والا۔ (شعب الایمان ج ۴، حدیث نمبر ۵۳۸۵)

(۸) داڑھی منڈوانا ''مُثلہ'' ہے

مُثلہ کسی انسانی اعضا کے کاٹنے کو کہتے ہیں جس طرح کُفار! شہداءِ اسلام کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ داڑھی بھی جسم کے ساتھ اعضا کے درجے میں ہے کیونکہ یہ جسم کے ساتھ تخلیق کی گئی ہے اس کا کاٹنا مُثلہ کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو بالوں کے ساتھ مُثلہ کرے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کچھ حصہ نہیں۔(معجم الکبیر۔ ۱/۴۱)

یہ حدیث پاک بالوں کے بارے میں ہے، خواہ عورت سر کے بال مونڈوائے یا مرد داڑھی کے بال۔

مُلا علی قاریؒ فرماتے ہیں ''حَلَقُ اللِّحْیَۃِ مِنْ بَابِ الْمُثْلَہ'' داڑھی مونڈنا از قسم مُثلہ کے ہے۔(بدائع الصنائع کتاب الحج)

علّامہ ابن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں ''اِنَّمَا لَا تَحْلِقُ سُکُوْنَۃَ کَحَلْقِ اللِّحْیَۃِ'' (کوئی

عورت (سر کے) بال نہ مونڈے اس لئے کہ ایسا کرنا مُثلہ ہے۔ جیسا کہ مرد کے لئے داڑھی مونڈنا مُثلہ ہے۔)(بحرالرائق کتاب الحج)

مرقاۃ میں تحریر ہے ''داڑھی مونڈنا حرام ہے کیونکہ یہ مُثلہ میں داخل ہے''۔
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

صاحب مُنہل شارح ابوداؤد نے بعد از تحقیق لکھا کہ داڑھی منڈوانے کی حرمت پر ساری امت کا اجماع ہے اسی وجہ سے داڑھی منڈوانا سب اماموں (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک حرام ہے۔

(۹) داڑھی کی شرعی مقدار

جان لینا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے مطلقاً داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں فرمائی کہ اس حد تک پہنچنے پر داڑھی کا بڑھانا بند کر دیا جائے البتہ حضور ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے ہمیں داڑھی کو معتدل رکھنے کے لئے تراشنے کی حد ضرور مل جاتی ہے۔ داڑھی کا ایک مُشت برابر رکھنا واجب ہے۔ اس سے کم کرنا جائز نہیں بلکہ مکروہ اور حرام ہے اور اگر اس سے خوبصورت انداز میں زیادہ ہو جائے تو جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جب وہ حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیکر ایک مُشت سے زائد کو کترواد یتے تھے۔

☆ فتاویٰ عالمگیری میں ہے داڑھی کا کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی کو مُٹھی میں لے اور مُٹھی سے زائد کاٹ دے۔(فتاویٰ عالمگیری ۵/۳۵۸)

☆ حضرت ابوذرعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مُٹھی میں پکڑتے اور مُٹھی سے زائد کو کاٹ دیتے۔(مصنّف ابنِ ابی شیبہ)

☆امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں ''داڑھی کا ایک مُشت ہونا سنت ہے۔اس سے کم کرنا جائز نہیں اور اگر اس سے کچھ زیادہ ہو جائے تو جائز بلکہ اُولیٰ (افضل) ہے۔اور اس قدر لمبی چوڑی رکھنا کہ تمسخر کا سبب بنے مکروہ ہے۔(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ۸/۴۵۱)

☆ٹھوڑی سے نیچے چار انگل داڑھی رکھنی چاہیے اس سے کم کروانا حرام ہے

(فتاویٰ رضویہ ۲۲/۶۰۶)

☆مرد پر داڑھی کا کاٹنا حرام ہے۔(دُرمختار بحوالہ فتاویٰ بزازیہ ۲/۲۵۰)

☆داڑھی کا مونڈنا حرام ہے۔(اشعۃ اللّمعات، کتاب الطہارۃ ۱/۲۱۲، از شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ)

(۱۰) داڑھی سے اولیائ و علمائ اور بڑے لوگوں کی محبّت

☆ قاضی شریح رضی اللہ عنہ جو اکابر تابعین میں سے تھے زمانۂ رسالت ﷺ میں ولادت پائی بلکہ صحابی بھی کہا گیا۔حضرت علی و عمر رضی اللہ عنہم کے قاضی رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فتاویٰ میں ان سے رائے لیتے تھے۔ان کے بارے میں ہے کہ ان کی داڑھی خِلقتہً (پیدائشی) نہ تھی وہ فرماتے تھے کہ مجھے آرزو ہے کہ کاش دس ہزار درہم میں بھی اگر داڑھی مل جائے تو میں ضرور خرید لوں۔

☆ سیّدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ تابعین ہونے کے علاوہ، علمائ و حکمائے کاملین میں سے تھے، پاؤں میں کج (لنگڑا پن) تھا۔ایک آنکھ بھی جاتی رہی۔داڑھی خِلقتہً نہ تھی ان کے اصحاب لنگڑے پن پر افسوس کرتے نہ کانے پن پر بلکہ داڑھی نہ ہونے کی کراہت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہمیں تمنا ہے کہ کاش! اگر داڑھی بیس ہزار درہم کی بھی ملتی تو ہم احنف کے لئے خرید لیتے کیونکہ جس کی داڑھی نہ ہو وہ عقلمندوں کے نزدیک ناقص ہے۔

☆حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی داڑھی نہ تھی تو انصار کہتے کہ قیس رضی اللہ عنہ ہر اعتبار سے بہترین سردار ہے۔لیکن اس کی داڑھی نہیں۔اللہ کی قسم اگر داڑھی بکتی ہوتی تو ہم اس کو دراہم (زرِ

کثیر) سے خرید کر دیتے تا کہ یہ مرد بن جاتا۔

ایک وہ لوگ تھے کہ داڑھی نہ آنے پر رنج و افسوس کا اظہار کرتے اور داڑھی کے شوق میں جان و مال تک قربان کرنے کو تیار تھے۔لیکن تعجّب ہے آجکل کے مسلمانوں پر کہ جو داڑھی ہونے کے باوجود اس کو منڈوانے کے لئے ہزاروں جتن کرتے ہیں کہ داڑھی نظر ہی نہ آئے۔

؎ قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں!

(۱۱) داڑھی کے طبّی فوائد

(1) داڑھی والے کی بینائی بحال رہتی ہے۔

(2) داڑھی گلے اور سینے کو ضرر دینے والے جراثیم سے بچاتی ہے۔

(3) مسوڑھوں کو داخلی و خارجی عوارض اور تکالیف سے کافی حد تک محفوظ رکھتی ہے۔

(4) داڑھی میں تیل لگانے سے کھال تر و تازہ رہتی ہے جس سے خشکی نہیں ہوتی۔

(5) داڑھی بڑھانے سے خناق جیسی خطرناک بیماری سے بچا جا سکتا ہے۔

(6) ایک ڈاکٹر لکھتا ہے ''اگر سات نسلوں تک مردوں میں داڑھی منڈوانے کی عادت قائم رہی تو آٹھویں نسل مُخنّث (ہیجڑا) پیدا ہوگی۔

داڑھی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی سنت ہے۔اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے والے سے خدا محبّت رکھنے کا اعلان فرماتا ہے۔

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی معاف فرمائے گا اور اللہ بڑا

بخشنے والا مہربان ہے۔(آل عمران: 31)

معلوم ہوا کہ محبوبِ خدا ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے جو شخص داڑھی کی سنت کو اپنائے گا اللہ تعالیٰ نہ صرف اس سے محبّت کرے گا بلکہ اس کے گناہ بھی معاف فرمائے گا۔

(۱۲) داڑھی مونڈنا اشرف المخلوقات کی توہین ہے

درج بالا قباحات کے علاوہ داڑھی مونڈانے کے طبی نقصانات بھی ہیں مثلاً جلدی امراض، آنکھوں کی بینائی کا کمزور پڑ جانا اور چہرے کا بے رونق ہو جانا اور قوت مدافعت میں کمی وغیرہ۔ ڈاکٹر مور کے مطابق چند امراض ایسے ہیں جو شیو کرانے سے پیدا ہوتی ہیں ان میں چہرے کے مہاسے، جِلد کی خشکی، کیل اور چھائیاں، ناک پر دانے، پھوڑے پھنسیاں، خارش اور الرجی وغیرہ شامل ہیں۔

اس بارے میں کچھ عرصہ قبل ڈاکٹر چارلس ہومر کا ایک مضمون شائع ہوا جو مسلمانوں کے لئے قابل عبرت ہے۔ ڈاکٹر چارلس کہتا ہے کہ ''ایک مضمون نگار نے داڑھی مونڈنے کے لئے برقی سوئیاں ایجاد کرنے کی مجھ سے فرمائش کی ہے تاکہ وہ تمام وقت جو داڑھی مونڈنے کی نظر ہوتا ہے بچ جائے، لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر داڑھی کے نام سے لوگوں کو لرزہ کیوں چڑھتا ہے؟

لوگ جب سروں پر بال رکھتے ہیں تو چہرہ پر ان کے رکھنے میں کیا عیب ہے؟ کسی کے سر پر سے اگر کسی جگہ کے بال اُڑ جائیں تو اسے اس گنج کے اظہار سے شرم آیا کرتی ہے۔ لیکن یہ عجیب تماشہ ہے کہ اپنے چہرہ کو خوشی سے گنجا کر لیتے ہیں اور اپنے کو داڑھی سے محروم کرتے ذرا نہیں شرماتے، جو کہ مرد ہونے کی سب سے زیادہ واضح علامت ہے۔ داڑھی اور مونچھیں انسان کے چہرہ کی مردانہ قوت، استحکام سیرت، کمال فردیت اور علاماتِ امتیاز بخشتی

ہیں۔ اور اس کا بقاء وتحفّظ بھی دلیری کی بنا پر ہوتا ہے۔ یہی تھوڑے سے بال ہیں جو مرد کو زنانہ صفات سے ممتاز بناتے ہیں کیونکہ اس کے علاوہ بدن کے تمام بالوں میں مرد اور عورت دونوں مشترک ہیں۔ عورتیں اپنے دلوں میں داڑھی اور مونچھوں کی بڑی قدر رکھتی ہیں اور باطن میں بے ریش مردوں کی بہ نسبت باریش مردوں کی زیادہ دلدادہ ہوتی ہیں اور بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو داڑھی اور مونچھیں اچھی معلوم نہیں ہوتیں لیکن اس کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ فیشن کی غلام اور لباس کی ماتحت ہوا کرتی ہیں، اور بد قسمتی سے آجکل داڑھی اور مونچھیں فیشن کی بارگاہ سے مردود ہو چکی ہیں، نتھنوں اور مُنہہ کے سامنے تھوڑے سے بالوں کی موجودگی ایک اچھی چھلنی کا کام دیتی ہے۔ اور مُضرّت رساں خاک، مٹی اور بہت سے جراثیم ناک اور مُنہہ میں نہیں جانے پاتے۔ لمبی اور گھنی داڑھی گلے کو سردی وگرمی کے شدید اثرات سے بچائے رکھتی ہے''۔

مزید لکھتا ہے کہ ''داڑھی اور مونچھیں پھر دنیا میں واپس آرہی ہیں اور انہی کے ساتھ وہ فوقیت بھی واپس آئے گی جو قدرت نے مرد کو عورت پر دی ہے کسی داڑھی رکھنے والے مرد نے کبھی اپنی بیوی کو نہیں چھوڑا تھا، داڑھی والا انسان اپنی داڑھی کی ہمیشہ لاج رکھتا تھا اس میں ایک آن ہوتی ہے جو مرد کی شان کو شایان ہے۔ آخر ایک پورے نوجوان مرد کو یہ تمنا کیوں ہوئی کہ اس کا چہرہ بچوں کا سا نظر آئے، خدا نے داڑھی اور مونچھیں اس واسطے بنائی تھیں کہ جن سے مردوں کے چہرہ کی زینت اور انفرادیت ہو، جو لوگ داڑھی کا مذاق اور مخول اُڑاتے ہیں وہ حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا مذاق اور مخول اُڑاتے ہیں اس لئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام داڑھی مبارک رکھتے تھے۔(داڑھی کا وجوب از مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

(۱۳) داڑھی مونڈے یا کترے ہوئے کی امامت کا مسئلہ

آج کل ہمارے ہاں یہ مسئلہ بہت اہم ہے کہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ امام کیسا ہے؟ داڑھی کٹواتا ہے، منڈواتا ہے، جو کچھ مرضی آئے کرتا پھرے صرف مصلّائے امامت پر انسان (شرعی یا غیر شرعی کی کوئی تمیز نہیں) کھڑا ہونا چاہیے۔ بس اس کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ قبضہ سے کم داڑھی رکھنے والا یا سرے سے مونڈوانے والا فاسق اور مُعلّن ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز و گناہ ہے۔ اس بارے میں اکابر اہلسنت کے فتاویٰ جات ملاحظہ ہوں۔

مولانا احمد رضا خان صاحبؒ کا فتویٰ: داڑھی مونڈوانے اور کتروانے والا فاسق مُعلّن (لعنتی) ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں۔ اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے۔ نبیؐ کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احکام شریعت: ۱۸۲)

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمدؒ کا فتویٰ: جو شخص شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو، داڑھی حد شرعی سے کم کرتا ہو، مونڈواتا یا ترشواتا ہو اور اس کا عادی ہو اگرچہ حافظ قرآن (عالم و فاضل) اور سُنی صحیح العقیدہ بھی ہو۔ ایسے شخص کے پیچھے (ہر قسم) نماز پڑھنا شرعاً منع ہے۔ نمازیوں کو چاہیے ایسے شخص کو امامت کے لئے منتخب کریں جو اہل سنت صحیح العقیدہ ہو اور شریعت مُطہرہ کا پابند ہو۔ واللہ تعالیٰ و رسوله الاعلی الاعلم۔ (فتاویٰ محدث اعظمؒ، ص ۶۵)

﴿چند اشعار﴾

ے مونڈنا داڑھی یا کٹوانا
نامردوں کا فعل پرانا
کیوں مت تیری گئی ہے ماری
رکھ لو بھیا اب تو داڑھی
لِلّٰہ داڑھی اب نہ منڈانا
اپنے نبی کا دل نہ دکھانا
سنت ان کی ہے یہ پیاری
رکھ لو بھیا اب تو داڑھی
داڑھی بڑھاؤ مونچھ کٹاؤ
نبی کی سنت سب اپناؤ
بن جاؤ گے سب پہ بھاری
رکھ لو بھیا اب تو داڑھی

(تمت بالخیر)

حوالہ جات

۱:۔القرآن الکریم وکُتب صِحَاح سِتّہ۔

۲:۔الحاوی للفتاویٰ از امام جلال الدین سیوطیؒ۔

۳:۔فتاویٰ عالمگیری از مُلّا نظام الدینؒ زیرِ نگرانی اورنگزیب عالمگیرؒ۔

۴:۔دُرِّ مختار از علاّمہ علاؤالدین حصکفیؒ۔

۵:۔قُوت القلوب فی معاملة المحبوب از شیخ ابوطالب مکیؒ۔

۶:۔ مدارج النبوّت از شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ۔

۷:۔فتاویٰ رضویہ از امام محمد احمد رضا خان بریلویؒ۔

۸:۔ لُمَعَةُ الضُّحیٰ فِیۡ اَعۡفَاءُ اللِّحیٰ از امام محمد احمد رضان خان بریلویؒ۔

۹:۔احکامِ شریعت از مولانا احمد رضا خان بریلویؒ۔

۱۰:۔ اصلاح الرّسوم از مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ۔

۱۱:۔بہارِ شریعت از مولانا مفتی امجد علی اعظمی حنفیؒ۔

۱۲:۔داڑھی کا وجوب از مولانا محمد زکریاؒ مہاجر مدنیؒ۔

۱۳:۔العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ از مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری۔

۱۴:۔مومن کا زیور داڑھی از محمد رضاء الحسن قادری۔

۱۵:۔ تفہیم المسائل از مفتی منیب الرحمٰن مدظلہ العالی۔

۱۶:۔حکم اللحیة فی الاسلام۔

۱۷:۔نزھة المقال فی لحیة الرّجال از سیّد محمد سلیمان اشرف بہاریؒ۔

﴿باب ہفتم﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ''مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ مجوسیوں (آتش پرستوں اور مشرکوں) کی مخالفت کرو'' (بخاری و مسلم)

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف
''پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے''
(اقبالؒ)

مذکر کیلئے He اور مؤنث کے لئے She
مگر حضرت مُخنّث! نہ ہیوں میں نہ شیوں میں
(اکبرالٰہ آبادیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) مونچھیں

عربی زبان میں مونچھ کو ''اَلشَّارِب'' کہتے ہیں۔جس کی جمع ''اَلشَّوَارِب'' ہے۔ فارسی میں ''بـروت'' کہتے ہیں۔اصطلاحی تعریف کے مطابق ''جو بال اوپر والے ہونٹ پر اگیں'' (المنجد،فیروز اللغات فارسی)

شریعت رسول اللہ ﷺ میں جس قدر داڑھی منڈوانے کی سزا ہے اسی قدر مونچھوں کے بڑھانے پر عذاب وعتاب کی وعیدیں موجود ہیں۔

داڑھی منڈوانے کا دنیا میں سب سے پہلا عمل قوم لوط کا تھا اور لمبی مونچھیں بھی سب سے پہلے اسی قوم نے رکھنی شروع کیں جو قرآن کے مطابق مستحق عذاب ٹھہرے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ کا صریح حکم موجود ہے جس کے حکم کی تعمیل کا خدا خود حکم دیتے ہیں ''وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ج'' (آل عمران:۱۳۲)

(اللہ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)

چنانچہ بزبان ناطق وحی آپ ﷺ کا حکم ہے۔''داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ'' پر عمل کرنا بحکم خداوندی لازمی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُصُّ شَارِبَہ'' (نبی کریم ﷺ اپنی مونچھیں کاٹتے تھے) اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی اسی طرح کرتے تھے۔

امام بیہقی اور امام طبرانی نے حضرت شرجیل بن مسلم الخولانی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''رَاَیْتُ خَمْسَۃً مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَقُصُّوْنَ شَوَارِبَھُمْ''۔

(میں نے رسول خدا ﷺ کے پانچ برگزیدہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دیکھا ہے جو اپنی مونچھیں کاٹتے تھے۔) جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ ۲۔حضرت مقدام بن معدی کرب کندی رضی اللہ عنہ ۳۔حضرت عتبہ بن عوف السلمی رضی اللہ عنہ ۴۔حضرت حجاج بن عامر الشمالی رضی اللہ عنہ ۵۔حضرت عبداللہ بن یسر رضی اللہ عنہ۔

ہونٹوں کے بالوں کو پست رکھنا سنت ہے اور لمبا رکھنا بری بدعت ہے۔ ہونٹوں کے کناروں تک جب تک پانی نہ پہنچے مکمّل طہارت حاصل نہیں ہوتی۔ جس سے نماز نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو ہونٹوں کے بال پست رکھے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بطور کرامت چار نور عنایت فرمائیں گے۔ایک نور چہرے میں، ایک نور دل میں، ایک نور قبر میں اور ایک نور بروز حشر۔ مزید برآں ستّر (۷۰) سرخ اونٹ خرید کر رضائے الٰہی پر خرچ کرنے کا ثواب بھی'' نیز فرمایا کہ ''ہونٹوں کے بال پست رکھنے پر اللہ تعالیٰ ایک ہزار غلام فی سبیل اللہ آزاد کرنے کے ثواب کا وعدہ فرماتے ہیں''۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''جب بندۂ مومن ہونٹوں کے بال پست کر دیتا ہے اور کلمہ شہادت پڑھ لیتا ہے تو یہ کلمہ سات آسمانوں سے پار سیدھا ''ساقِ عرش'' پہنچ جاتا ہے اور اس سے ایسی بھنبھناہٹ نکلے گی جیسے شہد کی مکھی سے نکلتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے پوچھتا ہے کہ تو خاموش کیوں نہیں ہوتا اس پر عرض کرتا ہے کہ خدایا میں کیسے خاموش ہو جاؤں جب تک تو میرے پڑھنے والے کو نہ بخشے۔ حتّٰی کہ اللہ فرمائے گا کہ تیرے کہنے والے کو میں نے بخش دیا۔ تب خاموش ہو جائے گا اور اگر وہ ہونٹوں کے بال لمبے رکھے گا اور کلمۂ شہادت پڑھے گا تو کلمۂ شہادت اس کے منہ کے اندر ہی رہے گا باہر نہ آسکے گا۔ یہاں تک کہ کراماً کاتب پوچھے گا کہ تو باہر کیوں نہیں آتا تاکہ میں تیرا ثواب لکھ لوں۔ وہ (کلمہ شہادت) کہے گا میں کیسے باہر آؤں کہ ایک پلید پردہ میرے راستہ میں حائل ہے (جو مجھے باہر نکلنے نہیں دیتا)۔ ا

(۲) مونچھیں لمبی کرنے پر وعیدیں

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔"مَنْ لَمْ يَاخُذْ مِنْ شَارِبِهِ فَلَيْسَ مِنَّا"۔(جو اپنی مونچھیں چھوٹی نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں)

(ترمذی ومشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو موئے زیر ناف نہ مونڈے، ناخن نہ تراشے اور مونچھ نہ کاٹے وہ ہم میں سے نہیں"۔(صحیح مسلم شریف)

تاریخ الخمیس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔"جس نے مونچھیں لمبی رکھیں اسے چار سزائیں ملیں گی"۔

۱)میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ۲)میرے حوض سے پانی نہیں پیئے گا۔
۳)قبر میں اسے عذاب دیا جائے گا۔ ۴)منکر نکیر نہایت غصّہ میں اس کے پاس آئیں گے۔

(کتاب النھی الی الکسر)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جسکی مونچھیں لمبی ہوں وہ قیامت کے دن خدا کو سجدہ نہ کر سکے گا کہ جس وقت سب کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے اللہ کو سجدہ تحیّت کرو تو سب سجدے میں گر جائیں گے مگر جس نے دنیا میں مونچھیں لمبی رکھی تھیں اس کے چہرے سے زمین تک اس کی مونچھیں مثل شہتیر یا نیزہ اٹک جائیں گی اور وہ خدا کو سجدہ کرنے کیلئے اپنا سر فرش نیاز (زمین) پر نہ رکھ سکے گا اور کافر بھی یہاں تک کہ اہل محشر کے سامنے ان کے اور کافروں کے درمیان کوئی فرق نہ رہے گا۔

(۳) مونچھیں کٹوانا فطرتی امور میں شامل ہے

جس طرح داڑھی رکھنا فطری امور سے ہے اسی طرح مونچھیں کٹوانا بھی فطری امور سے ہے اس میں بے شمار احادیث مبارکہ موجود ہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔دس چیزیں فطرت سے ہیں۔

۱)مونچھیں کٹوانا ۲)داڑھی بڑھانا ۳)مسواک کرنا ۴)ناک میں پانی ڈالنا ۵)ناخن کاٹنا ۶)ہاتھ کی انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا ۷)بغلوں کے بال صاف کرنا ۸)زیر ناف بال مونڈنا ۹)پانی سے استنجا کرنا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ دسویں چیز میں بھول گیا شاید وہ "کُلّی" ہو

(مسلم شریف، ترمذی شریف، مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں۔ ۱)ختنہ کرنا ۲)زیر ناف بال صاف کرنا ۳)ناخن کاٹنا ۴)بغل کے بال صاف کرنا ۵)مونچھیں ترشوانا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زیر ناف بال مونڈنا، ناخن کاٹنا اور مونچھوں کو (تراش کر یا کاٹ کر) پست کرنا فطرت میں سے ہے۔(بخاری شریف، کتاب اللباس)

مونچھیں کٹوانے اور ترشوانے کا خصوصی ذکر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے۔ جسے حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور مہمان حاضر ہوا "میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک رکھ کر زائد بال کاٹ دیئے"۔(ابو داؤد شریف)

امام بیہقیؒ نے اس حدیث پاک کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ''پھر حضور ﷺ نے مونچھوں کے نیچے مسواک رکھ کر زائد بال کاٹ دیئے''۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کی مونچھیں لمبی تھیں، فرمایا قینچی اور مسواک میرے پاس لاؤ! پھر آپ ﷺ نے مسواک مونچھوں کے ایک طرف رکھ کر بڑھے ہوئے بال کاٹ دئے''۔

(۴) مونچھیں کاٹنے کی مدت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''حضور ﷺ نے ہمارے لئے مونچھیں ترشوانے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال صاف کرنے، زیرناف بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے''۔ (صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

(۵) مونچھوں کی شرعی مقدار اور ان کے متعلق
محدثین وفقہا کی آراء

مونچھیں کاٹنا یا تراش کر پست کرنا احادیث اور تعامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو ثابت ہے۔ علاوہ ازیں بعد کے محدثین وفقہاء کرام کے نزدیک مونچھوں کے معاملہ میں توسّع (وسیع بحث) ہے۔ مونچھیں باریک رکھنا، ہونٹوں کے کناروں تک رکھنا، لمبی رکھنا بشرطیکہ بالائی ہونٹ کے کناروں سے اوپر ہوں ہر طرح جائز ہے۔ اور سنت (جیسا کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان ہو چکا ہے) مونچھوں کو کم کرنا ہے اگر مونچھیں اتنی لمبی ہوں جو پانی پیتے وقت سنبھالی نہ جائیں اور گیلی ہو جائیں ایسی مونچھیں رکھنا شرعاً اور طبعاً ہر لحاظ سے نہایت مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ''مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے حتّٰی کہ وہ بھنوؤں کی طرح ہو

جائیں''، بعض سلف مونچھوں کی دو طرفوں کو چھوڑ دیتے تھے ان کو ''سبالہ'' کہتے ہیں امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے۔ اور کم کرنے کا معیار یہ ہے کہ مونچھیں اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے کم ہوں۔ بعض مشائخ مغرب نے مونچھوں کے مونڈنے کو بدعت کہا۔ ۲

علامہ بدرالدّین عینی حنفیؒ لکھتے ہیں کہ ''اَیْ مِنَ السُّنَۃِ قَصُّ الشَّارِبِ ''یعنی مونچھیں کٹوانا سنت ہے۔ امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ بعض اہل مدینہ کے نزدیک مونچھیں ترشوانا اَحفا (بہت زیادہ ترشوانا) سے بہتر ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ، حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ درج ذیل اکابر کے نزدیک مونچھیں منڈوانا نہیں بلکہ کٹوانا مستحب ہے۔ حضرت سالم بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ، حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر بن الزبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبید بن عبداللّٰہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ مونچھیں منڈوانے کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور جمہور علماء: مکحول محمد بن عجلانؒ، نافعؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ یہ کہتے ہیں کہ مونچھوں کا احفاء مستحب ہے اور وہ مونچھیں ترشوانے سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری فی شرح صحیح بخاری)

علامہ یحییٰ بن شرف النوویؒ لکھتے ہیں کہ ''مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا (ترشوانا) سنت ہے انسان کو اختیار ہے کہ خود مونچھیں تراشے یا کسی اور سے مونچھیں ترشوائے'' مونچھیں کاٹنے کی ابتداء دائیں جانب سے کرے۔ مونچھیں کاٹنے کی حد مختار یہ ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹے جس سے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور مونچھوں کو جڑ سے نہ مٹائے۔ جن روایات میں ہے کہ ''اَحْفُوا الشَّوَارِبَ'' مونچھوں کو مٹاؤ ان کا محمل یہ ہے کہ جو مونچھیں دونوں ہونٹوں سے لمبی ہو جائیں تو ان کی زائد مقدار کو مٹاؤ (شرح صحیح مسلم)

حضرت قاضی عیاضؒ نے فرمایا بزرگانِ سلف کی ایک بڑی تعداد اس طرف گئی ہے کہ مونچھیں مونڈنا یا اکھاڑنا منع ہے۔

حضرت ابن حجر العسقلانیؒ فتح الباری فی شرح صحیح البخاری میں رقم طراز ہیں کہ ''مونچھیں کٹوانے میں مذہب مختار یہ ہے کہ مونچھیں اتنی کاٹو کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے جڑ سے اکھاڑنا یا بالکل مونڈنا مراد نہیں'' روایت میں جو ''اُحْفُوا'' کا لفظ آیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہونٹوں سے لٹکنے والے بال کاٹو۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا میرے نزدیک مونچھیں مونڈھنا مثلہ (حُلیہ بگاڑنا) ہے حدیث پاک میں جو لفظ ''اَحْفَا'' آیا ہے اس کا مطلب مونچھیں کاٹنے میں اتنا مبالغہ کرو کہ ہونٹ نظر آنے لگیں اور وہ مونچھوں کو اوپر کی طرف سے کاٹنے سے بھی منع فرماتے تھے۔

حضرت اشہبؒ کہتے ہیں کہ میں نے مونچھیں مونڈھنے والے کے متعلق حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا! میرے خیال میں اسے دردناک طریق سے مارا جائے اور فرمایا ''ھٰذَا بِدْعَۃٌ ظَھَرَتْ فِی النَّاس'' یعنی مونچھیں مونڈھنا لوگوں میں ظاہر ہونے والی بدعت ہے۔

حضرت امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ ''مونچھیں کٹوانے کا مطلب ہے ہونٹ سے نیچے لٹکتے بالوں کو کاٹنا کہ کھانے والے کو تکلیف نہ ہو اور بالوں میں میل کچیل جمع نہ ہو'' علامہ قرطبیؒ مزید فرماتے ہیں ''مونچھیں کاٹنے اور مونڈھنے سے وہی کاٹنا مراد ہے جس کا ذکر ہوا۔ امام مالکؒ بھی مونڈھنا نہیں بلکہ کاٹنا مراد لیتے ہیں۔

علامہ ابن عبدالبسرؒ نے کہا ہے کہ ''احفاء'' میں پورے بال مونڈھنے کا امکان بھی تھا مگر ''قص'' نے اس کی تفسیر کر دی کہ مونڈھنے سے مراد کاٹنا اور ترشوانا ہے فقہاء کے نزدیک ''احفاء'' اور ''قص'' کے الفاظ جو احادیث میں آئے ہیں ان کا ایک ہی مطلب ہے

یعنی مونچھوں کے لٹکتے بال اتنے ترشواؤ کہ ہونٹوں کے نچلے کنارے (لب) نظر آئیں۔ [۳]

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں ''جہاں تک مونڈھنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کوئی روایت نہیں ہے ''احفاء'' مونڈھنے کے قریب ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے...... بعض علماء نے مونچھیں مونڈھنے کو مکروہ خیال کیا اور بدعت قرار دیا ہے''۔ [۴]

حضرت امام مالکؒ نے حضرت زید بن سلم رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ہے کہ ''اِنَّ عُمَرَ کَانَ اِذَا غَضِبَ فَتَلَ شَارِبَہٗ'' یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب غصہ میں ہوتے تو اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے (فتح الباری فی شرح صحیح البخاری)

''مجاہدوں (کفار کے ساتھ لڑنے والوں) کیلئے لمبی مونچھیں رکھنے کیلئے کوئی حرج نہیں ہے تا کہ اسلام کے دشمنوں کو ان کی شکل ہیبت ناک معلوم ہو''۔ [۵]

حدیث پاک میں خوارج کی علامت مونچھیں مونڈھنا بیان کی گئی ہے (علامہ عینیؒ عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری) اور بندہ راقم الحروف کے نزدیک کلین شیو (Clean shave) کرنا ''یہودیوں کی علامت ہے اور نصاریٰ کی تقلید ہے''۔ [۶]

(۲) مونچھیں کاٹنے (پست کرنے) کی عقلی وسائنسی توجیہ:

حضرت علامہ ابن العربیؒ نے مونچھوں کے بالوں سے متعلق ایک لطیف توجیہ بیان کی فرمایا ''ناک سے بہنے والے پانی میں چکنائی سی ہوتی ہے۔ جو بالوں سے چمٹ جاتی ہے۔ اور دھوتے وقت اس کی صفائی مشکل ہو جاتی ہے اور یہ صورت حال حاسۂ شامہ یعنی ناک کے قریب ہے۔ اس لئے یہاں سے بال کٹوانے کا شریعت نے حکم دیا تا کہ حسن وجمال اور فائدہ مکمّل ہو جائے۔ مَیں کہتا ہوں یہ مقصد مونچھیں کٹوانے سے حاصل ہو جاتا ہے منڈھوانے سے نہیں اگر چہ اس میں صفائی کا مبالغہ ہے۔''

(علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، فتح الباری فی شرح صحیح البخاری ج ۱۰)

''انسانی ہونٹوں کے اندر بڑے حساس اور تیز ترین گلینڈز (Glands) ہوتے ہیں جن کا تعلّق بالواسطہ دماغ کے ساتھ ہوتا ہے یعنی وہ گلینڈز ہیں جن کی وجہ سے مرد و عورت کے درمیان انفرادی تعلّقات میں رجحان پروان چڑھتا ہے یہ سارا کمال ان ہارمونز کا ہے جو کہ اوپر والے ہونٹ میں موجود گلینڈز میں پیدا ہوتے ہیں ان ہارمونز کی بہتر نشونما کیلئے ضروری ہے کہ اوپر والے ہونٹ کو بغیر کسی رکاوٹ یا مزاحمت کے پانی لگتا رہے اور ہوا بھی میسر آتی رہے۔ لیکن اگر مونچھیں بڑھی ہوئی ہونگی تو لامحالہ مزاحمت ہوگی اس طرح نہ صرف گلینڈز کی کارکردگی متاثر ہوگی بلکہ ہارمونز کی پیدائش ونشونما پر بھی برا اثر پڑے گا''۔

مزید یہ کہ اگر ان گلینڈز کو پانی اور ہوا نہ ملے تو انسان دائمی نزلہ' مسوڑھوں کے ورب اور اعصابی کھچاؤ وغیرہ جیسے امراض میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں مونچھیں بڑی ہونے کی صورت میں فضائی بیکٹیریا اور دیگر جراثیم بھی ان میں اٹک جاتے ہیں جو کھانے پینے کے چیزوں کے ساتھ شامل ہوکر معدے میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور طرح طرح کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں چونکہ ان جراثیموں کی گزرگاہ منہ اور حلق ہوتا ہے اس لئے منہ اور گلے کے امراض سے واسطہ بھی پڑ سکتا ہے لہٰذا طے یہ پایا کہ مونچھوں کو پست کرنے میں ہی عافیت ہے نیز نچلے ہونٹ کی کیفیت اوپر والے ہونٹ کے بالکل برعکس ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ سائنسی تحقیق کے مطابق اوپر والے ہونٹ کی بہتر کارکردگی حاصل کرنے کیلئے مونچھوں کا چھوٹے سے چھوٹا ہونا ضروری ہے اور چونکہ نیچے والے ہونٹ کی کیفیت اوپر والے ہونٹ کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے نیچے بال بڑھانے یعنی داڑھی رکھنے میں بہتری ہوگی۔ ے

تحقیقات بسیار کے بعد آج سائنس جو کچھ ثابت کر رہی ہے وہ تاجدارِ عرب وعجم اور

باعث تخلیق کائنات ﷺ صدیوں قبل بحیثیت جوامع الکلم ان کا حکم فرما چکے کہ ''داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ'' اللہ کریم ہمیں سچے دل سے ایسے سچے نبی کی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حوالہ جات

۱؎ مسعود بن یوسف سمرقندیؒ، شیخ، فاضلِ بے بدل: صلوٰۃ مسعودی فارسی ج ا، بمبئی، مطبع کریمی، ۱۳۱۴ھ، ص ۲۵۔۲۶۔

۲؎ امیر علی، سیّد، مولانا، مترجم: فتاویٰ عالمگیری جدید اردو ج ۹، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار، س ن، ص ۸۸۔۸۹۔

۳؎ محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، شیخ الاسلام: ماہنامہ منہاجُ القرآن، لاہور، منہاجُ القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن، جون ۲۰۱۰ء، ص ۲۰۔

۴؎ محمد غزالیؒ، امام، ابو حامد حجۃ الاسلام: احیاء العلوم اردو ج ا (مصباح السالکین مترجم مولانا محمد صدیق ہزاروی، لاہور، پراگریسو بکس یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار، جولائی ۲۰۰۳ء، ص ۳۶۳۔

۵؎ امیر علی سیّد، مولانا، مترجم: فتاویٰ عالمگیری جدید اردو ج ۹، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار، س ن، ص ۸۹۔

۶؎ محمد امجد علی، مولانا، حضرت: بہارِ شریعت ج ۱۶، لاہور، مشتاق بک کارنر اردو بازار، س ن، ص ۱۳۳۔

۷؎ سنتِ نبوی اور جدید سائنس، ج ا، ص ۳۴۷۔۳۴۸۔

﴿باب ہشتم﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

حقیقت خضاب

ونج آکھ توں اوں ڈھگے کوں
نہ کر کالا تو بگے کوں
اوّل آخر مرڑاں ہے
کیوں منہ کالا کرڑاں ہے

﴿فرمودہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ﴾

حقیقت خضاب

......☆ بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مہندی کا خضاب لگایا کرو کیونکہ اس میں خوشبو آتی ہے اور ماندگی کو تسکین دیتی ہے''۔

......☆ ربیع الابرار میں آپ ﷺ سے روایت ہے کہ ''مہندی لگایا کرو کیونکہ وہ اسلام کا خضاب ہے۔ نظر کو صاف رکھتا ہے۔ دردِ سر دور کرتا ہے اور ماندگی کو سکون بخشتا ہے''۔

......☆ بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''مہندی لگانا جذام (بیماری) سے امن میں رکھتا ہے''۔

......☆ امام ذہبیؒ نے طب نبوی ﷺ میں لکھا کہ ''مہندی کا درخت خدا کو اور درختوں سے زیادہ پسند ہے''۔

......☆ آپ ﷺ نے فرمایا ''خضاب لگایا کرو کیونکہ فرشتے ایماندار کے خضاب لگانے سے خوش ہوتے ہیں''۔

......☆ حضرت ابوطیّبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''راہ خدا میں ایک درہم خرچ کرنا سات سو درہم کے برابر ہے اور داڑھی کے خضاب میں ایک درہم خرچ کرنا سات ہزار درہم کے برابر ہے''۔

......☆ آپ ﷺ نے فرمایا ''جب ایماندار مہندی کا خضاب لگائے قبر میں داخل ہوتا ہے تو منکر نکیر کے استفسار پر کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ کہتا ہے کہ اس ایماندار پر نرمی کر کیا تو (میرے چہرے پر) نورِ ایمان نہیں دیکھتا''۔

......☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''ایک بار آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تو مسلمان ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! کیوں نہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو

خضاب لگایا کر''۔

......☆ ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ''نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص گزرا جس نے مہندی کا خضاب کیا تھا ارشاد فرمایا یہ خوب اچھا ہے پھر ایک دوسرا شخص گزرا جس نے مہندی اور کتم کا خضاب کیا تھا فرمایا یہ اس سے بھی اچھا ہے پھر ایک تیسرا شخص گزرا جس نے زرد خضاب کیا تھا فرمایا یہ ان سب سے اچھا ہے''۔

......☆ ابن النجار رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سب سے پہلے مہندی اور کتم کا خضاب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا اور سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے کیا''۔

......☆ ترمذی و ابوداؤد ونسائی نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سب سے اچھی چیز جس سے سفید بالوں کا رنگ بدلا جائے مہندی یا کتم (وسمہ۔ نیل کے پتوں کا رنگ) ہے''۔

......☆ بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کہ ''فتح مکہ کے روز (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد) حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا ان کا سر اور داڑھی ثغامہ (سفید پھولوں والے پودے) کی طرح سفید تھی تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا ''اس سفیدی کو تبدیل کرو مگر سیاہی (سیاہ خضاب) سے نہیں''۔ (مسلم شریف)

......☆ طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ''مومن کا خضاب زردی ہے اور مسلم کا خضاب سرخی ہے اور کافر کا خضاب سیاہی ہے''۔

......☆ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''یہود ونصاریٰ (سیاہ خضاب کے عادی ہیں) سرخ خضاب نہیں کرتے تم ان کی مخالفت کرو یعنی (سرخ) خضاب کیا کرو''۔

......☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''آخری زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب استعمال کریں گے (بروایت دیگر) سیاہ خضاب کا استعمال عام ہو جائے گا جس طرح کبوتر کا سینہ (پوٹہ) ہوتا ہے یہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے''۔ (ابوداؤد و نسائی شریف)

......☆ شرح مہذب میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جو سیاہ خضاب لگائے گا قیامت میں خدا اس کو رُو سیاہ کرے گا سوائے مجاہد کے کہ نیت کفار کو مرعوب کرنے کے لئے ہو''۔

......☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ایک بار ایک عورت بغیر مہندی لگائے حضور ﷺ سے بیعت کرنے آئی آپ ﷺ نے اسے بیعت نہ کی جب تک وہ مہندی نہ لگا آئی''۔

مسئلہ :۔عورتوں کو مہندی لگانا مستحب ہے اور کبھی واجب ہو جاتا ہے مثلاً جب خاوند نے اپنی زوجہ کیلئے مہندی کا سامان مہیا کر دیا ہو تو واجب ہے کہ وہ لگائے۔

عورت! خاوند کی وفات سے عدت پوری ہونے تک جتنا بدن کھلا رکھتی ہے اس پر مہندی لگانا حرام ہے۔اور جس کو تین طلاقیں دی گئی ہوں یا اس سے خُلع کیا گیا ہو تو اس کے لئے مہندی کو ترک کرنا مستحب ہے۔اور بعض کا قول ہے کہ واجب ہے۔اور جس کو قبل صحبت کے ایک طلاق (طلاق بائن) وغیرہ دی گئی ہو تو اس کے لئے مکروہ نہیں کیونکہ اس پر عدّت نہیں ہوتی۔

مسئلہ:۔ مرد اور عورت کا سیاہ خضاب لگانا یا بعض انگلیوں کے سروں پر خضاب لگانا یا نقش کرنا سب حرام ہے۔مگر ان کے مولیٰ یا خاوند کی اجازت ہو تو چنداں حرج نہیں۔

آزاد مرد کو ہاتھوں یا پیروں میں مہندی لگانا حرام ہے مگر بوقت ضرورت مثل مرض وغیرہ کے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

علامہ قرطبیؒ نے (سورہ عنکبوت کی تفسیر میں) بیان کیا ہے کہ قوم لُوط کی صفات میں سے

یہ بھی تھا کہ انگلیوں کے سروں میں خضاب لگایا کرتے تھے۔

......☆ امام ذہبیؒ نے طب نبوی ﷺ میں لکھا ہے کہ ''جب کسی بچہ کو چیچک ہو جائے تو اس کے دونوں پیروں کے تلوؤں میں مہندی لگا دی جائے تو آنکھیں چیچک سے امن میں رہتی ہیں''۔

......☆ بقول اطباء حاذق ''آدھا مثقال ''حنا'' کا پینا قولنج (بیماری) کو نافع ہے''۔

......☆ معلّم اخلاق حضرت شیخ سعدیؒ اصلاحی تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

پیر زنے موی سیہ کردہ بود　　گفتمش اے مامکِ دیرینہ روز
موئے بہ تلبیس سیہ کردہ گیر　　راست نخواہد شدن ایں پشتِ کوز

(ایک بڑھیا نے بال سیاہ کئے تھے۔میں نے اس سے کہا اے بوڑھی اماں! مانا کہ تو نے مکاری سے بال تو سیاہ کر لئے ہیں مگر یہ ٹیڑھی کمر سیدھی نہ ہو سکے گی۔اس لئے سیاہ خضاب لگانا جعل سازی (دجل) اور دھوکہ دہی کے مترادف ہے)۔

آخر میں داڑھی کے مکروہات کے سلسلہ میں احیاءُ العلوم میں سے امام غزالیؒ کی آراء نذرِ قارئین ہیں۔فرماتے ہیں ''داڑھی میں دس باتیں مکروہ ہیں'' ان میں سے بعض دوسری بعض کی نسبت زیادہ مکروہ ہیں (۱) خضاب سے سیاہ کرنا (۲) گندھک سے سفید کرنا (۳) اکھیڑنا (۴) سفید بالوں کو اکھیڑنا (۵) (حد سے) چھوٹی کر دینا (حد سے) بڑھا دینا (۶) ریاکاری کے لئے اسے کنگھی کرنا (۷) اپنا زہد دکھانے کے لئے کنگھی کے بغیر بکھرے ہوئے بال چھوڑ دینا (۸) جوانی پر فخر کرتے ہوئے اس کی سیاہی پر خوش ہونا (۹) بڑھاپے پر تکبّر کرتے ہوئے اسکی سفیدی کو اچھی نظر سے دیکھنا (۱۰) سرخ اور زرد رنگ کا خضاب لگانا جبکہ نیک لوگوں کے ساتھ تشبیہ کے طور پر نہ ہو۔ (اب کچھ باتوں کی تفصیل)

سیاہ خضاب لگانا

نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ارشاد ہے ''خَیۡرُ شَبَائِبُکُمۡ مَنۡ تَشَبَّہَ بِشُیُوۡخِکُمۡ وَشَرُّ شُیُوۡخِکُمۡ مَنۡ تَشَبَّہَ بِشَبَائِبِکُمۡ ''۔(کنزالعمال جلد۵)

''تمہارے بہترین نوجوان وہ ہیں جوتمہارے بوڑھوں سے مشابہت (عادات و اطوار میں) اختیار کریں اورتم میں سے برے بوڑھے وہ ہیں جوتمہارے نوجوانوں سے مشابہت اختیار کریں یعنی سیاہ خضاب لگائیں''۔

بوڑھوں کے ساتھ مشابہت سے مراد وقار میں مشابہت ہے بالوں کوسفید کرنے میں نہیں اور آپ ﷺ نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم جلد۲ص۱۹۹ کتاب الناس)

''ھُوَ خِضَابُ اَھۡلُ النَّار'' (یہ جہنمیوں کا خضاب ہے۔)(سنن بیہقی جلد۷ص۱۱۳)

اوردوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ سیاہ رنگ کا خضاب کفار کا خضاب ہے۔

(مستدرک للحاکم جلد۳ص۵۲۶ کتاب معرفۃ الصحابہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے نکاح کیا اور وہ سیاہ خضاب لگاتا تھا جب خضاب اُترا تو بڑھاپا ظاہر ہوگیا اور عورت کے گھر والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مقدمہ لے گئے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے نکاح کو فسخ کردیا اور اسے خوب مارا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ان لوگوں کو جوانی کے ساتھ دھوکہ دیا اور بڑھاپے کو چھپایا۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے لگایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''یَکُوۡنُ فِیۡ آخِرِ الزَّمَانِ قَوۡمٌ یَّخۡضِبُوۡنَ بِالسَّوَادِ کَحَوَاصِلِ الۡحَمَامِ لَا یَرِیۡحُوۡنَ رَائِحَۃَ الۡجَنَّۃِ''۔

(سنن بیہقی جلد۷ص۳۱۱ کتاب القسم والنشور)

''آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ رنگ کا خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے (بے پر بچے) ہوتے ہیں وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھیں گے''۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی ؒ کا فتویٰ

مسئلہ نمبر۴۳: ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ، کیا حکم ہے علمائے اہلسنت کا کہ خضاب کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض عُلماٗ جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

الجواب: سُرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس کا مُنہ کالا کرے گا۔یہ حرام ہے۔جواز کا فتویٰ باطل، مردود ہے۔ہمارا مفصّل فتویٰ اس بارے میں مدت کا شائع ہو چکا ہے۔واللہ اعلم (احکام شریعت)

عبدالمذنب احمد رضا عفی عنہ

مولانا احمد رضا خان ؒ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

عرض! خضاب سیاہ اگر وسمہ سے ہو؟

ارشاد! وسمہ سے ہو یا تسمہ سے سیاہ خضاب حرام ہے۔

عرض! کوئی صورت بھی اس کے جواز کی ہے؟

ارشاد! ہاں جہاد کی حالت میں جائز ہے۔

عرض! اگر جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سیاہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد! بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں بن سکتا۔

عرض! بعض کتب میں ہے کہ وقتِ شہادت حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے وسمہ کا خضاب تھا۔

ارشاد! حضرت امام حسن و حسین و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم خضاب وسمہ کا کیا کرتے تھے کہ یہ سب

حضرات مجاہدین تھے۔(احکامِ شریعت)

سرخ اور زَرد رنگ کا خضاب لگانا

جہاد میں کفار کو جوانی دکھانے کے لئے اس رنگ کا خضاب لگانا جائز ہے اگر اس نیت سے نہ ہو بلکہ اہل دین سے مشابہت کے لئے ہو تو مذموم ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''اَلصُّفْرَةُ خِضَابُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْحُمْرَةُ خِضَابُ الْمُؤْمِنِيْنَ''۔(مستدرک للحاکم جلد۳ص۵۲۶)

''زرد رنگ مسلمانوں کا خضاب ہے اور سرخ رنگ مومنوں کا خضاب ہے''۔

(صحابہ کرام اور بعد والے مسلمان) سرخ رنگ کے لئے مہندی کا اور زرد رنگ کے لئے خلوق اور کتم کا خضاب لگاتے تھے (خلوق ایک قسم کی رنگ دار خوشبو ہے جس میں زعفران ملا ہوتا ہے اور کتم ایک قسم کی بُوٹی ہے۱۲ہزاروی) بعض علماء نے جہاد کے لئے سیاہ خضاب بھی لگایا ہے جب نیت صحیح ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ خواہشات کا عمل دخل نہ ہو۔

گندھک سے داڑھی کو سفید کرنا

گندھک سے داڑھی کو سفید کرنا تاکہ جلدی جلدی زیادہ عمر ظاہر ہو اور لوگ عزت کریں شہادت قبول ہو، بزرگوں سے روایت کی تصدیق ہو، جوانوں سے اوپر ہو جائیں، کثرت علم کا اظہار مقصود ہو............۔

بڑھاپے سے نفرت کرتے ہوئے سفید بالوں کو اُکھاڑنا

نبی اکرم ﷺ نے سفید بال اُکھیڑنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا یہ مومن کا نور ہے۔ سفیدی نورِ خداوندی ہے اور اس سے اعراض، اللہ تعالیٰ کے نور سے اعراض کرنا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد۲ص۲۱۲ مرویات عبداللہ بن عمرو)

حوالہ جات

۱ عبدالرحمٰن صفوری شافعیؒ، حضرت مولانا: نزہۃ المجالس اردو ج ۲، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، ۱۹۷۵ء، ص۱۴۶۔۱۴۷۔

۲ مبشر حسین، حافظ لاہوری: قیامت کی نشانیاں، لاہور، مبشر اکیڈمی حق سٹریٹ اردو بازار، مئی۲۰۰۲ء، ص۱۶۹۔۱۷۰۔

۳ محمد امجد علیؒ، حضرت مولانا، اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی: بہارِ شریعت ج۱۶، لاہور، مشتاق بک کارنر اردو بازار، س ن، ص۱۳۷۔۱۳۸۔

۴ امجد علی قادری اعظمی، صدر الشریعہ مولانا: اسلامی اخلاق و آداب، کراچی نمبر۲، ضیاء الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر، ۱۹۸۷ء، ص۲۴۳۔۲۴۵۔

۵ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ، شیخ: گلستان مترجم و محشیٰ، ملتان، فاروقی کتب خانہ، س ن، ص۱۹۹۔

۶ محمد غزالیؒ، امام، ابوحامد حجۃ الاسلام: احیاء العلوم اردو ج۱(مصباح السالکین مترجم مولانا محمد صدیق ہزاروی)، لاہور پراگریسیو بکس یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار، جولائی۲۰۰۳ء، ص۳۶۸۔۳۷۱۔

۷ احمد رضا خاں بریلویؒ، امام، اعلیٰ حضرت: احکامِ شریعت، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مارچ۲۰۱۱ء، ص۱۴۳۔۱۴۴، ۲۴۲۔

۸ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی المکی، شیخ: قوت القلوب، مترجم محمد منظور الوحیدی ج ۲، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ پبلشرز چوک انارکلی، س ن۔

﴾باب نہم﴿

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

حقوقِ والدین

آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ دُنیا میں تمہارے تین باپ ہیں!
ایک وہ جوتمہاری جسمانی پیدائش کا موجب ہے۔
دوسرا وہ جس نے اپنی لڑکی کی شادی تمہارے ساتھ کردی۔
تیسرا وہ جس سے تم نے علم حاصل کیا اور تینوں میں سے بہترین باپ
تمہارا اُستاذ ہے۔
(کیونکہ اُستاذ (مُرشد) طلباً (مُریدین) کی روحانی، اخلاقی اور ذہنی تربیت کرتا ہے)

؎ یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

(اقبالؒ)

﴾......حقوقِ والدین......﴿

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

ارشادِ خداوندی ہے "وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ط اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡہَرۡہُمَا وَقُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ○ وَاخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ط ○ رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِکُمۡ ط" (بنی اسرائیل:۲۳۔۲۵)

(اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں (کمزور پڑ جائیں جس طرح تو بچپن میں کمزور تھا) تو ان سے "ہوں" (اف تک) نہ کہنا (کہ ان کی دل گرانی ہو) اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا (کہ انہیں خوشی پہنچے) اور ان کیلئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے (جس طرح بچپن میں انہوں نے تیری بے لوث خدمت کی) اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے (تم اپنے والدین کے ساتھ کس قدر مخلص ہو)۔

والدین کے بارے میں ایک اور جگہ پر اللہ کریم مزید تاکید فرماتے ہیں:

"وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسَانًا ط حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ کُرۡہًا وَّوَضَعَتۡہُ کُرۡہًا ط وَحَمۡلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا ط" (الاحقاف:۱۵)

(اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے، اُس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اُس کو تکلیف سے اور اسے اُٹھائے پھرنا اور اُس کا دودھ چھڑانا

تیس مہینے میں ہے۔)

بہترین خرچ ماں باپ کے اوپر خرچ کرنا ہے ارشادِ باری ہے: ''قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ فَلِلۡوَالِدَیۡنِ ''(البقرہ:۲۱۵)

(تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کروتو وہ ماں باپ کے لئے ہے۔)

لہٰذا والدین کے ساتھ احسان نہ کرنا شرک کے مترادف اور نماز میں ان کے لئے دُعا نہ کرنا نماز نہ ہونے کے برابر ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرا باپ چاہتا ہے کہ میرا مال لے لے۔ آپ ﷺ نے اس کے باپ کو بلایا اسی اثناء میں جبرائیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا کہ اس بوڑھے نے اپنے نفس میں کچھ کہا ہے جس کو اس کے کانوں نے نہیں سنا۔ رسول ﷺ نے اس بوڑھے سے پوچھا کہ تو نے اپنے دل میں کچھ کہا ہے؟ اس نے کہا اللہ سبحانہ آپ ﷺ کی وجہ سے ہماری بصیرت اور یقین میں اضافہ کرتا ہے میں نے بے شک کہا ہے تب آپ ﷺ نے فرمایا بتاؤ تو اس نے یہ چھ (۶) اشعار پڑھے جن کا مفہوم درج ذیل ہے۔

(۱) بچپن میں تیری پرورش کی، جوانی میں تجھ سے آرزوئیں وابستہ کیں تجھے ہر طرح سیراب وسیر چشم کیا، جب تو بیمار ہوتا تو تیری بیماری سے رات کٹھن ہو جاتی اور میں بے چین و بے قرار رات گزارتا۔

(۲) میرا نفس تیری ہلاکت سے خوف زدہ رہتا حالانکہ مجھے یہ معلوم ہے کہ موت تو ایک نہ ایک دن آنی ہے۔

(۳) تیری بیماری فی الحقیقت مجھ آئی تھی اور میری آنکھوں سے آنسوں رواں ہوئے تھے۔

(۴) جب تو جوان ہوا اور میری آرزوؤں کی انتہا کو پہنچ گیا۔

(۵) تب تو نے میری جزا! سخت کلامی اور بدخوئی سے دی گویا تو ہی مجھے دیتا اور بخشتا رہا ہے۔

(۶) تو آج حق پدری کی رعایت نہیں کرتا تو کاش ایک پڑوسی جیسا ہی معاملہ کرتا!

یہ اشعار سن کر رحمت اللعالمین ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور بوڑھے کے لڑکے کو پکڑ کر فرمایا ''تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے ہیں''۔ (بیہقی شریف)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول ﷺ نے دس باتوں کی وصیت فرمائی ان میں سے ایک یہ تھی کہ کبھی بھی والدین کی نافرمانی مت کرنا گو وہ تجھے اس کا حکم کریں کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال (ہمارے لئے) خرچ کردے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ماں باپ کے قدموں تلے جنت ہے (الحدیث)

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام کتابوں تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں اس کا ذکر فرما کر خدمت واحترام والدین کا حکم فرمایا نیز والدین کے احترام اور ان کے حقوق کی ادائیگی کیلئے انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی وصیت فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو والدین کی رضا پر رکھا اور ان کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی فرمایا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر والدین کی حق تلفی سے متعلق اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''اُف'' سے بھی کوئی کم درجہ کا لفظ ہوتا تو اس سے بھی منع فرما دیتے۔

والدین کا نافرمان چاہے کتنا بھی عمل کرے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور والدین کا ادب کرنے والا خواہ کوئی برائی بھی کرے وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ والدین کی حق تلفی کرنے والے پر لعنت! ان کی جڑ توڑ دیتی ہے۔ جس نے اپنے والدین کو راضی کیا گویا اس نے اپنے خالق کو راضی کیا۔ اور جو اپنے والدین کو ناراض کرتا ہے گویا وہ اپنے خالق کو ناراض کرتا ہے۔ اور جس نے دونوں یا دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا اور ان کے ساتھ بھلائی نہ کی تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا بلکہ وہ جہنم میں

داخل کیا جائے گا اور رحمت الٰہی سے دور کر دیا جائے گا۔

حضرت جبرائیلؑ نے کہا جس نے اپنے والدین کو پایا اور ان کی خدمت نہیں کہ وہ ہلاک ہو جائے آپ ﷺ نے فرمایا آمین۔ ۲

ایک دفعہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ''اس کی ناک خاک آلود ہو'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کس کی یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا جس نے بوڑھے ماں باپ پائے یا اُن میں سے ایک کو پایا اور جنتی نہ ہو گیا۔ (مسلم شریف)

سید عالم ﷺ نے فرمایا والدین کی نافرمانی سے بچو اس لئے کہ جنت کی خوشبو ہزار برس کی راہ تک آتی ہے اور (والدین کا) نافرمان وہ خوشبو نہ پائے گا نہ قاطع رحم، نہ بوڑھا زنا کار، نہ متکبّر سے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ ۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''جس مومن کے والدین ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے صبح کرے تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ دو دروازے جنت کے کھول دیتا ہے'' اور اگر والدین میں سے ایک بھی ناراض ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض رہتا ہے جب تک کہ وہ راضی نہ ہو جائے کہا گیا اگر چہ وہ ظالم ہو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اگر چہ وہ ظالم ہو اور فرمایا ''اگر وہ والدین کے ساتھ برا سلوک کرتے ہوئے صبح کرتا ہے تو اس کیلئے جہنّم کے دو دروازے کھولے جاتے ہیں اگر ایک کے ساتھ کرتا ہے تو ایک دروازہ کھولا جائے گا''۔ ۴

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں جہاد کرنے کیلئے جانا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس شخص نے عرض کی ...... جی ہاں ارشاد ہوا کہ ان کی خدمت سے بڑھ کر تیرے لئے کوئی جہاد نہیں''۔ ۵

احادیث میں مروی ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اپنے اوپر غالب کر لیتا ہے اس پر خدا اور فرشتے لعنت کرتے ہیں نہ اس کا فرض قبول ہوتا ہے نہ نفل۔ ۶

جو شخص ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے اس کیلئے بارہ (۱۲) عذاب ہیں چھ زندگی میں اور چھ مرنے کے بعد۔

زندگی کے چھ عذاب یہ ہیں:

(۱) اس کا نامہ اعمال نیکیوں سے بالکل خالی ہوگا (۲) اس کی نماز، روزہ اور کوئی عبادت مقبول نہیں۔ (۳) اُس کو اطاعت الٰہی کی توفیق نہ ہوگی۔ (۴) بغیر توبہ کے مرے گا (۵) دنیا سے بے ایمان اٹھے گا (۶) بدکاروں کے گروہ میں اس کا حشر ہوگا۔

مرنے کے بعد چھ عذاب یہ ہیں:

(۱) جانکنی کے وقت کلمہ شہادت کو بھول جائے گا (۲) منکر و نکیر کو کافی جواب نہ دے سکے گا (۳) اس کی قبر تنگ ہو جائے گی (۴) اللہ تعالیٰ اس کو نظر رحمت سے نہ دیکھے گا (۵) عذاب قبر کی سختی اٹھائے گا (۶) ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

والدین کی نافرمانی سے چار چیزیں جاتی رہتی ہیں:

(۱) دنیا میں تنگ دست اور پریشان حال رہتا ہے۔ لوگ اس کو برا سمجھتے ہیں۔ جیسے مومن دوزخ کو بُرا سمجھتے ہیں۔ (۲) جب وہ کسی جگہ بیٹھتا ہے اور حاضرین مجلس سے گفتگو کرتا ہے تو حق تعالیٰ ان کے قلوب کا رخ اس کی گفتگو سننے سے پھیر دیتے ہیں اس سے نور و برکت چھینی جاتی ہے اور لوگوں کی نظر میں وہ مبغوض ہو جاتا ہے (۳) اولیاً اللہ اسے شفقت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور ان کو اس پر کبھی ترس نہیں آتا (۴) اس کا نور ایمان آہستہ آہستہ کم ہوتا جاتا ہے جہاں تک کہ اس کا ایمان فنا ہو جاتا ہے اور کافر و مرتد ہو کر مر جاتا ہے۔

(الابریز: تذکرہ حضرت سید عبدالعزیز دباغؒ! جو عینی مشاہدہ (براہ راست دیکھ کر) گفتگو فرماتے)

علامات قیامت میں سے ہے کہ شوہر بیویوں کی اطاعت کریں گے، بیٹا باپ کا نافرمان مگر دوست کا فرمانبردار ہوگا۔

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام جو شخص اپنے ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے اس کو میں مطیع لکھتا ہوں اور جو شخص ماں باپ کی نافرمانی کرے اور میری اطاعت کرے اس کو میں نافرمان لکھتا ہوں۔ [7]

حوالہ جات

۱ ابواللیث سمرقندیؒ، فقیہہ: تنبیہ الغافلین اردو ج ۱، (مترجم محمد اعظم سعیدی)، کراچی، ضیاٗ الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر، س ن، ص ۱۴۸۔

۲ ایضاً، ص ۱۴۸۔۱۴۹۔

۳ سیّد محمد نعیم الدین مُراد آبادیؒ، حضرت، صدر الافاضل: خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، لاہور، ضیاٗ القرآن پبلی کیشنز، س ن، ص ۵۱۱۔

۴ تنبیہہ الغافلین اردو ج ۱، ص ۱۴۷۔

۵ محمد جعفر قریشی، حنفیؒ، مولانا: تذکرۃ الواعظین اردو، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، ۱۹۷۳ء، ص ۱۹۸۔

۶ عبدالرحمٰن صفوری، شافعیؒ، حضرت، مولانا: نزہۃ المجالس اردو ج ۱، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، جولائی ۱۹۷۳ء، ص ۴۰۰۔

۷ امام غزالیؒ، حجۃ الاسلام: احیاٗ العلوم ج ۲، (اردو ترجمہ مذاق العارفین)، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، س ن، ص ۳۵۵۔

﴿باب دھم﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

غیبت

غیبت

(ایک مہلک اخلاقی وروحانی بیماری)

ویسے سب رذائل اخلاق (اخلاقی برائیاں) امت مسلمہ کے اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کرنے والی اور ایک دوسرے کے دل میں نفرت وعداوت پیدا کرنے کا سبب ہیں مگر غیبت وچغلخوری یا بہتان ان میں سے سرفہرست ہیں اللہ ہر مسلمان کو ان سے بچائے۔ آمین۔

غیبت:۔ کسی کی غیر موجودگی میں یعنی اس کے پیٹھ پیچھے اس کی ایسی صفت بیان کرنا جب وہ اس کے سامنے بیان ہو تو وہ برا محسوس کرے۔ [1]

کسی کی عدم موجودگی میں اسے برائی سے یاد کرنا اور اس کی برائی بیان کرنا۔ [2]

چغلخوری:۔ کسی کے نازیبا الفاظ متعلّقہ آدمی کے سامنے ہو بہو دھرانا جس سے اس کی دل آزاری ہو۔ یعنی کسی کی چغلی کھانا یہ بھی غیبت کی ایک قسم ہے۔ [3]

بہتان:۔ یہ بھی غیبت کے ذیل میں آتا ہے جس کا مطلب جھوٹ پر مبنی بناوٹی تہمت۔ کسی کو جھوٹا الزام لگانا یا بدنام کرنا کے ہیں۔ [4]

غیبت دراصل کسی شخص کے بارے میں اس کی غیر حاضری میں ایسی بات کہنا کہ اگر وہ موجود ہوتا تو اسے بری لگتی خواہ وہ سچی ہی کیوں نہ تھی (یعنی اس کے اندر عملی طور پر موجود تھی) غیبت کہلاتی ہے۔ خواہ اس کا تعلّق اس کے حسب ونسب، لباس، گھربار یا کردار وگفتار سے ہو مثلاً کسی کی نقل اتارنا یا کسی کے بدن کے بارے میں کہا جائے کہ وہ کتنا لمبا تڑنگا اور کالا کلوٹا ہے۔ اس کی آنکھیں بلی کی طرح ہیں۔ نسب کے بارے میں کہا جائے کہ ہاں وہ جولاہے کا بیٹا ہے یا چوہڑے کی اولاد وغیرہ ہے۔ اخلاق کے بارے میں کہیں کہ وہ بدخو، مغرور، متکبّر، بزدل، نکمّا وغیرہ ہے۔ افعال کے بارے میں کہیں کہ وہ بددیانت، بدکردار،

بے نماز، وہ جسے قرآن پڑھنا نہیں آتا، منہ پھٹ، پوستی وغیرہ ہے۔ وہ جسے بیٹھنے کی تمیز نہیں۔ وہ جو اپنے مرتبے کو بھی نہیں پہچانتا۔ غرض وہ بات غیبت میں شامل ہے کہ اگر وہ سن لیتا جس کے بارے میں یہ باتیں کہی جا رہی ہیں تو یقیناً اسے بری لگتیں خواہ اس میں یہ سب خامیاں موجود کیوں نہ ہوں۔ حدیث پاک کی رُو سے غیبت ہے۔ ۵

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ غیبت کیا ہے؟۔ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

تو آپ ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا ''ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہٗ'' یعنی اپنے بھائی کا ایسا ذکر جسے سُن کر وہ ناپسند کرے۔ عرض کی گئی اگر وہ بات اس میں پائی جاتی ہے تو فرمایا اگر وہ بات اس میں پائی جاتی ہے اور تو اس کا ذکر کرے تو غیبت ہے اگر نہیں پائی جاتی اور تو اس کا ذکر کرے تو تُو نے اس پر بہتان باندھا اور بہتان گناہ کبیرہ ہے۔ ۶

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہاتھ سے اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ان کا قد چھوٹا ہے۔ سرکار ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی ''ایسا نہیں کہتے تو نے اتنی کڑوی بات کہہ دی ہے کہ اگر سمندر میں ڈال دی جائے تو اسے بھی کڑوا کر دے''۔ (ابوداؤد شریف)

اس لئے غیبت صرف زبان ہی تک محدود نہیں بلکہ آنکھ اور اشارۂ ابرو یا دوسرے اعضاء کے ساتھ بھی کی جا سکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بہت لاغر و ناتواں تھا کسی نے اس کے بارے میں کہہ دیا وہ تو نرا کانگڑی پہلوان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اِغْتَبْتُمْ صَاحِبَکُمْ وَاَکَلْتُمْ لَحْمَہٗ'' ''یعنی تم نے اپنے بھائی کی غیبت کی اور اپنے بھائی کا گوشت کھایا۔ ۷

غیبت کی ایک قسم چغلخوری ہے جس کے ذریعے دو دلوں میں نفرت و عداوت پیدا کرنا ہے۔ ان میں دراڑیں ڈالنا مقصود ہوتا ہے جسے ''نمیمہ'' کہتے ہیں۔ اور یہ غیبت کی بدترین صورت ہے۔ جس کے بارے میں شارع علیہ السّلام نے قطعی فیصلہ فرما دیا ہے کہ:

''لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ'' ''چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ۸

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے لوگو! غیبت سے بچو کیونکہ غیبت کرنے والے پر پانچ عذاب ہوتے ہیں۔ (۱) اس کے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔ (۲) اس کی دعا مقبول نہیں ہوتی۔ (۳) اس کی عبادت اس کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ (۴) قیامت کے دن اس کا منہ اس کی پشت کی طرف ہوگا۔ (۵) وہ شخص فرعون و شدّاد کے ساتھ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ ۹

بنابریں خداوند کریم نے اپنے کلام پاک میں غیبت کی مذمت اور حرمت ایسی نفسیاتی اور فلسفیانہ انداز میں بیان کی کہ کوئی سلیم الطبع، عقل سلیم کا مالک انسان اس برائی کے قریب تک نہیں بھٹکتا۔

ارشاد ربانی ہے ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ''۔ (الحجرات:۱۲)

(اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو تمہیں گوارا نہ ہوگا۔ اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔) ۱۰

خداوند کریم نے انسان کو غیبت سے نفسیاتی نفرت دلاتے ہوئے اس قدر واضح

الفاظ میں ذہن نشین کرایا کہ کھانا انسان کا گوشت اور انسان بھی ایسا جو مُردہ ہو اور ہو بھی اپنا بھائی۔

گوشت کھانے سے مراد جس کی غیبت کی جارہی ہے اسے معلوم ہونے پر اتنی تکلیف ہوتی ہے گویا کہ غیبت کرنے والے نے اس کا گوشت جسم سے کاٹ کاٹ کر کھایا ہو۔اس لئے غیبت بالاتفاق گناہ کبیرہ ہے اور اس کے لئے توبہ لازم ہے۔ [11]

چاہیے جس کی غیبت کی! خلوص دل سے اس سے معافی مانگ لی جائے۔اور اسے بھی اس کی معذرت قبول کرنی چاہیے۔

اضطرار کی حالت میں مردہ جانور کا گوشت کھانا جائز قرار دیا گیا ہے لیکن مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی اس وقت بھی نہ تو اجازت ہے اور نہ ہی انسان اس کو کھانا پسند کرے گا یعنی وہ مردہ بکری کا گوشت کھالے گا لیکن مردہ بھائی یا مردہ انسان کا گوشت نہ کھائے گا۔ معلوم ہوا کہ اس سے بڑھ کر شقی القلب، سنگ دل اور کون ہوسکتا ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔اس سے غیبت کی سنگینی اور گناہ کبیرہ ہونے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”جو شخص جتنا کسی مسلمان کا گوشت کھائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اتنی ہی جہنم کی آگ کھلائے گا“۔ ہمارے نبی مکرم سید المرسلین ﷺ نے اس چیز کو ایک موقع پر اس طرح ہمارے دلنشین کیا ”اصحابی رسول ﷺ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے خوف آخرت کے پیش نظر سچے دل سے اعتراف زنا کیا۔ آپ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم فرمایا۔اس پر حد جاری ہونے کے بعد آپ ﷺ نے دو آدمیوں کو آپس میں اس طرح باتیں کرتے ہوئے سنا کہ اس شخص (حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی طرف) کو دیکھو کہ جس کا گناہ اللہ تعالیٰ نے چھپا دیا تھا۔مگر خود اس نے اسے ظاہر کیا جس کی پاداش میں اسے سنگسار کیا گیا جس

طرح کتے کو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کی یہ نازیبا گفتگو سن کر اس وقت تو خاموش ہو گئے مگر کچھ دیر بعد چلتے چلتے ایک مردہ گدھے کے پاس سے گزرے کھڑے ہو کر فرمایا کہ فلاں فلاں آدمی کہاں ہیں ان دونوں نے کہا کہ حضور ہم حاضر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اترو اور اس مردہ گدھے کا گوشت کھاؤ۔ دونوں عرض کرنے لگے یا نبی اللہ ﷺ بھلا اس غلیظ مردار کو کون کھا سکتا ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا ”تم مردار کھانے سے تو نفرت کرتے ہو۔مگر اپنے بھائی کی عزت پر جو تم نے حملہ کیا تھا وہ اس مردار کھانے سے بھی بدتر تھا۔فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ (حضرت ماعز رضی اللہ عنہ) تو اس وقت جنت کی نہروں میں نہا رہا ہے“۔ [12]

ایک موقع پر آپ ﷺ نے نہایت واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو لیکن ایمان تمہارے دلوں کے اندر جاگزیں نہیں ہوا ہے نہ مسلمانوں کی غیبت کرو نہ ان کے عیوب کی تلاش میں رہو کیونکہ جو شخص ان کے عیوب کی تلاش میں رہے گا اللہ تعالیٰ بھی ان کے عیوب تلاش کرے گا اور خدا جس کے عیوب کو تلاش کرے گا خود اس کے گھر کے اندر اس کو رسوا کرے گا (بیہقی شریف)

اسی نوعیت کی ایک حدیث پاک حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”سود کے ستر سے زیادہ درجے ہیں ان میں سب سے ہلکا درجے کا گناہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کے برابر ہے اور سود کا سب سے خبیث درجہ مسلمان کو بے عزت کرنا اور اس کی پردہ دری ہے“۔ (ابوداؤد شریف)

اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر مسلمان کی عزت و آبرو اور اس کی جان و جائیداد دوسرے مسلمان پر بالکل حرام ہے یعنی ہمہ قسم قولی یا فعلی حملہ کرنا قطعی حرام ہے“۔ [13]

چنانچہ حضرت سیدنا ابوحازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے بیت اللہ کی طرف دیکھا تو فرمایا ''اے بیت اللہ! تجھے مرحبا! تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومنین کی حرمت تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلّق ایک شئے یعنی قتال کو حرام کیا اور مومن کے متعلّق تین چیزوں کو حرام کیا۔ (۱) اس کا خون (۲) اس کا مال (۳) اور اس کے متعلّق بدگمانی کرنا (بیہقی شریف)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ ''وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَه''۔ (ھمزہ:۱)

(ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لئے جو (روبرو) طعنے دیتا ہے۔) اشاروں سے برائی بیان کرتا ہے، پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرتا اور آوازے کستا ہے۔ (یہ طعنہ دینے والے اور عیب جوئی کرنے والے ایک اخنس بن شریق اور دوسرا ولید بن مغیرہ تھا)۔ ۱۴

جو مسلمانوں کی خصوصاً آپ ﷺ کے سامنے طعنہ بازی کرتے اور پیٹھ پیچھے غیبت کرتے۔ اب قیامت تک جو ایسا رویہ اختیار کرے گا۔ ان دونوں کی طرح انہیں بھی عذاب ویل ہوگا۔

''وَیل'' ایک ایسی دوزخ ہے جو پیپ اور زرد پانی سے بھری ہوئی ہے۔ جو دوزخیوں کے زخموں اور جسموں سے بہہ کر جمع ہوچکی ہوگی۔ دوزخی اس وادی کے بارے میں سوال کریں گے کہ یہ کیا ہے اور کون سا مقام ہے جواباً کہا جائے گا کہ یہ غیبت کرنے والوں اور منہ پر بدگوئی کرنے والوں کا ٹھکانا ہے۔ ۱۵

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عذاب قبر کے تین حصہ ہیں ایک تہائی تو غیبت سے ہوتا ہے۔ ایک تہائی چغلی سے اور ایک تہائی پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے سے۔ ۱۶

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص دنیا میں دو منہ رکھتا ہے آخرت میں اس کی دو زبانیں آگ سے ہونگی''۔ (سنن دارمی)

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اَلۡغِيۡبَةُ اَشَدُّ مِّنَ الزِّنَا'' یعنی غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیسے؟ جواب میں فرمایا اس لئے کہ زانی زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کو نہ بخشا جائے گا جب تک وہ نہ بخشے جس کی اس نے غیبت (گلہ) کیا ہے۔ ظاہر ہے جس انسان کی بے وجہ غیبت کی گئی ہو اس کا دل اتنا دکھا ہوا ہوتا ہے۔ کہ وہ معاف کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا یعنی نہ وہ معاف کرے گا اور نہ غیبت گو بخشا جائیگا۔ اس سلسلہ میں صرف حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس کی تم نے غیبت کی ہے اس کا کفارہ ہے کہ تم اس کیلئے استغفار کرو''۔

دوسرے حضرت حسن بصریؒ کا قول اسی زمرے میں موجود ہے باقی جمہور غیبت کو ایک نا قابل معافی گناہ قرار دیتے ہیں۔

چغل خوری کی بناء پر بعض اوقات قتل و غارت کا سلسلہ بھی شروع ہوجاتا ہے کیونکہ ایک کی بری بات دوسرے کو لگانا۔ جلتی پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہوتا ہے یعنی چغل خور فتنہ باز ہوتا ہے اور قرآن کی رو سے ''اَلۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡل'' (البقرہ:۱۹۱)

(فتنہ پروری قتل سے بڑھ کر ہے۔)

چغلی سے دوہرا نقصان ہوتا ہے۔ چغل خور نے جس شخص کی برائیوں کا جھوٹا ڈھنڈورا پیٹا ہو۔ اگر دوسرے لوگ اس پر اعتبار کرلیں تو اس غریب کا مفت میں نقصان ہوتا ہے۔ لوگ اسے خواہ مخواہ برا سمجھنے لگ جاتے ہیں اور وہ برادری یا جماعت میں معتوب ہوکر رہ جاتا ہے۔ جب تک اس کا بے گناہ اور اس عیب سے پاک ہونا ثابت نہ ہوجائے اور جب اس کا بے گناہ اور سچا ہونا ثابت ہوجائے تو خود چغل خور معاشرے میں بدنام ہوجاتا ہے اور لوگ اسے جھوٹا اور برا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے سائے سے بھی

کتراتے ہیں۔غرض چغلخور کی اپنی عزت و آبرو بھی خاک میں مل جاتی ہے۔اور کوئی اسے معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں کسی پر کسی بھی قسم کی زیادتی کرتے ہیں ناحق ستاتے، گالیاں دیتے یا چغلیاں کر کے بدنام کرتے ہیں قیامت کے دن ایسے مظلوم لوگ ہر قسم کے جرائم پیشہ لوگوں، غاصبوں اور چغلخوروں کا راستہ روک لیں گے اور فرشتوں سے کہیں گے ان ظالموں نے ہم پر زیادتی کی تھی ان سے ہمارے حقوق لے کر دیں۔ مجرم لوگ کہیں گے سب کچھ دنیا میں رہ گیا اب ہمارے پاس دینے کے لئے کچھ بھی نہیں مظلوم کہیں گے یہ روز محشر ہے یہاں روپیہ پیسہ نہیں بلکہ نیکیاں چلتی ہیں ان کی نیکیاں ہمیں دیں۔ چنانچہ اگر بالغرض ایک چغلخور کے پاس نیکیوں کا انبار ہوگا۔تو وہ سب بے گناہ لوگ لے جائیں گے جن کی اس نے چغلیاں کی ہونگی۔ وہ حیران، پریشان ہو جائے گا کہ اب کیا کرے۔ دینے کے لئے کچھ بھی نہیں بچا۔جن کی غیبت کی ہوگی وہ کہیں گے نیکیاں دے نہیں سکتے تو کیا ہوا۔ ہماری برائیاں تو لے سکتے ہو چنانچہ وہ اپنے گناہ اس پر لاد کر چلے جائیں گے اور چغلخور نا کردہ گناہوں کے انبار میں دھنس جائے گا۔ وہ جو! کچھ دیر پہلے نیکیوں کے انبار کا مالک تھا اب مفلس محض ہو جائے گا اس لئے سرکار دو جہاں ﷺ نے فرمایا اصل مفلس وہ ہے جس کی عزت، آبرو بروز حشر برباد ہو جائے گی اور اس کی نیکیاں اکارت جائیں گی۔ دیگر برائیوں کے علاوہ صرف چغلخوری بروز حشر اس طرح تباہ و برباد کر دے گی۔

منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن غیبت کرنے والا شخص اللہ کے حضور میں کھڑا ہو جائے گا اور اس کا نامہ اعمال اس کے سامنے کھولا جائے گا۔ جس میں کوئی نیک عمل نہ لکھا ہوگا۔ وہ شخص کہے گا کہ یہ میرا نامہ اعمال نہیں ہے۔ میں نے دنیا میں بہت کچھ نیک عمل کئے ہیں اور نامہ اعمال میں ایک بھی نیکی نہیں۔ اس شخص سے کہا جائے گا

کہ تو دنیا میں لوگوں کی غیبت کرتا تھا جس کی وجہ سے تیری تمام نیکیاں جاتی رہیں اور ان لوگوں کو دیدی گئیں۔

اسی طرح ایک دوسرا شخص حضور الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اور اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال کھولا جائے گا جس میں ایسی نیکیاں درج ہونگی جو اس سے کبھی سرزد نہیں ہوئیں وہ کہے گا یا الٰہی یہ میرا نامہ اعمال نہیں اور یہ نیکیاں مجھ سے کبھی ظہور میں نہیں آئیں اس سے کہا جائے گا کہ فلاں شخص تمہاری غیبت کیا کرتا تھا یہ اس کی نیکیاں ہیں جو تمہارے نامہ اعمال میں درج کر دی گئیں۔ ۱۷؎

اسی حکمت کے تحت حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ "اگر مجھے کسی کی غیبت کرنا ہی ہے تو مجھے اپنے والدین کی غیبت کر لینا چاہیے کیونکہ وہ میری نیکیوں کے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا فلاں شخص نے ان کی غیبت کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تحائف سے تھال بھر کر اسے بھیجا اور فرمایا۔ "میں نے سنا ہے تو نے اپنی نیکیاں میرے نام کی ہیں اس لئے میں یہ تحائف تیرے پاس بھیج رہا ہوں"۔ یہ لطیف اشارہ انہی احادیث پاک کی طرف تھی۔ ۱۸؎

اللہ کے خاص بندے اس گناہ سے پاک ہوتے ہیں حضرت امام اعظمؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نامہ اعمال میں اور گناہ تو ہو سکتے ہیں لیکن انشاءاللہ غیبت کا گناہ میرے نامہ اعمال میں نہیں ہوگا۔

اتفاق و اتحاد، میل ملاپ، خیر خواہی اور جذبہ خلوص کو حضور ﷺ نے بہت اہمیت دی ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ سرکار ﷺ نے فرمایا "کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں جو نماز، روزہ اور صدقات وخیرات سے بھی افضل ہے"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتا دیں آپ ﷺ نے فرمایا "باہمی پیار و محبت، جذبہ و اخلاص

اور تعلّقات کو قائم رکھنا کیونکہ نا چاقی، منافقت اور بدگمانی دل سے دین ہی کا صفایا کر دیتی ہیں جس طرح اُسترہ سر سے بالوں کا صفایا کر دیتا ہے''۔ چونکہ غیبت کا بڑا کام ہی یہی ہے کہ وہ دلوں میں بغض وعناد پیدا کر دیتی ہے اوراس سے باہمی تعلّقات میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں، لوگ بدگمانی اور نفرت کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لئے احترام آدمی کو دل سے کھرچنے والی اس بری عادت سے اجتناب ضروری قرار دیا گیا ہے تا کہ دل پاک صاف اور ایک دوسرے کی محبّت سے لبریز رہیں اور اتفاق واتحاد جیسی خدا کی انمول نعمت بھی بحال رہے۔

اسی حکمت کے تحت آپ ﷺ نے وصیت فرمائی۔ حضرت امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ اور امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی مجھ تک کسی کی بات نہ پہنچائے میں پسند کرتا ہوں کہ میں تمہارے پاس اس حالت میں آؤں کہ میرا سینہ تمہارے بارے صاف ہو''۔ ۱۹

اس لئے آپ ﷺ نے غیبت کرنے والے اور چغلخوری کرنے والے کو موقع پر ہی روکنے والے کیلئے بہت بڑی فضیلت اور اجر کی خوشخبری سنا دی۔ چنانچہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے یوں روایت کی کہ ''جس نے اپنے بھائی کی عزت سے (کسی کو) روکا! اللہ تعالیٰ روز حشر آگ کو اس کے چہرے سے روک دے گا''۔ ۲۰

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ کونسا مسلمان افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو مجھے اس کی ضمانت دے جو اس کے جبڑوں کے مابین اور جو اس کی ٹانگوں کے مابین ہے! میں اس کیلئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔ ۲۱

غیبت کی سزاؤں کا عملی مشاہدہ اوران کی متشکل صورتیں

شب معراج آنحضرت ﷺ کو چغلخوروں کی کچھ خوفناک سزائیں دکھائی گئیں۔ جو آپ ﷺ نے دنیا میں آ کر اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیان فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ''حضور ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ جہنّم میں مردار کھا رہے ہیں جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے یعنی چغلخور تھے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو جہاں ﷺ نے فرمایا ''ہم شب معراج ایسی قوم کے قریب سے گزرے جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ بڑے وحشیانہ انداز سے خود کو چیر پھاڑ رہے تھے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ استفسار پر جبرائیل نے بتایا کہ ''یہ انسانی گوشت کے رسیا یعنی چغلخور ہیں (جو مخلوق خدا کی غیر موجودگی میں ان کی عزت وآبرو نوچا کرتے تھے)''۔ (نزہۃ المجالس اردو ج۱،ص۲۹۶)

آپ ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور انہی کو کھلایا جاتا تھا۔ اور وہ لوگ چغلخور، عیب چیں تھے۔ ۲۲

حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار ﷺ نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا جنہیں بڑی ہی مکروہ اور قابل نفرت حالت میں پستانوں سے باندھ کر لٹکایا گیا تھا۔ حضرت جبرائیل امین نے ان کے بارے میں بتایا کہ یہ ''لَمَّازُوْنَ اور ھَمَّازُوْنَ'' ہیں یعنی زبان اور ہاتھوں کے اشاروں سے غیبت کرنے والے ہیں۔ چغل خوروں کا دوزخ میں نہایت عبرتناک حشر ہوگا۔ انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی مردار کا گوشت کھانا پڑے گا اور جو ان سے تعفّن پھوٹے گا اور بدبو کے بھبھاکے آئیں گے۔ نبی پاک ﷺ نے مختلف اوقات

میں موقع ومحل کی مناسبت سے انہیں وہ مناظر دکھائے ، بدبودار گوشت کھاتے وقت جوان کا حال ہوگا اپنی اعجازی شان کے ساتھ وہ انہیں عملی شکل میں دکھایا تا کہ غیبت سے بچیں اور اسے معمولی جرم نہ سمجھیں چند مثالیں پیش ہیں۔

☆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا واقعہ خود بیان فرماتی ہیں کہ میں ایک عورت کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ بے خیالی میں مَیں نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ اس کا دامن بہت لمبا ہے''۔ غالبًا یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ یہ بہت لمبی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گھر کی خاتون تھیں بات بھی کوئی اتنی اہم نہیں تھی۔ لیکن مربیِّ اعظم ﷺ نے اس کی اصلاح بھی ضروری سمجھی۔ نہ صرف آئندہ غیبت سے بچنے کا حکم دیا۔ بلکہ غیبت پیٹ میں جا کر جو حشر برپا کرتی ہے وہ بھی اعلانیہ طور پر دکھادی۔ فرمایا: '' اِلْفَظِیْ اِلْفَظِیْ '' عائشہ تھوکو فوراً تھوکو! فرماتی ہیں کہ میں نے تھوکا تو وہ گوشت کا لوتھڑا تھا۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اچانک بہت ہی بدبودار ہوا کا جھونکا آیا، سرکار ﷺ نے فرمایا '' کیا جانتے ہو یہ کیسی ہوا ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو اہل ایمان کی غیبت کرتے ہیں''۔ ۲۳

غیبت دراصل جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے جس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ (جامع ترمذی شریف)

جب کہ اللہ کریم نے واضح الفاظ میں '' لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ '' (آلِ عمران: ۶۱) فرمایا! نیز جھوٹ بولنا منافق کی علامت ہے جو ازروئے اسلام کافر سے بھی بدتر ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے (۳) جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

احتمال جھوٹ کی وجہ سے نہایت احتیاط چاہیے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے '' آدمی کے گناہگار ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کرے''۔ (سنن ابی داؤد)

☆ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دوعالم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ایک دن روزہ رکھیں اور جب تک میں اجازت نہ دوں اس وقت تک کوئی روزہ افطار نہ کرے۔ لوگوں نے روزہ رکھا جب شام ہوئی تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں سارا دن روزہ سے رہا ہوں آپ مجھے افطار کی اجازت دیں آپ ﷺ نے اس کو افطار کی اجازت دی۔ پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا '' آپ ﷺ کے گھر کی دو کنیزیں صبح سے روزے سے ہیں آپ ﷺ انہیں افطار کی اجازت تو دی مگر اس شخص سے اعراض فرمایا اور فرمایا ان کا روزہ نہیں ہے ان لوگوں کا روزہ کیسے ہوسکتا ہے جو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتے رہے ہوں۔ جاؤ ان سے کہو کہ اگر وہ روزہ دار ہیں تو قئے کریں۔ انہوں نے قئے کی تو ہر ایک کی قئے کے ساتھ جما ہوا خون نکلا۔ پھر اس شخص نے سرکار دوعالم ﷺ کو اس بات کی خبر دی۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا '' اگر وہ مر جاتیں یا وہ جما ہوا خون ان میں باقی رہ جاتا تو ان دونوں کو جہنّم کی آگ کھا جاتی''۔ (بیہقی شریف)

☆ خداوند کریم اور مخبر صادق ﷺ دونوں کا فرمان ہے کہ غیبت کرنے والا فی الواقع مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہوتا ہے تو یہ حقیقتاً جس کی غیبت کی جارہی ہو اس کا گوشت کھایا جارہا ہوتا ہے۔ اسی بات کو مشاہدتاً خدا کے محبوب ﷺ نے ظاہر کیا کہ جب چند لوگوں کو دیکھا تو ان کے حسب حال ارشاد فرمایا '' دانتوں میں خلال کرو'' انہوں نے عرض کیا کہ سرکار ﷺ '' ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ '' فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے معلوم ہوا کہ تم نے اس کی غیبت کی ہے''۔ (بیہقی شریف)

☆ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے نبی مکرّم ہادی اعظم ﷺ سے سنا ''روزہ انسان کیلئے (دوزخ ومصائب وآلام سے) ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے جب تک وہ اسے پھاڑ نہ دے''۔ صحابہ کرام علیہم الرّضوان نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پھاڑنے سے کیا مراد ہے؟ یعنی وہ اسے کیسے پھاڑتا اور اس کی برکات سے محروم ہوتا ہے؟ آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''جھوٹ اور غیبت کے ساتھ''۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ روزے کے نام پر اپنا کھانا پینا چھوڑ دے''۔

☆ غیبت جھوٹ کی وہ مکروہ ترین قسم ہے جس کے بولنے والے پر خدا نے لعنت کی ہے۔ غیبت کرنے والا دراصل اپنے مسلمان بھائی کی لاش کا گوشت کھا رہا ہوتا ہے وہ کسی کو نظر تو نہیں آتا لیکن اسرار نہاں سے آگاہ اہل باطن اس لاش کے لوتھڑوں کو دیکھ بھی لیتے ہیں اور دکھا بھی دیتے ہیں اس طرح کا ایک واقعہ عرض ہے۔

حضور ﷺ کے غلام حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا مگر دوپہر تک ان کی حالت غیر ہوگئی لوگ ہانپتے ہوئے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عورتوں کی بگڑی ہوئی صورت حال سے آگاہ کیا۔ کہ وہ مرنے کے قریب ہیں پیٹ کے درد نے ان کو نڈھال کر دیا ہے۔ فرمایا! انہیں بلاؤ جب وہ آ گئیں تو برتن منگوا کر ایک سے فرمایا کہ اس میں قئے کرو۔ اس نے قئے کی تو بدبودار گوشت کے لوتھڑے برآمد ہوئے۔ دوسری سے کہا تم بھی کرو۔ خون، پیپ اور لوتھڑوں سے برتن بھر گیا۔ حقیقت شناس اور حقائق دان آقا کریم ﷺ نے راز کھولا کہ ان دونوں نے حلال رزق کھا کر روزہ رکھا۔ پھر بیٹھ کر چغلیاں کرنے لگیں۔ یعنی بالفاظ دیگر لوگوں کا گوشت کھانے لگیں یہ لوتھڑے وہی

چغلیاں ہیں جو انہوں نے کھائیں۔ یہی وہ چغل خوری ہے جو چغل خوروں کو افطار کے وقت تک بے حال اور نڈھال کر دیتی ہے آخری لمحات میں چند منٹ تک مزید انتظار کرنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے اور سارا دن بولے گئے جھوٹ اور کی گئی غیبت کے اثرات بے صبری کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں جبکہ روزے کو آداب اور احترام کے ساتھ نبھانے والے اطمینان وسکون سے بیٹھے ہوتے ہیں انہیں افطار کی کوئی جلدی نہیں ہوتی۔ وقت پر سکون سے افطار اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ان کا روزہ ٹھکانے لگا اور برباد نہ ہوا۔

☆ دراصل غیبت کرنے والے کے فرائض بھی خدا کی بارگاہ میں منظور نہیں۔ اور ان کا ثواب بھی اکارت جائے گا چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''دو آدمیوں نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور یہ دونوں روزہ دار تھے۔ پھر جب نبی اکرم ﷺ اپنی نماز پوری فرما چکے تو ان دونوں سے فرمایا کہ دونوں پھر سے وضو کر کے اپنی نمازوں کو لوٹاؤ۔ اور روزہ پورا کرو۔ لیکن کسی دوسرے دن اس (روزہ) کی بھی قضا کر لو۔ تو ان دونوں آدمیوں نے پوچھا کہ کیوں ہم نمازوں کو لوٹائیں اور روزہ کی قضا کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس لئے کہ تم دونوں نے فلاں آدمی کی غیبت کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

غیبت سننا بھی گناہ کبیرہ ہے

قرآن کریم میں خداوند کریم نے جھوٹ سننے والے کو بھی جھوٹ بولنے والے کے گناہ میں برابر کا شریک کیا ہے چنانچہ یہودیوں کے ایک گروہ کے بارے میں فرمایا ''سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ ''یعنی وہ بہت زیادہ جھوٹ سننے والے ہیں یعنی جھوٹ بولنے والے اور جھوٹ سننے والے دونوں برابر کے گناہ گار اور قابل مذمت ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیبت کرنے والے اور غیبت سننے والے دونوں برابر کے مجرم ہونگے۔لہٰذا شریعت میں جس طرح غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح غیبت سننا بھی حرام ہے۔اس سلسلہ میں حضرت علامہ نوویؒ کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں'' تو اپنے کانوں کو بری باتوں کے سننے سے محفوظ رکھ جیسا کہ تو اپنی زبان کو بری باتوں کے کرنے سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ بری باتوں کے سننے سے تو اس کے کرنے والے کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔لہٰذا تو اس بات سے خبردار رہ''۔ [۲۴]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ''اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو جب تم دیکھو تو اللہ یاد آئے اور اللہ تعالیٰ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چلتے پھرتے چغلی کھاتے ہیں دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور بے قصور لوگوں میں عیب تلاش کرتے ہیں''۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ''لوگوں کے ذکر سے اجتناب کرو کیونکہ یہ ایک بیماری ہے اور اللہ کا ذکر کرو کیونکہ اس میں شفاء ہے۔مفتی بغداد حضرت علامہ سید محمود آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں بیان فرماتے ہیں کہ''غیبت کرنے میں اکثر لوگ مبتلا ہیں غیبت میں کھجوروں کی سی مٹھاس،شراب کی سی تیزی اور سرور ہے حالانکہ حقیقت میں غیبت لوگوں کے گوشت کا سالن ہے اللہ تعالیٰ اس سے اپنی پناہ میں رکھے''۔

ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابلیس کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ایک ہاتھ میں شہد اور دوسرے میں راکھ لئے جا رہا ہے پوچھنے پر بتایا کہ شہد غیبت کرنے والے کے منہ میں ڈالتا ہوں تا کہ وہ اس میں اور مزہ لینے لگے۔اور راکھ یتیم کے منہ میں جھونک دیتا ہوں تا کہ لوگ اس سے نفرت کر کے اس کا مال ہڑپ کرتے جائیں۔ [۲۵]

البتہ امام بیہقیؒ نے روایت کی ہے کہ ابن عینیہ نے فرمایا کہ صرف تین آدمیوں کی غیبت نہیں ہے (۱) فاسق معلّن (۲) ظالم حاکم (۳) بدعت کی طرف دعوت دینے والا۔
(بخاری شریف)

عیب جوئی،غیبت گوئی اور چغلخوری ہم میں نہایت عام ہو چکی ہے دراصل جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے چار پیسے دے رکھے ہیں وہ خصوصیّت کے ساتھ اس میں مبتلا ہیں۔فکر معاش سے فارغ ہونے کی وجہ سے کوئی تعمیری مصروفیت تو رکھتے نہیں۔ذکر اللہ، تسبیح پڑھنا اور اچھا مطالعہ کی طرف تو ان کا طبعی رجحان ہی نہیں ہوتا۔دراصل بے سود کثرت کلام اور یاوہ گوئی کی وجہ سے ان کا دل مر جاتا ہے۔نور قلب چھین لی جاتی ہے جس کی جگہ ظلمت اور قساوت قلب لے لیتا ہے۔اچھے کام کی توفیق نور قلب کے ذریعے نصیب ہوتی ہے جبکہ ظلمت قلب ہمہ قسم گناہوں کا منبع ہوتا ہے۔لہٰذا ایسے لوگ خدا کی رحمتوں سے تو محروم ہی ہوتے ہیں اس لئے چوبیس گھنٹے گزارنے کی اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ چند ایسے فضول لوگوں کا مجمع ہو جس میں بستی یا محلّہ سے لیکر دنیا بھر کے خرافات ہانکے جائیں۔باری باری یاوہ گوئی ہوتی ہے جس سے غیر متعلّقہ اور بے گناہ لوگوں کی عزت و آبرو سے لیکر مال و متاع تک نہ بچ سکے۔تاش، شطرنج یا لڈو کے ساتھ گالیوں کا دور بھی چلتا رہے۔کوئی نیک اور عزت دار انسان ان کے قریب تک نہیں بھٹک سکتا۔دنیا داروں خصوصاً سیاست دانوں کے ڈیروں میں تو رات دن شرفاً اور حریفوں کی عزتیں اچھالی جاتی ہیں۔جہاں اصول وضوابط،مذہب و ملت اور مسلمانی

نام کی کوئی قید و بند تک محسوس نہیں کی جاتی۔ چاروں طرف شیطان کا پہرہ لگا رہتا ہے۔ اخلاق اور قانون کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ اور یہی مسلمانوں کے ارباب بسط وکشاد بھی تصور کئے جاتے ہیں۔ اللہ کریم ایسے مقامات سے ہر اہل ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

غیبت کے بارے حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کے فرمودات

اب معلّم اخلاق حضرت شیخ سعدیؒ کی کچھ سبق آموز باتیں عرض خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ شیخ فرماتے ہیں۔ ؎

رفیقے کے غائب شدائے نیک نام   دو چیز است از و بر رفیقاں حرام
یکے آنکہ مالش بباطل خورند   دوم آنکہ نامش بزشتی برند

(اے نیک نام انسان! ایک دوست کی غیر موجودگی میں دوسرے دوست پر اس کی دو چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ ایک اس کی مال و دولت کو ضائع کرنا دوسرا اس کے نام کو برائی سے لینا)۔ ۲۶

؎ کسے را کہ نام آمد اندر میاں   بہ نیکو تریں نام و نعتش بخواں
چوں ہموارہ گوئی کہ مردم خراند   مبرظن کہ نامت چومردم برند

(دوران گفتگو جس کا بھی نام آئے اچھے الفاظ کے ساتھ اس کی تعریف کیا کر اگر تو ہر وقت دوسروں کو گدھا کہتا پھرے تو یہ سوچ بھی نہ کہ لوگ تجھے انسان کہہ کر پکاریں گے)۔ ۲۷

چناں گوی سیرت بکوی اندرم   کہ گفتن تواں بروی اندرم
مریز آبروئے برادر بکو   کہ دہرت نہ ریزد بشھر آبرو

(دوسرے کا تعارف ایسے احسن انداز سے کر جیسا کہ تو اس کی گلی میں رہتا ہے اگر وہ سامنے آجائے تو تُو وہ بات اس کے روبرو بھی کہہ سکے۔ یاد رکھ تو گلی میں اپنے بھائی کی

عزت خاک میں نہ ملا۔ تاکہ لوگ بھرے شہر میں تیری عزت کو خاک میں نہ ملائیں۔ ۲۸ ؎

وگر شرمت از دیدۂ ناظر است   نئ بے بصر غیب داں حاضر است

(افسوس کی بات ہے کہ تو اتنا اندھا ہو گیا ہے کہ دیکھنے والے انسان سے تو تُو شرماتا ہے مگر دیکھنے والے غیب داں خدا سے تجھے ذرا شرم نہیں آتی کہ وہ بھی تو دیکھ رہا ہے)۔ ۲۹

شیخ فرماتے ہیں کہ عنفوان شباب میں نظام الملک طوسی کی بنا کردہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں تعلیم حاصل کر رہا تھا کہ ایک دن اپنے استاد سے عرض کیا کہ فلاں طالب علم میرے ساتھ حسد کرتا ہے، استاد نے اپنی حکمت لبریز زبان مبارک سے فرمایا بچہ: ؎

گراو راہِ دوزخ گرفت ازخسی   ازیں راہ دیگر تو درو ے رسی

(اگر اس نے اپنی کمینگی سے دوزخ کا راستہ لیا افسوس کہ دوسری طرف سے تو بھی وہاں (دوزخ) پہنچ جائے گا۔ مطلب اس نے حسد کے ذریعے اور تو نے غیبت کے ذریعے سے دوزخ کا سامان کیا)۔ ۳۰

بدوزخ برد مدبری را گناہ   کہ پیمانہ پر کرد و دیواں سیاہ
دگر کس بغیبت پیش می دود   مبادا کہ تنہا بدوزخ رود

(ایک بدبخت کو تو اپنے گناہ دوزخ کی طرف کھینچ لے جائیں گے۔ کہ اس نے اپنی زندگی بھی تمام کی اور اپنا ما حاصل نامہ اعمال بھی کالا کر دیا۔ مگر دوسرا مفت میں اس کی غیبت کر کے اس کے پیچھے پیچھے دوزخ کی طرف بھاگتا جا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اکیلا دوزخ چلا جائے)۔ ۳۱

حضرت شیخ سعدیؒ : شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے۔ فرماتے ہیں کہ ؎

مرا پیر دانای روشن شہاب   دو اندرز فرمود برروئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش   دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش

(مجھے اپنے روشن ضمیر اور دانا پیرو مرشد حضرت شیخ شہابؒ الدینؒ نے سمندر میں سفر
کے دوران دو نصیحتیں فرمائیں۔ایک یہ کہ مغرور نہ ہو دوسری یہ کہ دوسروں کے بارے میں برا
نہ سوچ (بدگمانی نہ کر) ۳۲ شیخ اس پر فیصلہ کرتے ہیں کہ:

کسے پیش من در جہاں عاقل است   کہ مشغول خود وز جہاں غافل است

(میرے نزدیک دنیا میں عقل مند انسان وہ ہے جو دنیا سے غافل صرف اپنے کام سے کام
رکھتا ہو)۔ ۳۳

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک صوفی نے آ کر دوسرے صوفی سے کہا کہ فلاں شخص
تیرے بارے نازیبا الفاظ استعمال کر رہا تھا صوفی نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ تو بھی
میرے خلاف اور اس کا ساتھی معلوم ہوتا ہے۔دوسری یہ کہ میرے لئے تو اس سے بھی برا نکلا
کہ اس کی بدبودار زبان بازار سے اٹھا کر میرے سامنے لایا۔یعنی تو نے ایک مردہ فتنہ کو زندہ
کر دیا اور میری دل آزاری کی۔تیسری یہ کہ دشمن نے تیر مارا وہ راستے ہی میں گر گیا تو
(چغل خور) اس سے بھی بدتر دشمن نکلا کہ اسی تیر کو اٹھا کر میری جان میں لا کر پیوست کر دیا۔

شیخ کے نزدیک چغلی کرنے والا ہر وقت اپنے سر گندگی اٹھائے پھرتا ہے کہ ایک کی
بری بات اٹھا کر دوسرے کی جھولی میں لا کر ڈال دیتا ہے یا ؎

میان دو تن جنگ چوں آتش ست   سخن چین بدبخت ہیزم کش است

(اگر دو آدمیوں میں اختلاف اور دشمنی کی آگ بھڑکی ہوئی ہے چغل خور بدبخت
بجائے اس آگ کے بجھانے،مزید لکڑیاں ڈال کر اسے تیز تر کر دیتا ہے۔یعنی شیخ چغل خور
کو ہیزم کش (آگ کو تیز کرنے کے لئے لکڑیاں آگے کرنے والا دوزخ کا فرشتہ) کا لقب دیتا
ہے"۔ ۳۴

معلمّ اخلاق شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوری غیبت سے بہتر ہے۔چور چوری کر

کے کچھ نہ کچھ تو اپنے پیٹ میں ڈال لیتا ہے۔لیکن! ؎

ز غیبت چہ می خواہد آں سادہ مرد   کہ دیواں سیہ کر دو چیزی نخورد

(معلوم نہیں چغل خور بے وقوف نے غیبت کر کے کیا حاصل کیا ہے۔بے چارے
نے نامہ اعمال بھی کالا کر دیا اور پیٹ میں بھی کوئی چیز نہیں پڑی)۔ ۳۵

شیخ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں ؎

بد اندر حق مردم نیک و بد   مگو اے جواں مرد صاحب خرد
کہ بد مرد راخصم خود می کنی   وگر نیک مرد است بدی کنی

(اے جوان مرد اور عقلمند انسان: کسی اچھے اور برے کے حق میں زباں درازی نہ کر
اگر وہ برا ہے تو مفت میں تیرا دشمن بن جائے گا اگر نیک انسان ہے تو تو خود گناہگار بن جائیگا
یعنی دونوں طرف سے تیرا ہی نقصان ہوگا)۔ ۳۶ اس سے بہتر ہے کہ:

مکن عیب خلق اے خرد مند فاش   بعیب خود از خلق مشغول باش

(مخلوق خدا کا پردہ فاش نہ کر ان کی جاں بخشی کر کے بہتر یہ ہے کہ اپنے عیوب پر نگاہ رکھ)۔
۳۷ مقولہ مشہور ہے "تجھے پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو"۔

بقول ہمارے مرشد کریم کے کہ "انگشت نمائی کے وقت ایک انگلی تو دوسرے کی طرف ہوتی
ہے مگر تین انگلیاں اپنی ہی طرف ہوتی ہیں جو سمجھدار انسان کے لئے ایک سبق ہے"۔

شیخ سعدیؒ رحمۃ اللہ علیہ ایک فطری اصول کے تحت فرماتے ہیں کہ ؎

بہائم خموشند و گویا بشر   پرا گندہ گو از بہائم بتر

(اللہ نے جانوروں کو زبان نہیں دی اور انسان کو نعمت گویائی سے نوازا پھر بھی انسان
ناشکری کرتے ہوئے اگر اپنی زبان کو غیبت و بدگوئی یعنی برائی پر لگا دے تو یہ جانوروں سے
بھی بدتر ہوگا)۔ ۳۸

شیخ کے نزدیک دراصل ؎

نہ بیند مدعی جز خویشتن را — کہ دارد پردہ پندار در پیش
گرت چشم خدا بینی بہ بخشد — نہ بینی ہیچ کس عاجز تر از خویش

(چغل خور اور عیب ڈھونڈنے والے کو اپنی ذات کے بغیر اور کوئی چیز دکھائی ہی نہیں دیتی کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے غرور وتکبّر کا پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے جو دوسرے کے تشخّص کے درمیان آڑ بنا ہوا ہے۔ لیکن جسے خداوند کریم چشم بینا (حقیقت کو دیکھنے والی آنکھ) عطا کر دے تو اسے اپنے سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی عاجز اور معیوب نظر نہیں آئیگا)۔ ۳۹؎

مدّعیانِ طریقت، سالکانِ راہِ حقیقت، مریدانِ باصفا اور دعویدارانِ اسلام وایمان اگر اپنی بری عادات وخصائل سے باز نہ آئیں تو وہ محض خوش فہمی میں مبتلا ہیں جس پاک منزل کی طرف وہ اپنے آپ کو رواں دواں سمجھ رہے ہیں وہ وہاں تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے بلکہ اس پاک منزل کی نشاں تک کا انہیں علم ہی نہیں۔ محض اپنا وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ بقول سعدیؒ ؎

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی — کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

(اے بدو! حقیقت سے بے خبر جاہل مسلمان! تیرا ارادہ اگر کعبے کی زیارت کرنے کا ہے تو مجھے ڈر ہے کہ تو وہاں تک نہ پہنچ سکے گا اس لئے کہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے یہ تو ترکستان (کعبہ سے الٹی سمت) کو جاتا ہے نہ کہ کعبہ کو)۔ ۴۰؎

مطلب: جیسے تیرے عادات وخصائل ہیں ان سے اللہ کی دوستی تو حاصل نہیں ہوسکتی مگر دشمنی بآسانی حاصل ہوسکتی ہے۔ اللہ کریم بچائے آمین!

اب آخر میں سرخیلِ صوفیاءِ حکیم سنائیؒ اور مولائے رومؒ کے تبرکات پر اس گفتگو کو سمیٹنا چاہتا ہوں تا کہ ان پاک لوگوں کے طفیل اللہ کریم اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

☆حکیم سنائیؒ کے نزدیک جو اہلِ علم لوگ اپنی علمی تفاخر کی وجہ سے دوسروں کے عیب نکالتے ہیں۔ تنقیص یا تنقید کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات اپنی تبحرِ علمی کے زعم میں آ کر معصوم لوگوں کی غیبت تک اتر آتے ہیں تو ایسے علم سے جہالت ہی بہتر ہے کیونکہ ان کے نزدیک علم سے انسان انسانیت سیکھتا ہے۔ اگر علم سے یہ مقصد حاصل نہ ہو تو فرماتے ہیں۔

علم کز تو تُرا نہ بستاند — جہل ازاں علم بہ بود بسیار

(علم جب تجھ سے ''میں'' (تکبّر) کا خاتمہ نہ کر دے تو ایسے علم سے جہالت ہی درجہا بہتر ہے) ویسے علم کے بارے میں صوفیاء کا قول ہے کہ ''اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَر''، یعنی بعض لوگوں کے لئے علم ہی خدا کی معرفت کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ اس مہلک روحانی بیماری کا زیادہ تر تعلق تکبّر اور تفاخر سے ہے۔ متکبّر انسان اپنے آپ کو بڑا اور اعلیٰ ثابت کرنے کیلئے غیبت، ضد، حسد اور دوسروں کی عیب جوئی کا سہارا لیتا ہے۔

وہ ازراہِ مثال فرماتے ہیں کہ پیکرِ صدق وصفا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب محبوبِ خدا ﷺ کے چہرہ تاباں پر نگاہ ڈالتے تو بلا تامل فرماتے کہ ''خدا کی قسم آپ ﷺ جیسا کوئی حسین دیکھا ہی نہیں۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود ہمہ قسم روحانی امراض سے پاک تھے۔ اس کے برعکس ابوجہل کی نگاہ جب محبوبِ خدا پر پڑتی تو کہہ دیتا کہ ''اے محمد ﷺ تجھ جیسا کوئی بدصورت دیکھا ہی نہیں'' (نقل کفر کفر نباشد) کیونکہ ابوجہل تمام تر روحانی بیماریوں کا منبع تھا۔ اس لئے مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

(جب خداوند کریم کسی کے کردار پر ناراض ہو کر اس کا پردہ دونوں جہانوں میں فاش کرنا چاہے تو وہ بے گناہ، پاک لوگوں اور اللہ کے دوستوں کے خلاف تکبّر، تفاخر علمی اور بغض

وحسد کی وجہ سے عیب جوئی اور زباں درازی شروع کر دیتا ہے)۔ ؎

چوں خدا خواہد کہ پوشد پردہ کس   کم زند در عیب معیوباں نفس

(جب اللہ کسی کو دونوں جہانوں میں اپنے خوبصورت پردے میں ڈھانپنا چاہے تو اس کی زباں کو وہ عیب دار اور قصوروار لوگوں تک سے روک لیتا ہے۔ جیسا کہ دروازہ علوم ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر کالی کملی حاصل کی کہ وہ مخلوق خدا کی عیب پوشی کریگا)۔ ؎

چوں خدا خواہد کہ مایا ری کند   میل ما مر جانب زاری کند

(جب خداوند کریم چاہے کہ وہ ہم سے دوستی کرے تو وہ ہماری آنکھیں اپنی ہی برائیوں اور عیوب پر کھول دیتا ہے تا کہ وہ انہیں دیکھ کر کسر نفسی اختیار کرتے ہوئے اپنے ہی شر نفس سے پناہ مانگتا رہے اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتا رہے تا کہ وہ اس کی دوستی کے قابل ہو سکے) اللہ کریم سب کو نصیب کرے۔ آمین۔

حوالہ جات

۱ فیروز الدّین، الحاج، مولوی: جامع فیروز اللّغات اردو، دہلی، فرید بک ڈپو لمیٹڈ اردو مارکیٹ، ۱۹۸۷ء، ص۹۱۹۔

۲ فیروز الدین، مولوی، الحاج: فیروز اللّغات فارسی، لاہور، فیروزسنز لمیٹڈ، ۱۹۷۰ء، ص۱۷۵۔

۳ یحیٰی بن شرف النوویؒ، ابوزکریا مُحی الدین، حضرت امام: کتاب الاذکار اردو، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مئی ۲۰۰۶ء، ص۲۵۹۔

۴ مقبول بیگ، بدخشانی و وحید قریشی، ڈاکٹر: فیروز اللغات فارسی، لاہور، فیروزسنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۲۰۰۴ء، ص۱۴۸۔

۵ امام غزالیؒ، حُجّۃ الاسلام: احیاءُ العلوم ج ۳ (اردو ترجمہ مذاق العارفین)، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، س ن، ص۲۰۱۔

۶ محمد کرم شاہ الازہری، پیر: ضیاءُ القرآن ج ۴، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، رمضان المبارک، ۱۳۹۹ھ، ص۹۷۔

۷ عبدالکریم بن ہوازن القشیری، ابوالقاسم، امام: الرّسالۃ القشیریہ اردو، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار، س ن، ص۲۵۶۔

۸ ہمشیرہ محمد صدیق احمد، عطّاری: کامیاب ماں، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، جون ۲۰۰۸ء، ص۲۳۔

۹ محمد جعفر قریشی، حنفی، مولانا: تذکرۃ الواعظین اردو، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، ۱۹۷۳ء، ص۱۹۔

۱۰ احمد رضا خان بریلویؒ، امام، اعلیٰ حضرت: کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، س ن، ص ۹۲۹۔۹۳۰۔

۱۱ سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت، صدر الافاضل: خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، س ن، ص ۹۳۔

۱۲ احیاءُ العلوم ج ۳، ص ۱۹۸۔

۱۳ کتاب الاذکار اردو، ص ۳۲۲۔

۱۴ فخر الدین، مولوی، فخر العلماءُ: تفسیر حسینی مترجم اردو ج ۲، کراچی نمبر ۲، مکتبہ سعید ناظم آباد، س ن، ص ۵۸۳۔

۱۵ محمد یعقوب، چرخیؒ: تفسیر یعقوب چرخیؒ مترجم، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، فروری ۲۰۰۶ء، ص ۲۶۹۔

۱۶ احیاءُ العلوم ج ۳، ص ۶۱۰۔

۱۷ تذکرۃ الواعظین اردو، ص ۱۶۸۔

۱۸ ایضاً، ص ۱۷۱

۱۹ کتاب الاذکار اردو، ص ۳۶۰۔

۲۰ ایضاً، ص ۳۵۴۔

۲۱ ایضاً، ص ۳۴۲۔

۲۲ اشرف علی تھانویؒ، مولانا: نشرُ الطِّیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ، کراچی، تاج کمپنی لمٹیڈ پوسٹ بکس نمبر ۵۳۰، س ن، ص ۵۴۔

۲۳ ابو اللّیث سمرقندیؒ، فقیہ: تنبیہُ الغافلین اردو ج ۱ (مترجم محمد اعظم سعیدی)، کراچی، ضیاءُ الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر، س ن، ص ۱۹۸۔

۲۴ کتابُ الاذکار، ص ۳۵۰۔

۲۵ عبد الرحمٰن صفوریؒ، شافعی، حضرت مولانا: نزہۃ المجالس اردو ج ۱، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، جولائی ۱۹۷۳ء، ص ۲۹۸۔

۲۶ سعدی شیرازیؒ، مصلح الدّین، شیخ: بوستان، لاہور، حاجی دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار چوک انارکلی، س ن، ص ۲۶۰۔

۲۷ ایضاً، ص ۲۵۹۔

۲۸ ایضاً، ص ۲۵۵۔

۲۹ ایضاً، ص ۲۵۹۔

۳۰ ایضاً، ص ۲۵۷۔

۳۱ ایضاً، ص ۲۵۷۔

۳۲ ایضاً، ص ۲۵۵۔

۳۳ ایضاً، ص ۲۶۰۔

۳۴ ایضاً، ص ۲۶۲۔

۳۵ ایضاً، ص ۲۵۲۔

۳۶ ایضاً، ص ۲۵۵۔

۳۷ ایضاً، ص ۲۵۰۔

۳۸ ایضاً، ص ۲۴۹۔

۳۹ سعدی شیرازیؒ، مصلح الدّین، شیخ: گُلستان مترجم، ملتان، فاروقی کتب خانہ، جنوری ۱۹۹۰ء، ص ۸۶۔

۴۰ ایضاً، ص ۸۵۔

﴾باب یازدھم﴿

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ط

صد پند لقمان رحمۃ اللہ علیہ

ے اگر پندے ز درویشے بگیری
ہمہ عالم بمیرد تو نمیری

(اقبالؒ)

(کسی درویش سے اگر تُو کوئی ایک نصیحت ہی پلے باندھے تو
ساری دنیا ختم ہوسکتی ہے مگر تُو نہیں)

صد پند لقمان رحمۃ اللہ علیہ

(لقمان حکیم کی سو نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے ''ماثان'' کو کیں)

(۱) اے پیارے سب سے پہلے اپنے خالق و مالک کی معرفت (پہچان) حاصل کر۔
(۲) دوسرے کو جو نصیحت کرے پہلے خود اس پر عمل کر۔
(۳) بات اپنی حیثیت کے مطابق کر۔
(۴) لوگوں کے تشخّص (مرتبہ) کا احترام کر۔
(۵) حقوق العباد کا خیال رکھ۔
(۶) اپنے راز کی بات کسی کے سامنے ظاہر نہ کر۔
(۷) دوست کو کسی مشکل وقت آزمالے۔
(۸) نفع اور نقصان کے وقت دوست کا امتحان لے۔
(۹) بے وقوف اور جاہل سے دور رہ۔
(۱۰) ذہین اور عقل مند دوست کی صحبت اختیار کر۔
(۱۱) محنت اور مشقّت صرف کارِ خیر کیلئے کیا کر۔
(۱۲) عورتوں پر اعتماد نہ کر۔
(۱۳) مشورہ! نیک، خیر خواہ اور عقلمند لوگوں سے کیا کر۔
(۱۴) بات مدلّل کیا کر۔
(۱۵) جوانی کے لمحات کو غنیمت جان۔
(۱۶) عالم جوانی ہی میں دونوں جہاں کے کام سیدھا کر۔
(۱۷) مخلص و بے لوث دوست کی قدر کر۔

(۱۸) دوست اور دشمن دونوں کو خندہ پیشانی سے پیش آیا کر۔

(۱۹) ماں باپ کی زندگی کو غنیمت جان۔

(۲۰) استاد کو اپنا بہترین باپ سمجھ۔

(۲۱) آمدنی کی مناسبت سے خرچ کیا کر۔

(۲۲) ہر کام (قول و فعل) میں میانہ روی اختیار کر۔

(۲۳) جواں مردوں جیسا طریق کار اپنا۔

(۲۴) مہمان کی خدمت اپنی حیثیت اور اس کی ضرورت کے مطابق کیا کر۔

(۲۵) کسی پرائے گھر میں جانے کا اتفاق ہو تو اپنی آنکھ اور زبان کا خیال رکھ۔

(۲۶) جسم اور کپڑے ہمہ وقت پاک اور صاف رکھا کر۔

(۲۷) دوستوں کا صحیح معنوں میں دوست بن کر رہ۔

(۲۸) اپنے بیٹے کو علم اور ادب کی تعلیم دے مزید اگر ہو سکے تو تیر اندازی اور گھڑ سواری یعنی کوئی ہنر سکھا دے۔

(۲۹) جوتا اور موزہ پہنتے وقت دائیں پاؤں سے شروع کر اور اتارتے وقت بائیں پاؤں سے۔

(۳۰) ہر کسی سے اس کی حیثیت کے مطابق کام لے۔

(۳۱) رات کو گفتگو کرتے وقت آہستہ اور نرم لہجہ اختیار کر اور دن کو ہر طرف دیکھ بھال کے بات کر۔

(۳۲) کم کھانے، سونے اور بولنے کی عادت اپنا لے۔

(۳۳) جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کرتا دوسروں کیلئے بھی پسند نہ کر۔

(۳۴) کام عقل مندی اور سوچ سمجھ سے کر۔

(۳۵) (کسی استاد سے) سیکھے بغیر استادی نہ کر یعنی مہارت کا دعویٰ نہ کر۔

(۳۶) عورت اور بچے کو راز کی بات نہ بتا۔

(۳۷) دوسروں کی چیز کے ساتھ دل نہ لگا۔

(۳۸) کمی (کم ذات) سے وفاداری کی امید نہ رکھ۔

(۳۹) غور و فکر کے بغیر کوئی کام شروع نہ کر۔

(۴۰) نہ کئے ہوئے کام کو کیا ہوا تصوّر نہ کر۔

(۴۱) آج کا کام کل پر مت ڈال۔

(۴۲) اپنے سے بڑے کے ساتھ مذاق نہ کر۔

(۴۳) بڑے لوگوں کے ساتھ سلجھی ہوئی مختصر بات کیا کر۔

(۴۴) لوگوں کو اس قدر تنگ نہ کر کہ وہ گستاخی کر بیٹھیں۔

(۴۵) ضرورت مند کو محروم نہ لوٹا۔

(۴۶) دوسرے کی بھلائی کے کام کو تُو نہ اپنا، یا دوسروں کی نیکیوں کو اپنی نیکیوں میں شمار نہ کر، یا دوسروں کے کار خیر کو اپنا کارِ خیر نہ سمجھ۔

(۴۷) اپنی دولت کو نہ دوست اور نہ دشمن کو دکھا۔

(۴۸) رشتہ داروں سے قرابت داری یعنی اچھا سلوک ختم نہ کر۔

(۴۹) اچھے لوگوں کی غیبت نہ کیا کر۔

(۵۰) اپنے آپ کو بار بار نہ دیکھ جس سے غرور کا شائبہ ہوتا ہو یا خود غرض نہ بن۔

(۵۱) لوگ اگر کھڑے ہوں تو تُو بھی کھڑا رہ۔

(۵۲) لوگوں پر انگشت نمائی نہ کر۔

(۵۳) لوگوں کے سامنے دانت صاف نہ کر۔

(۵۴) ناک صاف کرنے اور تھوکنے کی آواز نہ آئے۔

(۵۵) جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھ لے۔

(۵۶) لوگوں کے سامنے انگڑائی نہ لے۔

(۵۷) ناک میں انگلی ڈالنے کی عادت نہ بنا۔

(۵۸) فضول اور طنزیّہ آمیز بات نہ کر۔

(۵۹) کسی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کر۔

(۶۰) دوسرے کی بات ایک بار میں سمجھ۔

(۶۱) ہنسانے والی بات بیان کرنے سے اجتناب کیا کر۔

(۶۲) کسی کے سامنے اپنی اور اپنی بیوی کی تعریف نہ کر۔

(۶۳) عورتوں کی طرح اپنی سجاوٹ نہ کر۔

(۶۴) اولاد کے سہارے جینے کی خواہش نہ کر۔

(۶۵) اپنی زبان کا خیال رکھ۔

(۶۶) بات کرتے وقت ہاتھ نہ ہلا اور نہ دوسرے پر ہاتھ رکھا کر۔

(۶۷) ہر کسی کی عزت نفس کا خیال رکھ۔

(۶۸) لوگوں کے ساتھ کسی بھی (قولی، فعلی) برائی کرنے میں شریک نہ ہو۔

(۶۹) مردہ انسان کو برائی سے یاد نہ کر کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(۷۰) جہاں تک ہوسکے اختلاف اور لڑائی جھگڑے کا ماحول پیدا نہ ہونے دے۔

(۷۱) کسی کے ساتھ زور آزمائی نہ کر۔

(۷۲) آزمائے ہوئے شخص سے بھلائی کی امید نہ رکھ۔

(۷۳) اپنی روٹی کسی دوسرے کے دسترخواں پر لے جا کر نہ کھا۔

(۷۴) کسی برے کام کے کرنے میں جلد بازی نہ کر۔

(۷۵) کسی دنیاوی مفاد کے حصول کیلئے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈال۔

(۷۶) جو اپنی قدر کرتا ہے تو بھی اس کی قدر کر۔

(۷۷) غصّے کے وقت بھی سنجیدہ گفتگو کر۔

(۷۸) آستین سے ناک صاف نہ کر۔

(۷۹) طلوع آفتاب کے وقت سویا نہ کر۔

(۸۰) لوگوں کے سامنے (بازار میں) کھایا نہ کر۔

(۸۱) راستے میں بڑوں سے آگے نہ چلا کر۔

(۸۲) کسی کی ذاتی (پرائیویٹ) گفت وگو میں مداخلت نہ کر۔

(۸۳) لوگوں کے سامنے اپنے گھٹنے پر سر نہ رکھ۔

(۸۴) چلتے ہوئے بے مقصد دائیں بائیں نہ دیکھا کر بلکہ زمین پر نظر رکھ۔

(۸۵) اگر ہوسکے تو سواری (جانور) پر بغیر پالان وزین وغیرہ کے (ننگے پشت پر) نہ بیٹھا کر۔

(۸۶) مہمان کی موجودگی میں کسی پر غصّہ نہ کیا کر۔

(۸۷) مہمان کو کام نہ بتا (خدمت نہ لے)۔

(۸۸) پاگل، مجنوں اور بے ہوش (مست) آدمی سے بات نہ کر۔

(۸۹) مفلس اور آوارہ لوگوں کے ساتھ گلی، کوچوں اور چوراہوں پر نہ بیٹھا کر۔

(۹۰) کسی دنیاوی نفع کیلئے اپنی عزت خراب نہ کر۔

(۹۱) فضول نہ بن اور تکبّر نہ کر۔

(۹۲) دوسروں کا جھگڑا (بلا) اپنے سر نہ لے۔

(۹۳) لڑائی اور جھگڑا کے قریب نہ جایا کر۔

(۹۴) اپنے ساتھ ہر وقت ہتھیار، رقم اور انگوٹھی رکھا کر۔

(۹۵) اضافی مراعات کے حصول میں اپنے آپ کو رسوانہ کر یا دوسروں کی خاطر اپنے آپ کو ذلیل نہ کر۔

(۹۶) اپنے اندر منکسر المزاجی اور عاجزی کی عادت ڈال دے اور زندگی سے خوب استفادہ کر مگر!

۱۔ اللہ کے ساتھ سچائی سے۔

۲۔ نفس کے ساتھ قہر وجبر سے۔

۳۔ مخلوق خدا کے ساتھ انصاف سے۔

۴۔ بزرگوں کے ساتھ خدمت سے۔

۵۔ چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے۔

۶۔ غریبوں کے ساتھ سخاوت سے۔

۷۔ دوست واحباب کے ساتھ پند ونصائح سے۔

۸۔ دشمنوں کے ساتھ صبر وتحمل سے۔

۹۔ جاہلوں کے ساتھ خاموشی سے۔

۱۰۔ اور اہل علم کے ساتھ تواضع سے پیش آ۔

(۹۷) زندگی اس طرح بسر کر کہ کسی کی دولت سے لالچ نہ کر جب کوئی دے تو انکار نہ کر اور اگر ضرورت سے زیادہ ملے تو جمع نہ کر۔

(۹۸) میں (لقمان) نے پند ونصائح کے سلسلہ میں تین ہزار کلمات کہے ان میں سے صرف تین چن لئے۔ دو یاد رکھ ایک بھول جا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور موت کو یاد رکھ! نیکی کو بھلا دے۔

(۹۹) فرمایا کہ خاموشی کے سات فائدے ہیں۔

۱۔ بغیر بادشاہی کے رعب ودبدبہ ہے۔

۲۔ بغیر سجاوٹ کے زیب وزینت ہے۔

۳۔ بغیر محنت کے عبادت ہے۔

۴۔ بغیر چاردیواری کے حفاظت ہے۔

۵۔ بغیر نیازمندی کے بے خوفی (بے باکی) ہے۔

۶۔ تمام عیوب کے لئے پردہ ہے۔

۷۔ کراماً کاتبین سے بے نیازی ہے۔

؎ بہ طبعم ہیچ مضموں بہ ز لب بستن نمی آید   خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

(میری طبیعت کے مطابق خاموشی سے بہتر اور کوئی مضمون نہیں ہے اس لئے کہ خاموشی کی تعریف زبان وبیان سے باہر ہے)۔

؎ سینہا را خاموشی گنجینۂ گوہر کند   یاد دارم از صدف این نکتۂ سربستہ را

(سینہ خاموشی کی وجہ سے موتیوں کا خزانہ بن جاتا ہے یہ انمول نکتہ سیپ سے سیکھا جاسکتا ہے کہ منہ بند ہونے کی وجہ سے اس کا پیٹ موتی سے بھر جاتا ہے)۔

(۱۰۰) لقمان حکیم سے پوچھا گیا کہ بلوغت کے کیا معنی ہیں؟۔

فرمایا دو معنی۔ ایک یہ کہ مرد سے مَنّی باہر آجائے دوسری یہ کہ مرد مَنی (فخر وغرور یعنی "مَیں") سے باہر آجائے۔ !

حقیقتِ لقمانؒ

حضرت لقمان حکیمؒ بن باعور بن ناحور بن تارخ (ابراہیم علیہ السلام کے چچا) بقول بعض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے پوتے اور بقول بعضے حضرت ایوّب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ انہوں نے ایک ہزار سال کی عمر پائی۔ بعض روایات کے مطابق انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام تک (۹) انبیاء کرام علیہم السلام کی خدمت کی جن میں حضرت داوٗد علیہ السلام بھی شامل

ہیں ان انبیاء کرام کی خدمت کی بدولت اللہ کریم نے انہیں حکمت کی نعمت سے نوازا۔ایک روایت کے مطابق ایک فرشتہ نے آدھی رات کے وقت انہیں ندا دی کہ اے لقمان تجھے زمین پر خلیفہ بنا دیا جائے؟ عرض کی اگر اللہ نے مجھے اختیار دیا تو میں بلاؤں سے عافیت کو ترجیح دیتا ہوں۔فرشتہ اس جواب سے حیران ہو کر واپس چلا گیا صبح لقمانؒ! حکیم بن کر اٹھے حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہی اختیار دیا تو انہوں نے خلافت کو ترجیح دی تو وہ کئی احتمالات میں گرفتار ہوئے مگر اللہ نے انہیں معاف فرمایا اور انہیں حضرت لقمانؒ کا محتاج بنا دیا یعنی حضرت لقمانؒ، حضرت داؤد علیہ السلام کے وزارت کے فرائض سرانجام دیتے۔اور حضرت داؤد علیہ السلام ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرتے۔

لقمانؒ سے پوچھا گیا کہ تم نے حکمت کیسے حاصل کی تو فرمایا تین باتوں سے:

(۱)سچائی (۲)امانت داری (۳)فضول باتوں سے پرہیز۔

بقول بعضے جب ان سے پوچھا گیا کہ تو نے حکمت کہاں سے حاصل کی تو فرمایا جہلاً اور نادان لوگوں سے۔پوچھا وہ کیسے؟ جواب میں فرمایا جس طرح وہ کرتے تھے میں ان کے الٹ کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے مجھے حکمت عطا کر دی۔

قرآن کریم میں اللہ کریم نے ان کی دانائی کی وجہ سے ان کی تعریف کی مگر درجہ بالا روایات کے مطابق ان کی نبوت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ۲؎

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق لقمانؒ حضرت داؤد علیہ السلام کے غلام تھے حضرت داؤد علیہ السلام ہاتھ سے (آپ کے ہاتھ میں لوہا موم ہوتا تھا) لوہے کی زرہیں بناتے رہے لیکن لقمانؒ نے اُن سے اِن کے بارے کچھ نہ پوچھا پس جب آپ علیہ السلام مکمّل کر چکے تو اسے پہن کر فرمایا ’’نِعۡمَ اللَّبُوۡسُ الۡحَرَبِ اَنۡتَ ‘‘(تو بہت اچھا جنگی لباس ہے) تو یہ سُن کر لقمانؒ نے کہا ’’اَلصَّمۡتُ حِکۡمَۃٌ وَّقَلِیۡلٌ فَاعِلُہٗ ‘‘(خاموشی حکمت ہے اور

اُسے اختیار کرنے والے تھوڑے ہیں)

اس لئے قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا ’’وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمَانَ الۡحِکۡمَۃَ ‘‘(لقمان:۱۲)

(اور ہم نے عنایت فرمائی لقمان کو حکمت)

لقمانؒ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون زیادہ بُرا ہے؟ تو جواب دیا! وہ آدمی جو یہ پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ اُسے برائی کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

بقول ابنِ ابی شیبہ رضی اللہ عنہ کہ لقمانؒ حبشی غلام تھے اور بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے۔تو ایک دن آقا نے آپؒ کو کہا ایک بکری ذبح کرو اور اُس کے گوشت میں سے پاکیزہ ترین دو بوٹیاں میرے پاس لے آؤ چنانچہ آپؒ زبان اور دل لے کر آئے۔

ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ اُس نے پھر وہی حکم دیا اور کہا کہ اب کی بار غلیظ ترین دو بوٹیاں لے کر آؤ چنانچہ آپؒ پھر وہی (زبان و دِل) لے کر حاضر ہوئے۔آقا نے لقمانؒ سے اُس کے اِس حیران کُن فعل کے بارے جب پوچھا تو لقمانؒ نے کہا: جب یہ دونوں پاک اور صاف ہوں تو یہ تمام سے اچھے اور اعلیٰ ہیں اور جب یہ دونوں ناپاک اور غلیظ ہوں تو تمام سے بڑھ کر ناپاک اور نجس ہیں۔ ۳؎

اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمانؒ پر حکمت کے دس ہزار کلمے اَلقا کئے جس کا ہر کلمہ ایک عالم کے برابر ہے۔

روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک بڑا آدمی ایک دن لقمانؒ حکیم کے سامنے سے گزرا اور ایک جماعت لوگوں کی ان کے پاس تھی، کچھ لوگ بیٹھے کچھ کھڑے حکمت کی باتیں سُنتے تھے اُس بڑے آدمی نے پوچھا کہ اَے لقمانؒ تُو وہ کالا غلام نہیں ہے جو فلاں شخص کی بکریاں چراتا تھا؟ لقمانؒ بولے کہ ہاں! میں وہی ہوں پھر اُس بڑے آدمی نے پوچھا کہ کس چیز نے تجھے اِس مرتبہ پر پہنچا دیا! لقمانؒ بولے کہ تین چیزوں نے:

(۱) سچ بولنے (۲) امانت کی نگہبانی کرنے (۳) فضول بات چھوڑ دینے نے۔

امام ثعلبیؒ نے اپنی تفسیر میں اور مولانا رومؒ نے مثنوی میں بیان کیا کہ ایک دن اُن کے آقا نے اور غلاموں کے ساتھ انہیں باغ میں بھیجا کہ میوہ لائیں اور غلام راہ میں میوہ کھا گئے اور کہہ دیا کہ لقمانؒ نے کھالیا۔ آقا لقمانؒ پر خفا ہوا۔ لقمانؒ بولے کہ میوہ ان غلاموں نے کھایا ہے اور مجھ پر محض الزام لگاتے ہیں۔ آقا بولا کہ اس بات کی حقیقت کیونکر معلوم ہو؟ لقمان بولے کہ ہم سب کو گرم پانی پلایئے اور میدان میں دوڑایئے کہ ہم قئے کریں جس کے پیٹ میں سے میوہ گرے وہ خائن ہے۔

چنانچہ آقا نے سب غلاموں کو پانی پلا کر میدان میں دوڑایا سب نے قئے کی تو لقمانؒ کے سوا سب کے پیٹ سے میوہ گرا تو لقمانؒ کی حکمت سے جب خائنوں کی خیانت ظاہر ہوگئی تو خدائے حکیم کی حکمت کے سامنے کسی کی خیانت کب چھپ سکے گی۔ [۴]

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

حکمتِ لقمانؒ چوں ایں پایہ نمود
تا چہ باشد حکمتِ ربِّ وَدُود
ہر چہ پنہاں باشدت پیدا شود
ہر کہ از خائن بود رُسوا شود

(جب لقمانؒ کی حکمت اس درجے کی تھی تو میدانِ محشر میں رب قدیر کی حکمت کا کیا عالم ہو گا؟ وہ وقت بھی آئے گا کہ تیری ہر چھپی ہوئی بات ظاہر ہوگی اور ہر خیانت کار رُسوا ہو کے رہے گا۔)

لُقمان! دن کو کبھی نہ سوتے تھے اور شرم کی یہ حالت تھی کہ کبھی کسی شخص نے انہیں تھوکتے، کھنکھارتے، پیشاب کرتے، نہاتے، ہنستے، بات کو دہراتے نہیں دیکھا۔ یہ اور بات تھی کہ

کسی حکمت کی بات کو کوئی شخص دوبارہ پوچھے اور انہیں اس کی تقریر دوبارہ کرنی پڑے۔ [۵]

روایت ہے کہ لقمان کو ان کے آقا نے فروخت کرنا چاہا آپؒ نے فرمایا! آقا: آپ پر میرا ایک حق ہے پس آپ مجھے اس کے ہاتھ فروخت کریں جس کو میں پسند کروں۔ آقا نے کہا: اس کا تجھے اختیار ہے پس جو شخص بھی آکر بھاؤ لگاتا اس سے آپؒ دریافت کرتے! کس کام کے لیے لینا چاہتا ہے؟ آنے والوں میں سے ایک نے کہا: اپنے دروازے کی حفاظت کے لئے۔ آپؒ نے فرمایا خرید لے، پس جب رات ہوگئی تو آپؒ نے دروازہ بند کر کے دہلیز میں نماز پڑھنی شروع کر دی، اس شخص کی لڑکیوں کے کچھ یار لگے ہوئے تھے اُنہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا، لڑکیوں نے کہا لقمان! دروازہ کھول دے۔ آپؒ نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان تمہارے والد نے مجھے اس لئے نہیں خریدا۔ پس لڑکیوں نے آپ کو اتنا مارا قریب تھا کہ وہ آپ کو ختم کر دیں۔ جب صبح ہوئی تو آپؒ نے ان کے والد کو اطلاع نہیں کی۔ دوسری رات اُنہوں نے پھر ایسا ہی کیا آپؒ نے پھر بھی ان کے باپ کو خبر نہیں کی۔ تیسری رات پھر ایسے ہی کہا آپؒ نے پھر بھی خبر نہیں کی تو لڑکیاں آپس میں کہنے لگیں: اللہ نے اس حبشی غلام کو اس قدر برداشت اور پردہ پوشی کی طاقت دی کیوں نہ ہم اس کے ہاتھ پر توبہ کر لیں۔

راوی کہتا ہے کہ وہ لڑکیاں ایسی پارسا ہوئیں کہ بنی اسرائیل میں ان سے بہتر کوئی نہیں تھی۔ [۶]

حضرت لقمانؒ کا فرمان ہے کہ ''نماز میں دل کی حفاظت، مجلس میں زبان کی حفاظت، غصہ میں ہاتھ کی حفاظت اور دسترخواں پر شکم کی حفاظت کرو''۔ (کیمیائے سعادت)

حوالہ جات

۱ فریدالدین عطارؒ، شیخ: پندنامہ فارسی، ملتان، مکتبہ شرکتِ علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ، ۱۹۵۹ء، ص ۵۰۔۵۲۔

۲ محمد نذیر صاحب عرشی نقشبندی مجددی، حضرت مولانا، مولوی: مفتاحُ العلوم (شرح مثنوی مولانا رومؒ) دفترِ اول حصہ سوم، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب، صفر المظفر ۱۳۴۴ھ، ص ۲۳،۲۴۔

۳ محمد ثناء اللہ عثمانی مجدّدی پانی پتیؒ، حضرت علاّمہ قاضی: تفسیر مظہری مترجم، ج ۷، از ضیاءُ الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، جون ۲۰۱۲، ص ۳۷۳۔

۴ حسین الواعظ کاشفی المعروف علاّمہ کاشفیؒ، مُلاّ: تفسیر حسینی ج ۲، ترجمہ اُردو مسمیٰ بہ تفسیر قادری، کراچی نمبر ۲، مکتبہ سعید ناظم آباد، س ن، ص ۲۱۸۔

5 عبدالحلیم شرر، مولانا: جویائے حق، لاہور، مکتبہ القریش سرکلر روڈ چوک اُردو بازار، س 2015۔

۶ اعزاز علی، مولانا، امروہی: نفحۃ العرب شرح اُردو تحفۃ الادب، شارح مولانا محمد حنیف گنگوہی، ملتان، مکتبہ شرکتِ علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ، س 2000ء۔

﴿باب دوازدھم﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

خواب

؎ جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

خواب کے احکام وآداب

خواب سے وضوٹوٹتا ہے یا نہیں بقول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہ خواب تھوڑا ہو یا زیادہ اس سے وضولازمی ٹوٹتا ہے ان کے اس قول کی وجہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ''اَلنَّوۡمُ حَدَثٌ'' نیند حدث (وضوتوڑتا) ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے دوروایت ہیں ایک روایت کے مطابق نماز یا نماز سے باہر دونوں لحاظ سے خواب حدث (وضوتوڑتا) ہے دوسری روایت کے مطابق اگر تھوڑا (اونگھ) ہوتو معاف ہے اور زیادہ ہوتو طہارت (وضو) ختم کردیتا ہے۔

ہمارے علماء کے نزدیک اس بات کا دارومدار مَقعد پر ہے اگر مَقعد زمین پر ٹکا ہوا ہے اور نیند آجائے تو وضونہیں ٹوٹتا اور اگر مقعد زمین سے جدا ہوا اور بےخبری میں نیند آجائے تو وضوجاتا رہتا ہے۔ کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ '' تمہاری آنکھیں مشکیزہ کے بند کی طرح ہیں کہ جونہی تمہاری آنکھیں نیند کے لئے بند ہوجائیں مشکیزے (مقعد) کا منہ کھل جاتا ہے'' یعنی ریح خارج ہوجاتی ہے اور وضوٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ قیام اور رکوع میں اگر نیند آجائے تو بلااختلاف وضوٹوٹ جاتا ہے کیونکہ مقعد آزاد ہوتا ہے اگر ایک مسلمان بیٹھے ہوئے سوجائے اور اس کا مقعد زمین پر برابر رکھا ہوا ہو بشرطیکہ گرنہ جائے وضوباقی رہتا ہے۔سواری پر نیند آجانے کی بھی یہی شرط ہے۔

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے سوگیا مجھے کسی نے نہیں جگایا تا آنکہ ایک نرم ونازک ہاتھ میرے کندھے پر مس ہوا جاگنے پر آپ ﷺ کا حُسنِ جہاں آرا میرے سامنے جلوہ گر تھا۔ دیدار کرنے پر عرض کیا یارسول خدا ﷺ اس نیند سے میرا وضوٹوٹا یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مخرج

اگر زمین پر برابر رکھا ہوا ہو بیٹھے ہوئے نیند آنے سے کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر سجدے میں نیند آجائے تو وضوٹوٹتا ہے یا نہیں؟ حضرت امام ابویوسفؒ کے نزدیک وضوٹوٹ جاتا ہے (کیونکہ مقعد آزاد ہے) اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضونہیں ٹوٹتا اس لئے کہ حدیث پاک میں ہے کہ جب بندۂ مومن سجدے کی حالت میں سوجائے تو اللہ تعالیٰ فخر فرماتے ہیں اور فرشتوں سے مخاطب ہوتے ہیں کہ دیکھو میرے بندے کو! ''اس کا جسم میری خدمت میں ہے اور روح میرے دربار میں حاضر ہے''۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بات اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے محلِ فخر ہو اس سے وضونہیں ٹوٹتا۔حضرت خواجہ امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی یوں وضاحت فرمائی کہ اگر سجدہ سنت کے مطابق یعنی پیٹ ران سے' ران ساق (ایڑی) سے اور ساق زمین سے جدا ہوتو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق وضونہیں ٹوٹتا اور اگر سجدہ بطریقۂ بدعت یعنی پیٹ ران سے، ران ساق سے اور ساق زمین سے جدا نہیں ہے تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق وضوٹوٹ جاتا ہے۔کہ اسے سونا کہتے ہیں سجدہ نہیں۔

نیند کی قسمیں

نیند کی بارہ (۱۲) قسمیں ہیں

(۱) **خوابِ سنت:۔** دوپہر کا سونا سنت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سحری کے کھانے سے گرمی کے روزوں کی امداد کرو'' قیلولہ کے ذریعے رات کی نمازوں کی امداد کرو''۔قیلولہ دماغ اور عقل کے لئے مقوی (Tonic) ہے۔چونکہ دماغ کا مقام عقل ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ قیلولہ کے ذریعے عقل کی مدد کرو۔رسول خدا ﷺ نے فرمایا ''اَلۡقَیۡلُوۡلَةُ تَزِیۡدُ فِیۡ الۡعَقۡلِ'' قیلولہ سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) خوابِ بدعت:۔ نماز کے وقت سونا خوابِ بدعت ہے۔

(۳) خوابِ دیوانگی:۔ نمازِ عصر کے بعد سونا خوابِ دیوانگی کہلاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے ایک دن ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عصر کی نماز کے بعد سویا ہوا تھا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''تعجّب کی بات ہوگی اگر یہ صحیح وسلامت اُٹھے''۔

(۴) خوابِ عقوبت:۔ عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جانا خوابِ عقوبت ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ دوزخ میں ایک دریا ہے جس کا پانی سیاہ اور کڑوا ہے جسے ان لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں۔

(۵) خوابِ عافیت:۔ (عادت) نمازِ عشاء پڑھنے کے بعد سونے کو کہتے ہیں۔

(۶) خوابِ غفلت:۔ صبح کے وقت کا سونا ہے کہ رسولِ پاک ﷺ صبح کے وقت حجرے میں تشریف لائے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سوئی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا پیاری بیٹی! اُٹھو اس وقت خدا کی بارگاہ میں تین چیزیں تقسیم کی جاتی ہیں۔

۱۔عافیت ۲۔اچھی عادات ۳۔روزی کی برکت۔

(۷) خوابِ درویشی:۔ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سونے کو کہتے ہیں۔ نمازی صبح کی نماز پڑھنے کے بعد بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح نکل آئے اس کے بعد سونے میں کوئی حرج نہیں۔

(۸) خوابِ عزامت:۔ مسجد میں سونے کو کہتے ہیں۔

(۹) خوابِ ندامت:۔ یہ وہ خواب ہے کہ جب مومن صبح کے وقت ایک بار خواب سے بیدار ہوتا ہے اور کسالت کی وجہ سے پھر سو جاتا ہے یہاں تک کہ تکبیر اولیٰ ضائع کر دیتا ہے یا نماز آخری وقت (مکروہ ساعت) میں پڑھتا ہے یا سرے سے قضا ہی کر لیتا ہے۔ دوسرا: علم

کی مجلس میں نیند کرنا بھی خوابِ ندامت کہلاتا ہے۔

(۱۰) خوابِ راحت:۔ اسے بیماروں کا خواب کہا جاتا ہے کہ انہیں نیند کی وجہ سے کچھ افاقہ اور سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

(۱۱) خوابِ عبادت:۔ عالموں، عابدوں اور روزہ داروں کے خواب کو کہتے ہیں جو عشاء کی نماز ادا کر کے باوضو سو جاتے ہیں اور ان کے سرہانوں پر فرشتے بیٹھ کر عبادت لکھتے رہتے ہیں جب تک وہ خواب سے بیدار نہ ہوں۔

(۱۲) خوابِ کرامت:۔ سجدے میں سونے کو خوابِ کرامت کہتے ہیں۔ بندہ جب دورانِ سجدہ سو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فخر کے ساتھ فرشتوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ:

''اُنْظُرُوا مَلَائِكَتِي اِلٰى عَبْدِيْ جَسَدَهٗ فِيْ خِدْمَتِيْ وَ رُوْحَهٗ عِنْدِيْ''

فرشتو دیکھو میرے بندے کی طرف اس کا جسم میری خدمت میں اور روح میرے دربار میں حاضر ہے۔

حکمت

سونے کے چار طریقے ہیں

(۱) انبیاء علیہم السّلام کا سونا:۔ انبیاء کرام علیہم السلام وحی کی انتظار میں چت سوتے ہیں۔

(۲) اولیاءُ اللہ کا سونا:۔ اولیاءُ اللہ اور علماءِ حق قبلہ کی طرف مُنہ کر کے دائیاں کروٹ سو جاتے ہیں۔

(۳) حُکماءُ کا سونا:۔ حکماءُ بائیں کروٹ سو جاتے ہیں کیونکہ جگر اور دل بائیں طرف ہوتے ہیں جب انسان دائیں پہلو سو جاتا ہے تو ان کے مُعلّق ہونے کی وجہ سے بیمار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

(۴) **چوروں اور یہودیوں کا سونا:۔** چور اوندھا سو جاتے ہیں اور یہودی بھی اسی طرح سو جاتے ہیں بہر حال انسان کو چاہیے کہ وہ کسی وقت دائیں کسی وقت بائیں اور کسی وقت سیدھا سو جائے تا کہ سب طریقوں پر عمل ہو سکے۔

حکمت

حضرت امام باقرؒ کا قول مبارک ہے ''دِن کے اوّل حصے میں سونا بے وقوفی، وسط میں سونا یعنی دوپہر کا قیلولہ! نعمت، جبکہ عصر کے بعد سونا حماقت، مغرب اور عشاء کے درمیان سونا روزی سے محرومی ہے''

حکمت

حضرت خواجہ ابوالقاسم کلیمؒ نے کہا ہے کہ مسلمان کے سونے کے تین مقاصد ہونے چاہئیں۔

(۱) میرے سونے کے دوران لوگ میرے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

(۲) میرے سونے سے میرے نفس کو سکون ملے جس سے میرے جسم میں طاقت آئے تا کہ میں اچھی طرح عبادتِ الٰہی کر سکوں۔

(۳) میرے سونے سے ذرا کراماً کاتبین بھی آرام کرلیں۔

حوالہ جات

۱ مسعود بن یوسف سمرقندیؒ، شیخ، فاضلِ بے بدل: صلوٰۃِ مسعودی فارسی ج۱، بمبئی، مطبع کریمی، ذی قعد ۱۳۱۴ھ، ص ۱۱۷۔۱۱۹۔

۲ امیر علی، سیّدؒ، مولانا، مترجم: فتاویٰ عالمگیری جدید اردو ج۱، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار، سن، ص ۱۹۷۔۲۰۲۔

﴿باب سیزدھم﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

تسبیح

؎ مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

(اقبالؒ)

(الف) فضیلت صلوٰۃ التسبیح

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عباس رضی اللہ عنہ اے میرے محترم چچا! کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک گرانقدر عطیہ اور تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو ایک خاص بات بتاؤں؟ کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کے دس کام اور دس خدمتیں کروں؟ جب آپ رضی اللہ عنہ اسے کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کے سارے گناہ معاف فرمادے گا اگلے بھی اور پچھلے بھی، پرانے بھی اور نئے بھی، دانستہ ہونے والے بھی اور نادانستہ ہونے والے بھی، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چھپے بھی اور اعلانیہ ہونے والے بھی! وہ عمل نماز تسبیح ہے (اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے)

چار رکعت نماز نفل صلوۃ التسبیح کی نیت کریں تکبیر تحریمہ کے بعد سُبْحَانَ وَلَااِلٰہَ غَیْرُکَ تک پڑھیں پھر یہ تسبیح پندرہ بار پڑھیں

(سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر)

اس کے بعد تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور قرأت (آگے سورتوں کی نشان دہی کی جائے گی) پڑھ کر دس بار مذکورہ تسبیح پڑھیں تب رکوع کریں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" پڑھنے کے بعد دس بار تسبیح پڑھیں رکوع کے بعد قومہ میں دس بار تسبیح پڑھیں پھر سجدے میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" پڑھنے کے بعد تسبیح دس بار پڑھیں پھر جلسہ میں دس بار پھر دوبارہ سجدے میں دس بار پڑھیں دوسری رکعت میں پہلی رکعت کی طرح تعوذ سے قبل پندرہ بار تسبیح پڑھیں تیسری رکعت سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ سے شروع کرنا ہے اس طریقے سے چار رکعت پوری کریں ہر رکعت میں تسبیحات کی تعداد پچھتر (۷۵) ہوئی۔ چار رکعات میں تسبیح کی تعداد مکمل تین سو (۳۰۰) ہوجائے گی چار رکعتوں میں بالترتیب بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ درج

ذیل سورتیں پڑھنی چاہیں:۔

۱۔سورۃ التکاثر ۲۔سورۃ العصر ۳۔سورۃ الکافرون ۴۔سورۃ الاخلاص

نوٹ:۔ سجدہ سہو کی صورت میں تسبیحات مکرر نہ پڑھیں اور بھول کی صورت میں تسبیحات کی کمی سجدے میں پوری کریں (صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ راقم الحروف نے اپنی طرف سے آسان طریقے سے سمجھایا اب ربط حدیث کی طرف دوبارہ لوٹتے ہیں)

میرے چچا! اگر آپ سے ہو سکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ کرسکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم زندگی میں ایک دفعہ ہی پڑھ لیں۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا شب معراج حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ملاقات کی انہوں نے کہا "اے محمد عربی ﷺ! اپنی امت کو سلام دینا اور انہیں بتانا کہ جنت کی مٹی اور پانی عمدہ ہے وہ زمین نہایت زرخیز اور ہموار ہے وہاں کا پودا یہ ہے "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر"۔ (ترمذی شریف)!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر"۔ کہوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے جس پر سورج نکلتا ہے یعنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"۔ (مسلم شریف)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام یہ چار کلمات ہیں:

(۱) سبحان اللہ (۲) والحمد للہ (۳) لاالٰہ الا اللہ (۴) واللہ اکبر

یہ پڑھ کر جو کام شروع کروگے اس میں کوئی خلل نہ پاؤگے"۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے کلام

میں سے ان کلمات کو چھانٹ لیا ہے۔ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر ''پس جو بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو اس کیلئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بیس برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور جب اللہ اکبر کہتا ہے تب بھی اسی طرح ہوتا ہے اور آخر تک کلمات کو ذکر فرما دیا کہ ہر ایک کے کہنے میں ویسا ہی حال ہے''۔ (بخاری ومسلم شریف)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ''طہارت نصف ایمان ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا میزان بھر دیتا ہے اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر آسمان وزمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں''۔ (مسلم شریف) ۲

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے جو لگائے جاویں ''سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُلِلّٰہِ، وَلَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر ''ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے (جس کی زمین مشک وزعفران کی ہے)۔ ۳

مرشد کامل بابا بنوں والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ صلوٰۃ التسبیح بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے اور دوستوں کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ (تجدید فقر)

(ب) گٹھلیوں اور تسبیح (دانوں والی) پر درود شریف پڑھنا

سنن ابی داؤد اور ترمذی شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور ﷺ کی معیت میں ایک عورت کے پاس گئے اس خاتون کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی حضور ﷺ نے (اسے دیکھ کر) فرمایا ''کیا میں تجھے وہ تسبیح نہ بتاؤں جو تجھ پر اس سے آسان ہو یا افضل ہو پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَاخَلَقَ فِی السَّمَآءِ' وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَاخَلَقَ فِی الْاَرْضِ' وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَابَیْنَ ذٰالِکَ' وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَاھُوَ خَالِقٌ' وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذٰالِکَ' وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِثْلَ ذٰالِکَ' وَلَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مِثْلَ ذٰالِکَ' وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مِثْلَ ذٰالِکَ''۔ ۴

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ''میں سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا، دراں حالیکہ آپ ﷺ تسبیح شمار کر رہے تھے'' دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ مبارک سے تسبیح گن رہے تھے (ترمذی شریف' سنن ابی داؤد' سنن نسائی) ۵

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ تکبیر' تقدیس اور تہلیل میں اضافہ کر دیں اور (تسبیحات) پوروں کے ساتھ گنا کریں بلاشبہ پوروں سے پوچھا جائے گا ان سے گفتگو کرنے کیلئے کہا جائے گا۔ (ترمذی شریف) ۶

مندرجہ بالا احادیث سے تسبیح کا اصل ثابت ہے گن گن کر پڑھنے میں پروئے یا بغیر پروئے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے۔ اس لئے جملہ مشائخ کبار اور فقہائے کرام مروجہ تسبیح استعمال فرماتے رہے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درجہ بالا احادیث مبارکہ سے بڑھ کر تسبیح متعارف کے جواز کی اور کیا شرعی دلیل ہوسکتی ہے۔کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے وہ اس کی اپنی مرضی مگر صوفیاء کی اصطلاح میں اسے شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تسبیح کیوں پڑھتے ہیں؟ فرمایا! جس چیز کے ذریعہ سے ہم اللہ تک پہنچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ نقل کیا گیا ہے۔ کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ ابوصفیہ رضی اللہ عنہ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔

مرقاۃ شریف میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے اور ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتیں وہ ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہوجاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہوجاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی تو

بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہ رضی اللہ عنہ جو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑا بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھالیا جاتا وہ اپنی ضروریات میں مشغول ہوجاتے ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں گرہیں لگی ہوتی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔

صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکّرہ (یاددلانے والی) بھی ہے اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اسلئے گویا اللہ کے نام کو یاددلانے والی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکّرہ یعنی یاددلانے والی چیز ہے چنانچہ تسبیح کا یہ سلسلہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تک پہنچتا ہے۔ کیونکہ ہر استاد (شیخ) اپنے شاگرد (مُرید) کو ایک تسبیح دیتے اور پڑھنے کی بھی اجازت فرماتے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ اس علوّ مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاد حضرت سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت شیخ معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت بشر حافیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ

میں نے اپنے استاد حضرت عمر مکیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا اس رفعت شان اور علوّ مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتداء میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب آخر میں اس کو چھوڑ دیں۔میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے، زبان سے اور ہاتھ سے ہر طرح سے اللہ کا ذکر کروں۔ [۷]

نوٹ:۔اس موضوع پر علامہ عبدالحیؒ کا ایک مستقل رسالہ بنام ''نزہۃ الفکر'' موجود ہے۔

مرشد کامل بابا بنواں والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ایک ہزار والی تسبیح پر کم از کم ایک ہزار بار روزانہ درود خضری اس ترتیب سے پڑھتے تھے اور جس دوست پر بہت خوش ہوتے اسے بھی اس ترتیب سے پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔

(بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ؕ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیۡبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم)

حوالہ جات

۱ یحییٰ بن شرف النوویؒ، ابوزکریا محی الدین، حضرت امام: کتاب الاذکار اردو، لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، مئی ۲۰۰۶ء، ص ۳۷۔

۲ امام غزالیؒ، حجۃ الاسلام، احیاءُ العلوم ج۱ (اردو ترجمہ مذاق العارفین)، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، س ن، ص ۴۷۱۔۴۷۲۔

۳ محمد زکریاؒ، مولانا، حضرت: فضائل ذکر، لاہور، کتب خانہ فیضی، ۱۳۵۸ھ، ص ۱۶۶۔

۴ کتاب الاذکار اردو، ص ۳۶۔

۵ ایضاً، ص ۳۶۔

۶ ایضاً، ص ۳۶۔

۷ فضائل ذکر، ص ۱۹۳۔۱۹۵۔

باب چہاردھم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَوراد، وَظائف

اوراد و وظائف

شجرہ مبارک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ط اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ"

اے نقشبندِ عالم نقشے مرا بہ بند
نقشے چناں بہ بند کہ گویند نقشبند

فضل کر یا رب مرے حال زبوں پر رحم کر
ڈال مجھ آلودہ ءِ عصیاں پہ رحمت کی نظر

تجھ کو اپنی کبریائی کی قسم اے بے نیاز
مجھ سراپا معصیت پر کر درِ افضال باز

تجھ کو دیتا ہوں تیرے جودو سخا کا واسطہ
فضل کا، رحمت کا، بخشش کا، عطا کا واسطہ

تیری رحمت کے خزانے میں کمی کوئی نہیں
اور تیرے جودو کرم کی انتہا کوئی نہیں

میں کہوں بے واسطہ کس منہ سے بخشش کیلئے
کچھ وسیلے پیش کرتا ہوں سفارش کیلئے

کر کرم ہم پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے
فخر موجودات شاہِ دوسرا کے واسطے

اس رسولِ بے نظیر و بے بدل کا واسطہ
رازدارِ خلوت بزم ازل کا واسطہ

رحم فرما حضرت صدیق اکبرؓ کیلئے
عاشق و دلدادۂ حُسنِ پیمبر ﷺ کیلئے

حضرت سلمان فارسؓ بے ریا کے واسطے
حضرت قاسم امام اولیاءؒ کے واسطے

کر امام جعفر صادقؓ کے صدقے میں عطا
تو نجاتِ دائمی کا مجھ کو دُرِّ بے بہا

بایزیدؒ و بو الحسنؒ اور بو علیؒ فاریمدی
یاالٰہی لاج رکھ لے ان کے صدقے میں میری

حشر کے دن یوسفِ ہمدانویؒ کا ساتھ ہو
ان کا دامانِ مقدس اور میرا ہاتھ ہو

شاہ عبدالخالقؒ اور شاہ عارف ریوا گریؒ
خواجہ محمودؒ و عزیزانؒ صاحب خلق نبی

محترم بابا سماسیؒ حضرتِ میراں کلالؒ
مرشدانِ با صفا روشن ضمیر و باکمال

صدر بزم نقشبنداں عارف اسرار ہو
محسن ملت شہنشہ مظہر انوار ہو

جن کا ہے پہلا قدم ہر منتہی کا آخریں
شاہ بہاؤ الدین سخیؒ بر ہمت او آفریں

یا الٰہی واسطے خواجہ علاؤ الدینؒ کے
دینِ احمد ﷺ پر رہیں ثابت قدم مسکین کے

حضرت یعقوب چرخیؒ اور عبیداللہ شاہؒ
حضرت خواجہ محمد زاہدؒ اپنے دین پناہ

ان نفوس پاک کے صدقے میں اے رب اللہ
دھو جبینِ معصیت آلودہ سے داغ گناہ

بخشدے صدقے میں یارب خواجہءِ درویشؒ کے
خواجہ امکنگیؒ و خواجہ باقی باللہؒ کے لئے

یا الٰہی واسطہ لایا ہوں میں اس شاہ کا
رد نہیں تو نے کیا جن کا کبھی بھی واسطہ

وہ ترے محبوب ﷺ کے محبوب بھی شیدا بھی ہیں
عشق احمدؐ میں وہ فانی بھی ہیں اور باقی بھی ہیں

قطب حق قیوم ملت شیخ احمدؒ کیلئے
بخش دے یارب مجدد الف ثانیؒ کے لئے

عفو فرما سب خطائیں از پئے قیوم دیں
عروۃ الوثقیٰ مہِ سرہند شمس العارفینؒ

نقشبندِ ثانی حضرت حجۃ اللہؒ اور زبیرؒ
خواجہ محمد اشرف جمال اللہؒ مرد اہل خیر

حضرت عیسیٰ محمدؒ اور فیض اللہؒ شاہ
حضرت نور محمدؒ اور فقیر بادشاہؒ

قبلۂ عالم جناب حافظ عبدالکریمؒ
حامل حکم شریعت صاحب خلق عظیم

آشنائے سرِّ حق دانائے سرِّ لاالٰہ
واقف راہ حقیقت فقر کی جائے پناہ

رحمت حق نے بلا کر لے لئے آغوش میں
جارہے ہیں فردوسیوں کے عالم خاموش میں

رحم فرما از طفیل ہادئ دین مبین
صاحبِ نور بصیرت خواجہءِ نواب الدینؒ

جن کا سینہ دولت توحید کا گنجینہ ہے
قلب صافی جن کا حُسنِ طور کا آئینہ ہے

جن کی پیشانی کتاب اللہ کی تفسیر ہے
جن کے آئینِ خودی میں گرمیِ شبیرؓ ہے

واسطہ سلطان العارف شاہ ولی سیدان شاہؒ
بخشدے میری خطائیں ہے دعا صبح و مسا

مجدّد و غوثِ زماں اور حاملِ خُلقِ نبی — وارثِ شرعِ پیمبر، پیکرِ فقرِ علیؓ

مُرشدِ ما صدرا! بزمِ صوفیائے باصفا — ذکر سے جن کے ملا ہے قلبِ مُردہ کو جِلا

میرے مُرشد پیرِ کامل سیّد محمد گُل حواصؒ — جن کے در سے فیض پاتے ہیں سب عام وخاص

شیر محمد شیرِ حق ، صاحبِ شیریں سُخن — رہبرِ راہِ طریقت، مَحرمِ علمِ لدُن

شانِ مُرشد میں لکھی ''تجدیدِ فقر'' ایسی کتاب — مکتبِ عشق وتصوف میں ہے مثلِ آفتاب

جان ہو میری تصدّق کیسا پیارا نام ہے — ہر طرف دنیا میں جاری جن کا فیض عام ہے

دیر تک زندہ رہیں وہ یا الٰہُ العالمین — اے شہہ ہر دوسرئی اے رحمت للعٰلمین

ان کے صدقے میں ہو عاجز دو جہاں میں سرخرو — برقرار سب کی رہے دنیا و دیں میں آبرو

دور ہم سب سے خداوندا خیال غیر ہو — تیری الفت اور تیری رضا پر خاتمہ بالخیر ہو

یا الٰہی سب دعائیں لطف سے مقبول ہوں — جب چلیں اس دنیا سے تیری یاد میں مشغول ہوں

☆☆☆☆☆

(۱) بعد از شجرہ مبارک ذکرِ ''اَللّٰہ ھُوْ''

(۲) درود وسلام بر نبی علیہ السلام

صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ — صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ — صَلِّ عَلٰی یَتِیْمِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلٰی رَحِیْمِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ — صَلِّ عَلٰی کَرِیْمِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلٰی رَحْمَتِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ — صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلٰی رَسُوْلِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

☆☆☆

(۳) ''اَنْتَ الْھَادِیْ اَنْتَ الْحَقّ۔ لَیْسَ الْھَادِیْ اِلَّا ھُوْ، ھُوْ یَا مَنْ ھُوْ یَامَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ''۔

(۴) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ = اِلَّا اللّٰہ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

(اَللّٰہ، اَللّٰہ، اَللّٰہ ھُوْ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ)

(۵) ''حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہ مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرَ اللّٰہ نُوْرِ مُحَمَّدْ صَلَّ اللّٰہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّ اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ''۔

ختم خواجگان مترجم

(قبل از نماز فجر یا بعد نماز فجر جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا معمول ہے)

(۱) سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وِاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ○ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ○ آمین

(اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔ بہت مہربان رحمت والا روز جزا کا مالک۔ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا)۔

(۲) درود شریف سو بار صَلَّ اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔

(اللہ کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو اس کے محبوب حضرت محمد ﷺ اس کی آل اور اصحاب پر)

(۳) کلمہ استغفار پانچ سو بار...... سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہِ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ فَاغۡفِرۡلِیۡ۔

(پاک ہے اللہ بہت بڑا۔ پاک ہے اللہ اپنی ذات اور صفات سے میں اللہ سے جو میرا رب ہے معافی مانگتا ہوں ہر گناہ سے پس اے اللہ مجھے معاف کر دے)۔

(۴) درود شریف سو بار اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکۡ وَسَلِّمۡ۔

(۵) حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلِ وَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَ نِعۡمَ النَّصِیۡرُ۔ پانچ سو بار

(کافی ہے ہم کو اللہ کیا ہی خوب کارساز ہے کیا ہی خوب آقا ہے اور کیا ہی خوب مددگار ہے)۔

(۶) درود شریف سو بار

(۷) یَاخَفِیَّ اللُّطۡفِ اَدۡرِکۡنِیۡ بِلُطۡفِکَ الۡخَفِیِّ۔ پانچ سو بار

(اے پوشیدہ طور پر عنایت کرنے والے اپنی پوشیدہ عنایتوں سے میری دستگیری فرما)۔

(۸) درود شریف سو بار

(۹) لَاحَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ۔ پانچ سو بار

(نہیں کوئی طاقت اور نہ ہی کوئی قوت مگر اللہ کی جو بلند اور عظمت والا ہے)۔

(۱۰) درود شریف سو بار

(۱۱) یَا اَللّٰہُ یَا رَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ اِرۡحَمۡنَا۔ پانچ سو بار

(اے اللہ اے مہربانی فرمانے والے، اے رحم و شفقت فرمانے والے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربانی فرمانے والے میرے اوپر رحم فرما)۔

(۱۲) درود شریف سو بار

(۱۳) فَسَیَکۡفِیۡکَھُمُ اللّٰہُ وَ ھُوَالسَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ۔ پانچ سو بار

(پس اللہ تجھے کافی ہوگا اور وہی ذات پاک سننے والی اور جاننے والی ہے)

(۱۴) درود شریف سو بار

(۱۵) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا ظَلَمۡنَا اَنۡفُسَنَا وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّا مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۔ پانچ سو بار

(اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے)۔

(۱۶) درود شریف سو بار

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا.................. آمِیۡن آمِیۡن آمِیۡن۔

ختم خواجگان مترجم

(بعد نماز مغرب جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا معمول ہے)

(۱) سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ○ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ○ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ○ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ○ آمین

(اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔ بہت مہربان رحمت والا روز جزا کا مالک۔ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا)۔

(۲) درود پاک سوبار ”صَلَّ اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ“

(اے اللہ تو رحمت اور سلامتی بھیج اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل واصحاب پر)

(۳) کلمہ استغفار سوبار ”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ فَاغْفِرْلِیْ“ (اللہ کی ذات کیلئے پاکی اور حمد ہے پاکی ہے اس اللہ کیلئے جو نہایت عظمت والا ہے۔ میں تمام گناہوں سے اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو میرا رب ہے۔ پس اے اللہ تو میرے لئے مغفرت فرما)۔

(۴) سورہ الم نشرح مع بسم اللہ (اناسی بار) ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ○ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ○ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ ○ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ○ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ○

(کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا؟ اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا۔ جس نے تمہاری پیٹھ مبارک توڑی تھی۔ اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کیا تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو)۔

(۵) سورۂ اخلاص مع بسم اللہ ہزار بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ ○ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○

(تو فرماؤ وہ اللہ ہے۔ وہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی ہے)۔

(۶) سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار۔

(۷) درود پاک سوبار۔

(۸) آیت کریمہ پانچ سوبار لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (کوئی معبود نہیں سوا تیرے۔ پاکی ہے تجھ کو۔ بے شک مجھ سے بے جا ہوا)۔

(۹) درود پاک سوبار (اس کے بعد تمام اسماء مبارک سوسوبار)

(۱۰) ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ (نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے)

(۱۱) ”یَا اَللّٰهُ“ (اے اللہ)

(۱۲) ”یَا عَزِیْزُ“ (اے پیارے)

(۱۳) ”یَا وُدُوْدُ“ (اے دوستی کرنے والے)

(۱۴) ”یَا کَرِیْمُ“ (اے کرم کرنے والے)

(۱۵) ”یَا وَهَّابُ“ (اے بخشنے والے)

(۱۶) ”یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ“ (اے ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے)

(۱۷) ”حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ وَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ“ (کافی ہے اللہ کیا ہی خوب کارساز ہے کیسا ہی خوب آقا اور کیا ہی خوب مددگار ہے)۔

(۱۸) ”اَللّٰهُمَّ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ“ (اے حاجتوں کو پورا کرنے والے)

(۱۹) ”یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ“ (اے بلاؤں کو دور کرنے والے)

(۲۰) ”یَا حَلَّ الْمُشْکِلَاتِ“ (اے مشکلیں آسان کرنے والے)

(۲۱) ”یَا کَافِیَ الْمُهِمَّاتِ“ (اے مہمات (مشکل کام) آسان کرنے والے)

(۲۲) ”یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ“ (اے بیماروں کو صحت دینے والے)

(۲۳) ”یَا مُنَزِّلَ الْبَرَکَاتِ“ (اے برکتیں نازل کرنے والے)

(۲۴) ”یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ“ (اے اسباب بنانے والے)

(۲۵) ”یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ“ (اے درجات بلند کرنے والے)

(۲۶) ''یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَات'' (اے فریادوں کے سننے والے)

(۲۷) ''یَا اَمَانَ الْخَائِفِیْن''(اے ڈرنے والوں کو پناہ دینے والے یا سکون قلب دینے والے)

(۲۸) ''یَا خَیْرَ النَّاصِرِیْن'' (اے بہترین مددگار)

(۲۹) ''یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْن''(اے حیرانوں کے رہنما یعنی حیرانگی سے نکالنے والے)

(۳۰) ''یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنَا''(اے فریادیوں کی فریاد سننے والے ہماری فریاد سن)

(۳۱) ''یَا مُفَرِّحَ الْمَحْزُوْنِیْن'' (اے غمزدوں کو خوش کرنے والے)

(۳۲) ''رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ'' (اے اللہ میں ہار گیا ہوں میری مدد فرما)

(۳۳) ''یَا اَللّٰہُ، یَا رَحْمٰنُ، یَا رَحِیْم، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن''

(اے اللہ اے مہربانی فرمانے والے، رحمت وشفقت فرمانے والے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربانی فرمانے والے)۔

(۳۴) تیسرا کلمہ تمجید ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِااللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم''۔

(پاک ہے اللہ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ بہت بڑا ہے اور نہیں کوئی طاقت اور قوت مگر اللہ کی جو بلند اور عظمت والا ہے)۔

(۳۵) ''اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنِیْ بِسِتْرِکَ الْجَمِیْل''

(اے اللہ مجھے اپنے خوبصورت پردہ سے ڈھانپ لے)

(۳۶) درود پاک (اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا..........آمین)

(۱) دعائے ختم خواجگان

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم''

یا اللہ پاک اس ختم خواجگان کا ثواب حضور پرنور سرور کائنات مُفخرِ موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک کو تحفتاً، تبرکاً، نذراناً، ہدیتاً پیش کیا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جمیع انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، اویسیہ خاندان کے بزرگوں کی روح مبارک کو بخش دیا جاتا ہے۔ جمیع المومنین، جمیع المومنات، جمیع المسلمین، جمیع المسلمات جو مسلمان انسان، جن، مرد، عورت ہو گزرے ہیں جو ہیں، جو ہونگے، سب کی روح کو بخش دیا جاتا ہے۔

یا اللہ! حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان پاک، جمیع اولیاء عظام کی شان پاک، خصوصاً ہمارے پیشوا معظّم کی شان پاک کے طفیل ہماری تمام مشکلات آسان فرما۔ ہمیں ظاہری، باطنی بیماریوں سے شفا عطا فرما۔ ہمارے ظاہری، باطنی، گناہ، غلطی اور تقصیر معاف فرما۔ یا اللہ شر شیطان، شر نفس سے محفوظ فرما۔ شر دنیا، شر ظالمان سے محفوظ فرما، یا اللہ غیروں کے دروازے سے ہٹا کر ہمیں اپنے دروازے پر قائم فرما۔ یا اللہ غیروں کی محبّت سے بچا کر اپنی محبّت، اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبّت، ہمیں اپنے پیشوا کی محبّت عطا فرما۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرما۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح فرما۔ یا اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو رزق فراخ، حلال عطا فرما۔ یا اللہ اس جگہ اس شہر اس ملک کے لوگوں کے حال پر رحم فرما۔ انہیں نیک اور صالح فرما۔ آپس میں اتفاق واتحاد نصیب فرما۔ یا اللہ حاضرین، غائبین مسلمانوں کی خیر وعافیت فرما۔ یا اللہ سارے دوستوں، مریدوں، حاضرین اور غائبین کو اپنی منزل مقصود پر پہنچا۔ یا اللہ جو دوست دعا مانگتے ہیں یا منگوانے کے لئے کہتے ہیں ان کی دعا

مستجاب فرما۔ جو دوست خط لکھتے ہیں دور دراز سے سفر اختیار کر کے صرف تیری رضا کے واسطے آتے جاتے ہیں، فی سبیل للّٰہ خدمت کرتے ہیں سب کو ظاہری باطنی نعمتوں سے مالا مال فرما:۔

''اُنۡصُرۡنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ النَّاصِرِیۡنَ وَافۡتَحۡ لَنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الۡفَاتِحِیۡنَ وَاغۡفِرۡلَنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الۡغَافِرِیۡنَ وَارۡحَمۡنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الرَّاحِمِیۡنَ وَرۡزُقۡنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الرّٰازِقِیۡنَ، وَاحۡفَظۡنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الۡحَافِظِیۡنَ وَاَھۡدِنَا وَنَجِّنَا مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیۡبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلِّمۡ''۔

(اے اللہ! ہماری مدد فرما تو بے شک بہترین مدد فرمانے والا ہے۔ اے اللہ! ہمارے لئے کامیابی کے دروازے کھول دے۔ بے شک تو بہترین کامیابی دینے والا ہے۔ اے اللہ! ہمیں بخش دے۔ پس بے شک تو بہترین بخشنے والا ہے۔ اے اللہ! ہم پر رحم فرما بے شک تو بہترین رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ! ہمیں وافر رزق عطا فرما، بے شک تو بہترین رزق دینے والا ہے۔ اے اللہ! ہماری حفاظت فرما بے شک تو بہترین حفاظت فرمانے والا ہے۔ ہمیں ہدایت عطا فرما اور ظالموں سے نجات عطا فرما۔ اے اللہ! اپنی رحمت کے طفیل کہ تیری رحمت بہت وسیع ہے۔ اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ، ان کی آل اور ان کے سب دوستوں کو سلامتی عطا فرما تو ہی عبادت کے لائق ہے اور محمد ﷺ تیرے رسول ہیں)۔

(۲) دُعا بعد ذکر

''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ''

یا اللہ کریم اپنے ذکر پاک کی خاطر، اپنی بلند شان پاک کی خاطر، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر، اپنے برگزیدہ اولیاء عظامؒ کی خاطر۔ خاص کر ہمارے پیشوا رہبر و رہنما، پیر دستگیر روشن ضمیر، آل مصطفیٰ والمرتضیٰ ﷺ، سراج الاولیاء سلطان الفقراء قلندر وقت مجدد وقت حضرت خواجہ سید محمد گل حواص شاہ صاحب بخاری، نقشبندی، مجددی مدظلہ العالی کی خاطر ہماری تمام مشکلات آسان فرما۔ ہمارے گناہ و تقصیر معاف فرما۔ یا اللہ ہمیں اپنے برگزیدہ اولیاء عظام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہمارے حال پہ رحم فرما۔ جیسے تو نے اپنے اولیاء کرام کے حال پر رحم فرمایا۔ ہمارے شان درجات بلند فرما جیسے اپنے اولیاء عظام کے شان درجات بلند فرمائے۔ یا اللہ ہمیں عقل سلیم اور قلب سلیم عطا فرما۔ یا اللہ اس آخر زمانے میں یہ ذکر و فکر، یہ ختم خواجگان، یہ صلوٰۃ والسلام جو سوہنا پیشوا عنایت فرمایا ہے اس پر قائم و دائم فرما اور واپس نہ فرما۔ یا اللہ دولت مند اور زور آور لوگوں کا ہمیں محتاج اور ان کے سامنے شرمندہ نہ بنا۔ یا اللہ آنے والے غم، بلیات اور مصیبتوں سے سب مسلمانوں حاضرین جماعت اور غائبین جماعت کو محفوظ فرما۔

خاص کر ہمارے پیشوا معظم مع آل و اولاد، ہر قسم بلیّات سے محفوظ فرما۔ یا اللہ ہمارے پیشوا کریم ان کی آل و اولاد، اہل بیت اطہار اس ہستی پاک پہ بے بہا ان گنت رحمتیں اور سلامتی نازل فرما۔ بے بہا ان گنت مدارج بلند تر فرما، یہ شمع نور ہدایت تا ابد روشن اور مزیّن فرما تا کہ ہمارے جیسے لاکھوں کروڑوں گنہگار اس باب رحمت سے فیض یاب ہو کر تیرا نام عالی سیکھتے رہیں اور اس بلبل رسول سے اللہ ھُو کی میٹھی میٹھی بولیاں سنتے رہیں۔ یا اللہ! اس

پرفتن زمانے میں طرح طرح کے امتحانات مسلمانوں پر آئے ہوئے ہیں ہماری کشتی سلامتی سے کنارے پر لگادے۔ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ○

(۳) دعائے دعوت

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ''

یا اللہ پاک اپنے اس ذکر پاک کی خاطر اپنے بلند شان پاک کی خاطر صاحب دعوت کا یہ صدقہ قبول و منظور فرما۔ اس صدقے کے طفیل اس کی تمام مشکلات آسان فرما۔ یا اللہ اس کی ساری دلی مرادیں جو شریعت کے مطابق ہیں پوری فرما۔ یا اللہ اس گھر پر رحم فرما اس گھر کے مرد عورت سب چھوٹوں بڑوں کو نیک اور صالح بنا۔ یا اللہ انہیں رزق فراخ حلال عطا فرما۔ آپس میں اتحاد و اتفاق نصیب فرما۔ اس دوست نے جس حاجت کی خاطر یہ صدقہ پیش کیا۔ وہ حاجت پوری فرما۔ یا اللہ! اس گھر میں جو جسمانی اور روحانی مریض ہیں انہیں شفاء کاملہ عطا فرما۔ یا اللہ! اس دوست نے تیری رضا کی خاطر یہ صدقہ پیش کیا ہے، اسے اپنی رضا نصیب فرما اور بلند درجہ عطا فرما۔ دونوں جہانوں کی خوشنودی عطا فرما۔ یا اللہ! بے اولاد کو اولاد صالح، بے ذکر کو ذکر اور بے نماز کو نماز عطا فرما۔ جو دوست اس خلوص بھرے کھانے میں حاضر ہیں اور جو غائب ہیں سب کو منزل مقصود پر پہنچا۔ سب کو اللہ اللہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ نبی کریم ﷺ اور اولیائے عظام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ان سب کو اور صاحب دعوت کو جنت کا حقدار بنا۔ ان کو اپنے دیدار عالی کا مستحق بنا۔

''وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ'' آمین '' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ''

مرشد کی طرف سے ایک مختصر وظیفے کی اجازت عام

(نماز فجر یا کسی نماز سے قبل یا بعد)

اول گیارہ مرتبہ درود شریف ''صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ'' درمیان میں ''یَا حَیُّ یَا قَیُّوْم'' سو بار آخر میں بھی گیارہ دفعہ درود شریف پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر پھونک لگا کر اپنے چہرے، سر اور دل پر ملیں انشاء اللہ ظاہر باطن پاک، چہرہ اور دل کو روشنی عطا ہوگی بہت زیادہ خیر و برکت کا باعث بھی ہوگا۔

ماخوذ از

۱۔ انوار الحسن گوہل، خادم، فقیر: انوارِ بخاری، ملتان، صدیقیہ پریس بیرون بوہڑ گیٹ، س ن۔

۲۔ شاہد حسن خان، نقشبندی: برکاتِ نقشبند، جولائی ۱۹۸۸ء۔

۳۔ شیر محمد بزدار، صوفی: تجدید فقر، تونسہ شریف، بزدار پبلی کیشنز کالج روڈ، اکتوبر ۱۹۹۹ء۔

﴿باب پانزدھم﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

معمولاتِ نقشبند

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

مقامِ سلسلۂ نقشبند

غلام نقشبنداں شو! اگر دنیا و دیں خواہی
سگ درگاہ مجدد شو! اگر حق الیقیں خواہی

(اگر دنیا و عقبی کی ضرورت ہے تو نقشبندیوں کا غلام بن جا۔ اگر مقام حق الیقین (وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَقَّ تَرَاہُ) کی ضرورت ہے تو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے دروازے کا پکا گداگر بن جا)۔

(تاریخ مشائخ نقشبندی)

شانِ سلسلۂ نقشبند

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارند	کہ برندازرہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں	می بردوسوسہ خلوت وفکر چلہ را
قاصرے گرزندایں طائفہ راطعن قصور	حاش للہ کے بر آرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

(جامی دشتیؒ)

۱:۔حضرات نقشبندیہ بھی عجب قافلہ سالار ہیں کہ یہ ایک پوشیدہ راستہ (غیر مسلوک) سے قافلہ کو حرم پاک (اللہ تک) پہنچاتے ہیں۔

۲:۔ان کی صحبت کیمیا اثر کا جذبہ: سالک کے دل کو خلوت کے وسوسہ اور چلہ کی فکر سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

۳:۔اگر کوئی کج فہم ان حضرات پر طعن کرے اور قصور کا الزام لگائے تو خدا کی پناہ: میں زباں پر اس شکایت کو نہ لاؤں۔

۴:۔تمام شیران جہاں اس سلسلہ (نقشبند) سے بندھے ہیں۔ناممکن ہے کہ کوئی لومڑی حیلہ بہانے سے اس زنجیر کو توڑ دے۔

نوٹ:۔ سلسلۂ نقشبند کے انفرادی خصائص کیلئے ''تجدید فقر'' کی طرف رجوع فرمائیں۔(مؤلف)

معمولاتِ سلسلہء نقشبند

(۱) سنت وفرائض: ہر معاملے میں اتباع سنت ملحوظ نظر' تقویٰ اور رضائے الٰہی مدنظر ہو۔ ادائیگی فرائض وواجبات اور سنن کے بعد محرمات' مشتبہات اور مکروہات سے اجتناب ہو۔ سالک ہمہ وقت اپنے اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور رکھے ؎

ذِکر گو ذِکر تا ترا' جان است　　　پا کئی دل ! ز ذِکر رحمان است
مشک را برتن مزن بردل بمال　　　مشک چہ بود اسم پاک ذوالجلال

۱:۔ جب تک تیری جان میں جان ہے اللہ کا ذکر کیا کر۔ کیونکہ قلب انسانی کی صفائی صرف ذکر (لَااِلٰہَ) ہی سے ممکن ہے۔

۲:۔ مشک وعنبر کی خوشبو جسم پر لگانے کی بجائے دل پر لگا دے۔ کونسی خوشبو؟ رب ذوالجلال کے اسم اعظم (لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) والی خوشبو!

(۲) نوافل: جب تہائی رات باقی ہو تقریباً ۲ یا ۳ بجے پچھلی رات جاگ اٹھے جب اللہ کریم چوتھے آسمان پر آکر آواز دیتا ہے کہ "اے بندہ (خواب غفلت سے) اٹھ میری بارگاہ میں آ! جو کچھ مانگنا ہے میں دیتا ہوں" تو یہ پڑھے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر"

بارہ رکعت نماز تہجّد دو دو کی نیت سے پڑھے سورہ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے۔ بہتر ہے کہ قرأت میں سورہ یٰسین پڑھے۔ بقول حضرت عزیزانؒ کہ جب تین دل متفق ہوں تو مراد حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی دل بندہ کا' دل رات کا اور دل قرآن مجید کا یعنی سورۃ یٰسین شریف۔ اگر وقت تنگ ہو تو آٹھ یا چھ یا چار یا دو رکعتیں پڑھے کیونکہ اللہ کو صرف بیداری مع اخلاص کی ضرورت ہے۔ اگر وتر بھی آخر شب پڑھنا ہو تو پہلے

تہجّد پھر وتر ادا کرے۔ تا صبح کاذب ذکر و مراقبہ میں رہے۔ اگر نماز باجماعت کیلئے مسجد جانا ہو تو سنت گھر پر پڑھے۔ پانچوں نمازوں میں بعد نماز فرض ورد کلمہ طیبہ یعنی ذکر بالجہر کرے (اگر حالات موافق ہوں) پھر استغفار کے بعد آیۃ الکرسی اور تسبیح فاطمی (سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ۳۳ بار، اَللّٰہُ اَکْبَر ۳۴ بار) پڑھے، پھر اپنے سلسلہ کے مطابق ختم خواجگان: بہتر ہے کہ حلقہ احباب میں پڑھے پھر ذکر بالجہر کے بعد دعائے خیر مانگے۔ بہتر یہی ہے کہ مسجد ہی سے نماز اشراق دو رکعت یا دو دو کی نیت سے چار رکعت بقول حضرت خواجہ احرارؒ سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پانچ پانچ بار پڑھے۔ اگر مسجد میں کسی تفرقہ کا ڈر ہو تو نماز اشراق گھر پر ہی جا کر ادا کرے۔ اس کے بعد اگر ضرورت ہو تو ناشتہ وغیرہ کرے۔

(مگر یہ بات تاکیداً یاد رہے کہ بوقت طلوع آفتاب سے کچھ دیر بعد تک جب تک سورج اچھی طرح نہ چڑھے سونا نہیں۔ ہمارے مرشد کریم بابا بنوں والی سرکارؒ مریدوں کو اس وقت سونے کو منع کر کے فرماتے کہ ایک دن سرکار دو جہاں ﷺ اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے گھر بعد نماز فجر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا شب بیداری کی وجہ سے سوئی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے پاؤں کی ایڑھ سے انہیں جگا کر فرمایا کہ بیٹی تم ایسے وقت میں سو رہی ہو جب کہ خدا کی بارگاہ میں دن کی روزی تقسیم ہو رہی ہے)

اگر کوئی کام درپیش ہو تو نماز استخارہ کی دو رکعت (پہلی رکعت میں سورہ الکافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص) پڑھ کر دعا مانگے۔ تب طلب علم' طلب معاش یا جو حیلہ ہو اپنائے مگر "ہتھ کار وَل دل یار وَل" کا گُر مدِنظر رہے۔

اگر خانقاہ نشین ہے تو ذکر و مراقبہ اور اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔ اگر ملاقاتی لوگ ہوں تو ان سے مل کر حسب حال اصلاح احوال کرے۔ دن چڑھے دو دو رکعت کی نیت سے نماز چاشت کی بارہ رکعتیں ادا کرے۔ دیگر مصروفیات اگر آڑے ہوں تو آٹھ، چار یا دو

رکعت بھی جائز ہیں۔ ہر رکعت کی قرأت میں یہ سورتیں دہراتا رہے۔

(۱) الشّمس (۲) والّیل (۳) والضّحیٰ (۴) انشراح۔

وگرنہ سورہ اخلاص تین تین بار پڑھتا رہے۔ دوپہر کا لنگر (کھانا) کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

''اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَ سَقٰنَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ''۔

پھر قیلولہ بقصد سنت کرے۔ بعد زوال نمازِ ضُحٰی یا زوال چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ یا جو شیخ سے مرحمت ہوں (جسطرح ہمارے مرشد کریم چار نفل، دو دو رکعت کے ساتھ تلقین فرمایا کرتے) نمازِ ظہر با جماعت ادا کرنے کے بعد تصنیف و تالیف یا درس و تدریس یا تلاشِ معاش یا ذکر و مراقبہ میں مشغول رہے۔ وقت عصر داخل ہونے پر پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پڑھے پھر نماز فرض ادا کرے۔ اگر کوئی دینی یا دنیوی مشکل درپیش ہو تو ختم مجددؒ (درود شریف ۱۰۰ بار۔ ''لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ'' ۵۰۰ بار پھر درود شریف ۱۰۰ بار) پڑھ کر روح پر مفتوح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بخشے اور حسبِ ضرورت دعا مانگے یا ذکر و مراقبہ میں مصروف رہے۔

بعد از ادائیگی نماز مغرب نوافل اوابین چھ رکعت دو دو کی نیت سے (تین نفل) پڑھے اگر وقت ہو۔ وگرنہ ہمارے مرشد کریم اکثر دوروں پر ہجوم خلق کے باعث نماز مغرب کے فوراً بعد ختم خواجگان حلقہ احباب میں پڑھ کر کسی خوش الحان دوست سے شجرہ مبارک پڑھواتے پھر حلقہ ذکر بالجہر کے بعد سلسلے کی دعا ہوتی۔ تب وعظ و نصیحت کی تلقین ہوتی یا ایک آدھ نعت شریف پڑھی جاتی۔ ہمارے مرشد کامل بابا بنوں والی سرکارؒ سیرانی الطبع تھے۔ اکثر آستانہ (دولت خانہ) سے باہر دوروں پر رہتے اور آپؒ کا معمول یہی ہوتا تھا۔ اگر آستانے میں ہوتے تب بھی یہی معمول ہوتا۔ مگر جمعہ کی رات کو خصوصی طور پر آپؒ محفل ذکر اور لنگر کا

بندوبست فرماتے۔ دوروں میں آپ جہاں بھی ہوتے دور دور کے دوست احباب اکثر جمعہ کی رات کو شرف زیارت حاصل کرنے آتے۔ محفل ذکر خوب جما کرتی۔ ذکر اَللّٰہ ھُو کے دوران وجد و کیفیت کا عجیب عالم ہوتا تھا۔ مریدان ہر طرف بسمل نیم جاں کی طرح تڑپ رہے ہوتے۔ بقول شاعر ؎

کسی قیامت کی کشش اس جذبہ کامل میں ہے　　تیران کی آنکھ میں پیکاں ہمارے دل میں ہے

معمولات صوفیاء کے مطابق اگر حزب البحر مجاز ہو تو تنہائی میں (ظاہری و باطنی کشائش کیلئے) پڑھنے کا وقت بھی یہی ہے۔

اگر وقت ہو تو لنگر چلے وگرنہ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد حلقہ دوستاں کے اندر ہی لنگر اگر کھانا ہو تو کھا لے۔ (علیحدگی میں نہ کھائے کہ اس سے وبال نفس کے علاوہ وبال خلق بھی ہے) اگر ضروری ہو تو نہایت مختصر وقت کیلئے دوستوں سے گفتگو کرے وگرنہ بہ قول صوفیاء زود خوابیدن وزود برخاستن (رات کو جلدی سونا اور پھر (تہجّد کیلئے) جلدی اٹھنا چاہیے) پر عمل کرتے ہوئے آرام کرے (سوجائے)۔

گو ہمارے مرشد کریم بابا بنوں والی سرکارؒ کو کسی دوست نے سوتے ہوئے نہ دیکھا۔ مگر بہ تقاضائے بشریت بظاہر لیٹ جاتے کیونکہ جب بھی کوئی آپ کے پاس جاتا آپ جاگ رہے ہوتے۔ اپنے نزدیک کسی کا سونا پسند نہ فرماتے۔ سردیوں میں اکثر ان کا کمرہ علیحدہ ہوتا تھا۔ گرمیوں میں عام مخلوق سے دور اپنی چارپائی ڈلواتے۔ مزید معلومات کیلئے پڑھیئے ''تجدیدِ فقر''۔

سونے سے قبل قبلہ رو بیٹھ کر بہتر ہے کہ سورہ ملک کی تلاوت کرے۔ وگرنہ ''اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَا اُنۡزِلَ تا آخر سورۃ بقرہ اور آیت الکرسی کی تلاوت کرے پھر سورۃ فاتحہ ۳ بار، سورۃ الکافرون ۳ بار، سورۃ اخلاص ۳ بار، سورۃ فلق ۳ بار، اور سورۃ الناس ۳ بار پڑھ کر اپنی

ہتھیلیوں پر پھونک مار کر اپنے تمام جسم پر پھیر لے۔ان کا ثواب آپ ﷺ کی تمام امت کو بخش دے پھر دائیں کروٹ سو جائے۔

صلوٰۃ التسبیح (جس کے پڑھنے کا طریقہ کتاب ہذا میں درج ہے) بعد زوال یا جس وقت موقع ملے دن رات ایک بار ضرور پڑھ لے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت اگر وقت میسر ہو تو پہلے تحیۃ الوضو پھر تحیۃ المسجد دو دو رکعت کے ساتھ پڑھے اگر عین فرض نماز کا وقت ہو تو ان کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔

(۳) روزے: رمضان المبارک کے روزے تقویٰ کے ساتھ رکھے۔نماز تراویح، ختم قرآن اور شب قدر پانے کا اہتمام کرے۔علاوہ ازیں شوال المکرّم کے چھ روزے، محرم الحرام کی نوّیں اور دسویں (عاشورہ) کے روزے، شعبان کی پندرھویں کا روزہ، ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے نو روزے (بالخصوص عُرفہ کا روزہ)، ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں کے روزے، ہر سوموار کا روزہ جو آپ ﷺ کے تولّد مبارک اور آغازِ وحی کا دن ہے رکھنے کی کوشش کرے۔اگر حیثیت ہو تو ادائے حج، عمرہ اور زکوٰۃ کا اہتمام کرے۔

(۴) عقائد: اہل سنت والجماعت کے مطابق رکھے۔ہر فعل میں رضائے الٰہی مطلوب ہو۔اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔اس لئے نیت میں اخلاص ہو مثلاً خواب سے تھکاوٹ اور سستی دور کر کے تازہ دم ہو کر اللہ کی عبات کرنا مقصود ہو۔کھانا! لذت نفسانی کیلئے نہ ہو۔بلکہ عبادت کیلئے قوت حاصل کرنا مطلوب ہو۔لباس! مخلوق کی نمائش کیلئے نہ ہو بلکہ خدا کے روبرو عبادت وادائے نماز کیلئے تزئین کی نیت ہو۔اسی طرح خوشبو لگانا! سنتِ رسول ﷺ کی نیت سے ہو المختصر اگر ایسی نیت ہو تو خواب وخور، لباس اور ہر قول وفعل عین عبادت ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''مومن ہر وقت عبادت (نیکی) میں ہوتا ہے'' تو اس میں یہی حکمت کارفرما ہوتی ہے۔اس دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز ''وقت'' ہے۔بقولِ امام

شافعیؒ ''اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ'' (وقت کاٹنے والی تلوار ہے)

اس لئے سالک کو چاہیے کہ اپنا وقت بالکل ضائع نہ کرے۔بلکہ ؎

کارکن کار! بگزر از گفتار　　کاندریں راہ کار دارد کار

(باتیں اور بحث ومباحثہ چھوڑ۔کام اور صرف کام کی بات کر کہ طریقت میں کام کی بات صرف ''کام'' ہے اور بس کیونکہ اسلام عملی مذہب ہے)۔

مندرجہ بالا مشاغل کے علاوہ اگر موقعہ ملے تو اولیاء اللہ (مرشد اگر بحیات ہو) اور صالحین (پیر بھائیوں یا دیگر پرہیزگار لوگوں) کی صحبت لازمی اختیار کرے کیونکہ ان کی صحبت ذکر وعبادت سے کہیں زیادہ افضل ہے وگرنہ تنہائی اور خلوت ہی اچھی ہے۔کیونکہ ؎

مار بد تنہا ہمے بر جاں زند　　یارِ بد بر جان و بر ایماں زند

(زہریلا سانپ صرف جان سے مار دیتا ہے مگر بری صحبت جان اور ایمان دونوں سے فارغ کر دیتی ہے)۔

یہ متوسط درجہ کے صوفی کا نظام الاوقات ہے علاوہ ازیں مرشد کے عنایت کردہ اوراد ووظائف کے پیش نظر اس میں مناسب کمی وبیشی اور تغیّر وتبدل بھی کر سکتے ہیں ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں　　گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

(میں نے تیرے سامنے منزل مقصود کی نشاندہی کر دی ہے۔میں اگر نہ پہنچ سکا شاید تو پہنچ جائے گا)۔

ماخوذ اَز

۱۔ محمد نور بخش توکلیؒ ایم اے، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، گجرات، فضل نور اکیڈمی چک سادہ شریف، ۱۹۷۰ء۔

۲۔ محمد عبدالرسول للّٰہی، صاحبزادہ، پروفیسر: تاریخ مشائخ نقشبندیہ، لاہور، زاویہ فاؤنڈیشن 8-C دربار مارکیٹ، ۲۰۰۳ء۔

۳۔ محمد صادق، قصوری: تاریخ مشائخ نقشبند، لاہور، زاویہ پبلشرز، ۶ مرکز الاولیس دربار مارکیٹ، ۲۰۰۳ء۔

۴۔ عالم الدین، قاضی: کنز القدیم فی آثارِ الکریم (حالات وواقعات حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم نقشبندی مجدّدیؒ) لاہور، شبیر برادرز ۴۰ اردو بازار، ۱۳۵۵ھ۔

"تعارف مصنف"

مصنّف علاقہ ہنگلون کچھ ٹرائیبل ایریا سے متعلّق جنوری 1960ء میں غلامانی قبیلے سے وابستہ ایک ان پڑھ اور نہایت غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی خان جن کا سایہ بچپن ہی سے ان کے سر سے اٹھ گیا۔ ابتدائی تعلیم آبائی علاقہ میں حاصل کی۔ مزید تلاش علم کے لئے ملتان کا رخ کیا۔ جہاں دینی تعلیم مدرسہ غوثیہ نواب پور میں حاصل کی۔ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ 2005ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم فل اقبالیات میں پاس کیا۔ 1982ء سے محکمہ تعلیم سے منسلک ہیں۔ اور اس وقت بطور ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول سردار قلات بارتھی تمن بزدار ٹرائیبل ایریا ڈیرہ غازی خان میں اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ نہایت ہی خوددار انسان ہیں۔

سلسلہ تصوف میں آپ اپنے وقت کے بزرگِ کامل سلطان الفقراء حضرت خواجہ سید محمد گل حواص شاہ بخاری نقشبندی مجددی المعروف "بابا بنوں والی سرکارؒ" سے بیعت ہیں۔ اور انہی سے خلافت یافتہ بھی ہیں جو اَب سلسلۂ طریقت چلا رہے ہیں۔ درس و تدریس اور ادبی شغف رکھنے کی وجہ سے اپنے مُرشد کے ملفوظات کا مجموعہ بنام "تجدید فقر" 1999ء میں منظر عام پر لائے۔ 685 صفحات پر مشتمل یہ کتاب علم تصوّف کا ایک مکمّل انسائیکلو پیڈیا ہے جو کہ ادبی حلقوں میں داد حاصل کرنے کے علاوہ عوام الناس میں بھی پذیرائی حاصل کر چکی ہے۔ پاکستان کی اکثر سرکاری اور نجی لائبریریوں میں موجود، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز لاہور سے تیسری بار شائع ہونے والی ہے۔

مصنّف کی مزید 3 کتابیں

1:۔ گُلدستہ فقر:۔ جو 330 صفحات اور پندرہ ابواب پر مُحیط زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آپ

کے ہاتھوں میں ہے۔

2: ۔فلسفۂ اخلاق: ۔ 240 صفحات پر مشتمل مختلف اخلاقی مضامین کا احاطہ کرتی ہے جسے زیادہ تر دو (2) مشہور معلّمین اخلاق علامہ اقبالؒ اور شیخ سعدی شیرازیؒ کے اشعار کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے جو مثال پبلشرز فیصل آباد سے شائع ہو چکی ہے۔

3: ۔عدم برداشت: ۔ (ایک قومی و معاشرتی المیہ) جو قرآن و حدیث اور تاریخ کے آئینے میں زیرِ تکمیل ہے۔

ع خدا کرے ترا زورِ قلم اور زیادہ

ڈاکٹر عبدالشکور جاوید

کوٹ ادو

(۲) مختصر شجرہ مبارک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے خدا کر رحم اپنی کبریائی کیلئے — اور رسول پاکؐ کی خیر الورائی کے لئے
بخش دے سب کی خطائیں انبیاءؑ کے واسطے — خواجگانِ نقشبنداںؒ با خدا کے واسطے
گو نہیں ہم لائقِ دربار اے ربِّ غفور — ان بزرگوں کو وسیلہ لائے ہیں تیرے حضور
حضرت صدیق اکبرؓ یار غارِ مصطفٰی — حضرت سلمان فارسؓ عاشقِ شاہ ھُدیٰ
حضرت قاسمؒ و حضرت جعفر صادق امامؒ — بایزید برگزیدہؒ ابوالحسن شاہ اَنامؒ
بُوعلی فاریمدیؒ اور یوسف ہمدانویؒ — عارفؒ عبدالخالق عجدوانیؒ
خواجہ محمود فغانؒ شاہ عزیزاں باکمالؒ — حضرت بابا سماسیؒ حضرت میراں کُلالؒ
آفتابِ نقشبنداں شاہ بہاؤالدین سخیؒ — حضرت خواجہ علاؤالدین عطار ولیؒ
شاہ یعقوبؒ و عبیداللّٰہ احرارِ زمانؒ — شاہ زاہدؒ اور درویشِ محمد والا شانؒ
خواجہ امکنگیؒ و حضرت باقی باللّٰہؒ باخبر — قطب سرہندی مجددؒ الف ثانی نامور
خواجہ معصومؒ حضرت حجۃُ اللّٰہ باصفاؒ — شاہ زبیرؒ و خواجہ اشرف محمد پارساؒ
شاہ جمال اللّٰہؒ اور عیسیٰ محمدؒ اولیاء — خواجہ فیض اللّٰہؒ اور نور محمد باوفاؒ
کر کرم بابا فقیر محمدؒ صاحب نشان — نور جن کا میرے مرشد کی جبیں میں تھا عیاں
وہ سخی اِبنِ سخی وہ صاحبِ لطفِ عَمیم — ہادیِ دارین حضرت حافظ عبدالکریمؒ
رحم فرما از طفیلِ ہادیٔ دین مبین — صاحبِ نورِ بصیرت خواجہ نواب الدینؒ
میرے مُرشد پیرِ کامل سیّد محمد گُل حواصؒ — جن کے در سے فیض پاتے ہیں سب عام و خاص
شیر محمد شیرِ حق، صاحبِ شیریں سُخن — رہبرِ راہِ طریقت، مَحرمِ علمِ لدُن
دیر تک زندہ رہیں وہ یَا اِلٰـہُ الۡعٰلَمِیۡن — اَے شہِ ہر دو سرایٰ اَے رَحۡمَتً لِّلۡعٰلَمِیۡن

طریقۂ محمدیہ مصطفویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علیؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت (طریق محمدی) کے بارے میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ۞ معرفت الٰہی میری پونجی ہے۔ ۞ عقل میرے دین کی جڑ ہے ۞ محبّت میری بنیاد ہے ۞ شوق میری سواری ہے ۞ ذکرِ الٰہی میرا غم خوار ہے ۞ پاکبازی میرا خزانہ ہے ۞ غم میرا ساتھی ہے ۞ علم میرا ہتھیار ہے ۞ صبر میری چادر ہے ۞ رضا میری غنیمت ہے ۞ فقر میرا فخر ہے ۞ زُہد میری حرفت ہے ۞ یقین میری طاقت ہے ۞ صدق میرا مددگار ہے ۞ طاعت میرا حسب ہے ۞ جہاد میرا خلق ہے ۞ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے ۞ میرے دل کا پھل اس کے ذکر میں ہے ۞ میرا غم اپنی اُمّت کیلئے ہے ۞ میرا شوق میرے ربّ ذوالجلال کی طرف ہے۔

(قاضی عیاض مالکیؒ، ابوالفضل: شفاءٔ شریف مترجم سیّد مفتی غلام معین الدین نعیمیؒ ،لاہور شبیر برادرز اردو بازار، مئی ۲۰۰۹ء، ص ۱۰۹)۔

فقر و تصوّف اسلامی پر مشتمل تحقیقی دستاویز دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ
فقرِ اسلامی کا شہ پارہ
اردو زبان و ادب کا شاہکار
اقوالِ زریں اور برجستہ اشعار سے لبریز، اہل قلم اور اہل ذوق حضرات کیلئے باعث تسکین، دنیائے تصوف کا ایک زندہ جاوید مکتب، دنیائے فقر کا ایک باضابطہ قانونچہ، کشافِ لطائف روحانی، عشق الٰہی اور حُبِّ رسولؐ کی مہمیز، سلاسل اربعہ کا تحقیقی جائزہ، مرید سے شیخ کامل تک مکمّل رہبر، ضخیم اور نہایت خوبصورت 685 صفحات پر مشتمل کتاب
دُنیائے تصوف کی عظیم تر تحقیق
"تجدیدِ فقر"
جس میں دورِ حاضر کے صوفیانہ مسائل کو صوفیانہ کردار کے حامل
سلطان الفقراء
حضرت خواجہ سید محمد گل حواص شاہ بخاری نقشبندی مجدّدی
المعروف
"بابا بنوں والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ"
کے حالات و نظریات، ملفوظات اور کشف و کرامات کی روشنی میں نہایت آسان فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے
خوش نما سرورق
دیدہ زیب طباعت
رنگین تصاویر سے مزین
من پسند تقطیع
نسلِ نو کے لئے ایک بے مثل مشعل راہ
از رشحات قلم
صوفی شیر محمد بزدار
(ایم اے، ایم فل)
0333-6014850
0321-7381180
تونسہ شریف کے ہر بک سٹال پر دستیاب ہے
ملنے کا پتہ
صوفی شیر محمد بزدار نقشبندی اوتاک خواجہ ٹاؤن تونسہ شریف

ناقدانہ انداز میں لکھی ہوئی
مصنّف کتاب ھٰذا کی ایک اور نادر تصنیف
اسلامی اخلاق و آداب کا شاہکار
مدارس اسلامیہ اور محقق طلباً کے لئے انمول تحفہ
اسلامی تہذیب وثقافت کا عکاس
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شوکت علی سیالوی مدظلہ العالی کی تقریظ کے ساتھ
خصوصاً شاعر مشرق علامہ اقبالؒ اور بلبلِ شیراز شیخ سعدی شیرازیؒ کے الہامی کلام سے مزین
فلسفۂ اخلاق
ضرور پڑھیے
مصنف ہذا کی ایک اور پیش کش، دورِ حاضر کی اہم ضرورت
ایک قومی اور معاشرتی المیہ
بنام "عدم برداشت"
قرآن وحدیث اور تاریخ کے آئینے میں زیر تکمیل ہے
از رشحات قلم
صوفی شیر محمد بزدار نقشبندی مجدّدی
(ایم اے، ایم فل)
0333-6014850
0321-7381180
تونسہ شریف کے ہر بک سٹال پر دستیاب ہے
ملنے کا پتہ
صوفی شیر محمد بزدار نقشبندی اوتاک خواجہ ٹاؤن تونسہ شریف

تعارفِ مصنّف

مصنّف علاقہ ہنگلون کچھ ٹرائبل ایریا (تحصیل کوہ سلیمان) سے متعلق جنوری 1960ء میں غلامانی قبیلے سے وابستہ ایک اَن پڑھ اور نہایت غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی خان تھا، جن کا سایہ بچپن ہی سے اُن کے سر سے اُٹھ گیا۔ اِبتدائی تعلیم آبائی علاقہ میں حاصل کی۔ مزید تلاشِ علم کے لیے ملتان کا رُخ کیا۔ جہاں دینی تعلیم مدرسہ غوثیہ نواب پور میں حاصل کی۔ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ایم اے کا اِمتحان پاس کیا۔ 2005ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم فل اقبالیات کیا۔ 1982ء میں محکمہ تعلیم سے منسلک ہو کر اس وقت بطور ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول سردار قلات بارتھی تمن بزدار ٹرائبل ایریا ڈیرہ غازی خان میں اپنے فرائضِ منصبی سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ نہایت ہی خوددار انسان ہیں۔

سلسلۂ تصوّف میں آپ اپنے وقت کے بزرگِ کامل سلطان الفقراء حضرت خواجہ سیّد محمد گل حواص شاہ بخاری نقشبندی مجددی المعروف "بابا بنوں والی سرکارؒ" سے بیعت ہیں اور انہی سے خلافت یافتہ بھی ہیں، جو اَب سلسلۂ طریقت چلا رہے ہیں۔ درس و تدریس اور ادبی شغف رکھنے کی وجہ سے اپنے مرشد کے ملفوظات کا مجموعہ بنام "تجدیدِ فقر" 1999ء میں منظرِ عام پر لائے۔ 685 صفحات پر مشتمل یہ کتاب علم تصوّف کا ایک مکمّل انسائیکلوپیڈیا ہے جو کہ ادبی حلقوں میں داد حاصل کرنے کے علاوہ عوام الناس میں بھی پذیرائی حاصل کر چکی ہے۔ پاکستان کی اکثر سرکاری اور نجی لائبریریوں میں موجود، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور سے تیسری بار شائع ہونے والی ہے۔

مصنّف کی مزید تین کتب

1۔ گلدستۂ فقر: 330 صفحات اور پندرہ ابواب پر محیط دوسری بار کچھ اضافوں کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

2۔ فلسفۂ اخلاق: 240 صفحات پر مشتمل مختلف اخلاقی مضامین کا احاطہ کرتی ہے جسے زیادہ تر دو (2) مشہور معلّمین اخلاق حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ اور شیخ سعدی شیرازیؒ کے اشعار کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے یہ مثال پبلشرز فیصل آباد سے شائع ہو چکی ہے۔

3۔ عدم برداشت (ایک قومی اور معاشرتی المیہ): جو قرآن و حدیث اور تاریخ کے آئینے میں زیرِ تکمیل ہے۔

ع اللہ کرے ترازورِ قلم اور زیادہ

ڈاکٹر عبدالشکور جاوید
کوٹ ادو

Misaal Publishers
misaal.publishers
+92-300-6668284
misaalpb@gmail.com

9789695816615